کراچی
وحانی ڈائجسٹ
یہ پرچہ بندہ کو خدا کے لئے جگاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے

فی شمارہ 25 روپے	جلد 23 شمارہ 3	دسمبر 2000ء	رمضان ۱۴۲۱ھ

سب ایڈیٹر

جمیل احمد خان

اعزازی معاونین

☆ سیدہ راشدہ عفت

☆ سعیدہ خاتون

☆ سہیل احمد

سرکولیشن منیجر

محمد ناصر

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)	سالانہ 340 روپے
مشرق وسطیٰ اور عرب ممالک	سالانہ 800 روپے
ترکی ۔ مصر ۔ انڈونیشیا ۔ سری لنکا ۔ نیپال ۔ ایران ۔ برما	سالانہ 800 روپے
مالدیپ ۔ لنکا دیپ ۔ بھارت ۔ بنگلہ دیش	سالانہ 800 روپے
ہالینڈ ۔ تھائی لینڈ ۔ چین ۔ نائیجیریا ۔ ملائیشیا ۔ جاپان	سالانہ 1000 روپے
آسٹریلیا ۔ نیوزی لینڈ ۔ امریکہ ۔ کینیڈا	سالانہ 1200 روپے

خط وکتابت کا پتہ

1-D,1/7 ناظم آباد کراچی 74600 پوسٹ بکس 2213 ۔ فون نمبر: 6688931

فیکس: 6621037 ۔ ای میل: roohani@azeemia.org

ایڈیٹر و پبلشر وقار یوسف عظیمی نے فرخ اعظم کے زیر اہتمام مکتبہ تاج الدین سے طبع کروا کر 1-D,1/7 ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے

اسلامی سائنس روحانی علوم اور نظریہ رنگ و نور کا نقیب

ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی

ممبر آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی

سرپرست اعلیٰ

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

وقار یوسف عظیمی

کہکشاں

عنوان	تعارف	مصنف	صفحہ
نورالہٰی نورِ نبوت	رمضان المبارک مسلمانوں کی روحانی تربیت کا ایک پروگرام ہے	✿✿✿	8
صدائے جرس	قرآن پاک کی آیات پر تفکر ہی مسلمانوں کی کامیابی پوشیدہ ہے	✿✿✿	10
دبستانِ خیال	معزز قارئین کرام کے گرامی نامے	قارئین کرام	14
رباعیات	علم حقیقی کے نور میں ڈوبی رباعیات	قلندر بابا اولیاءؒ	22
انتخاب	عام زندگی میں وقت کی حد بندی اسی قدر غیر اسلامی ہے جتنا کہ نماز میں وقت کی عدم پابندی	کوثر معین رضوان	66
تصوف حقائق کی روشنی میں	علمی اور عقلی دلائل پر مبنی تحقیقی مقالہ	پیر کرم شاہ الازہری	71
ایوانِ فکر	نوجوانوں کی تربیت سے چشم پوشی کر کے کیا والدین کی ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں؟	✿✿✿	75
ایک پنتھ دو کاج	ایک ہی چیز سے دو فائدے حاصل کرنے کا طریقہ	شاہد الحق فاروقی	83
معمہ	کسی کا حق مار کر اور ہیرا پھیری کر کے آنے والی دولت بہت سی فطری خرابیاں بھی لاتی ہے	ابو ودود	85
قندیل	لوحِ محفوظ کی کہانیوں میں سے ایک ایسی کہانی جو دل کے تاروں پر بار بار دہرائی جا رہی ہے	سعیدہ خاتون	91
ذوقِ آگہی	علم و آگہی کی تلاش میں سرگرداں ایک نوجوان کی سرگزشت	منیر حسین کیف	99
تنہا مسافر	تاریخ کے اوراق سے ایک عبرت انگیز سلسلہ وار کہانی کی آخری قسط	نورالعین قاضی	107
مشعلِ معرفت	اولیائے کرام کی پاکیزہ زندگی کے منتخب واقعات	مرتبہ: عامر نجمی	115
حاصل مطالعہ	قارئین کرام کے پسندیدہ اقتباسات	مرتبہ: دانش علی	117
قرآنی انسائیکلوپیڈیا	معدنِ علم و حقیقت قرآن کی تعلیمات پر مبنی سلسلہ	ادارہ	119
روحانی سوال و جواب	90 فیصد خوابیدہ صلاحیتوں کو کس طرح بیدار کیا جائے؟	الشیخ عظیمی	123
ایک ادیب ایک تعارف	ادب کی افادیت پر یقین رکھنے والے شاعر، نعمان جعفری	احتشام الحق	127
قرینہ خیال	شعر و شاعری سے دلچسپی رکھنے والے خواتین و حضرات کے لئے بطور خاص	✿✿✿	129
قندِ سخن	قارئین کرام کے پسندیدہ منتخب اشعار	قارئین کرام	130
گوشہ کتب	سیرت پاک ﷺ کی خوشبو لٹاتی ارشادات مقدسہ...	[illegible]	131
شوخئ تحریر	اردو ادب کے فن پاروں سے دلچسپ انتخاب	مرتبہ: نعمان ظفر	133
ہمارا جسم مثالی	اور اس پر ہونے والی جدید و قدیم تحقیق کا جائزہ	ترجمہ: حمید خان	135
قدرتی غذا و دوا کھجور	خون کی کمی کو پورا کر کے جسم کو تندرست رکھتی ہے	قمر عباسی	143
مولی	نظام ہاضمہ کی اصلاح کرتی ہے	عابد بھٹی	145
اخروٹ	دماغی کمزوری کو دور کرتا ہے	شرجیل بٹ	148
دسترخوان	خواتینِ خانہ کے لئے مزیدار کھانوں کی تراکیب	مرتبہ: فرحت صدیقی	149
جہاں نما	دلچسپ حالات و واقعات اور سائنسی پیش رفت پر مبنی سلسلہ	مرتبہ: محسن احمد شیخ	155
معلوماتِ عالم / اس ماہ کے بہترین مضامین	مقبول عام انعامی سلسلے	ادارہ	157
بچوں کا روحانی ڈائجسٹ	بچوں کے لئے خصوصی کہانیاں اور متفرقات	مرتبہ: محمد ذیشان خان	159
انعامی مقابلوں کے نتائج	انعام یافتگان شازیہ تاج محمد اور شاہدہ سلطان بخش کو مبارکباد	ادارہ	165
روحانی ینگ رائٹرز کلب	نئے قلم کاروں کی تحریروں کا ہمہ رنگ گلدستہ	ادارہ	167
اُفق	روحانی مشن کی سرگرمیوں پر مبنی روداد	ادارہ	177
محفلِ مراقبہ	ان خواتین و حضرات کے نام جن کے لئے محفل مراقبہ میں اجتماعی دعا کی گئی	ادارہ	189
ماورائی دنیا	روحانی طالبات و طلباء کی روحانی واردات و کیفیات	روحانی طالبات و طلباء	195
روحانی ڈاک	لاعلاج امراض اور پیچیدہ نفسیاتی و روحانی مسائل کا حل	خواجہ شمس الدین عظیمی	201

بے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

اللہ تعالیٰ نے مسلم امّہ کو بے شمار وسائل عطا کئے ہیں لیکن ہماری مجموعی نااہلی کی وجہ سے ان وسائل کا براہِ راست اور بالواسطہ فائدہ اُن طاقتوں کو پہنچ رہا ہے جو مسلسل مسلمانوں کے استحصال میں مصروف ہیں...... (جمیل احمد خان۔25)

حلال یا حرام.....؟

قرآن و حدیث، صحابہ کرام اور علمائے کرام کی تصریحات کی روشنی میں ایک ایسے معاشرتی رویے کا تذکرہ جس میں ایک حرام کو حلال کرنے کے لئے دوسرا حرام طریقہ اختیار کیا جاتا ہے........... (خالد ریاض ایڈوکیٹ۔33)

ہوم سویٹ ہوم

فنگ شوئی تکنیک کے ذریعے آپ کا سویٹ ہوم آپ کے لئے دولت، صحت، محبت اور خوش حالی کی نوید بن سکتا ہے..... (ایم ایچ خان ۔ 41)

مشین کی ذہانت

ذہانت کے معاملہ میں انسان کو مشینوں پر امتیاز حاصل ہے۔ انسان کے پاس تخلیقی سوچ اور وجدانی صلاحیتیں ہیں لیکن اگر کوئی انہیں استعمال نہ کرے تو آپ اسے کیا کہیں گے؟........... (سید اسد علی ۔49)

جذبہ اور اس کی تکمیل

اولاد کی خواہش کے جذبہ کی جڑیں انسان کے شعور میں اس قدر گہری ہیں کہ اسے کم یا ختم نہیں کیا جاسکتا۔ شادی شدہ حضرات و خواتین اس مضمون کا ضرور مطالعہ فرمائیں........... (محمد اقبال جیلانی۔ 55)

ای کامرس

ای کامرس انٹرنیٹ کے ذریعے اپنی پروڈکٹ کو نہایت کم سرمائے سے دنیا بھر میں متعارف کرانے کا آسان ذریعہ ہے جس سے بے شمار لوگ راتوں رات امیر بن گئے........... (فیصل بن اقبال۔ 61)

اپنی کارکردگی بہتر بنائیے

ہمارے ملک کے اکثر طلباء و طالبات بہترین صلاحیت ہونے کے باوجود بعض اوقات ان کا اظہار نہیں کرپاتے۔ چند ضروری مشورے اور آسان مشقوں سے اس کمزوری کا علاج ممکن ہے.......... (مشعل رحیم۔67)

بتیوں والے بابا

یہ کوئی صدیوں پرانی بات نہیں ہے بلکہ چند برس پہلے تک تو عمرہ و حج کرکے وطن واپس آنے والے کئی افراد بتیوں والے بابا کا تذکرہ کیا کرتے تھے جو مدینہ کی گلیوں میں مسلسل گشت میں رہتے........... (سید نعمان ظفر عالم۔111)

دمہ

دمہ یا سانس پھولنے کا مرض اکثر الرجی کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے۔ باقاعدہ علاج اور چند احتیاطی تدابیر سے اس مرض کو کنٹرول کرنا ممکن ہے........... (رضیہ سلطانہ ۔ 139)

سات روزہ ہربل بیوٹی پروگرام

ہر لمحہ حسین نظر آنے کے لئے ہفتے کے سات دنوں کو تقسیم کرکے اپنی جلد کی مناسبت سے ہفتہ وار چارٹ بنائیے۔ ہر قسم کی جلد کے لئے آزمودہ ہربل بیوٹی پروگرام......... (صدف قمر ۔ 151)

نورِ الٰہی

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بنو۔ (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے مسکین کو کھانا کھلادیں۔ اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ رمضان کا مہینہ جس میں نازل ہوا قرآن جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔ تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو اسے چاہئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں ان کا شمار پورا کرلے۔ اللہ آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے اور تم تکبیر نہ کرو اور اس کا شکر کرو۔ (سورہ البقرہ)

انسائیکلو پیڈیا آف رلیجن میں روزہ کی تعریف اس طرح آئی ہے "روزہ غذا سے مکمل یا جزوی پرہیز کا ایک ایسا آفاقی عمل ہے جو مشرق و مغرب کی تقریباً سبھی تہذیبوں میں پایا جاتا ہے" اسی طرح انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے "خاص مقاصد کے لئے یا اہم مقدس اوقات کے دوران یا ان سے قبل روزہ رکھنا دنیا کے بڑے مذاہب کا خاصہ ہے"۔

رمضان المبارک مسلمانوں کی روحانی اور معاشرتی اصلاح کا تربیتی پروگرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اس مہینہ کا حاصل تقویٰ ہے اور متقی پر کئی معاشرتی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس مہینہ میں غریبوں، بیواؤں، یتیموں اور ناداروں کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیجئے۔ فیاضی اور سخاوت کے پیکر، اللہ کے رسول ﷺ رمضان میں بہت زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔ روزہ کی حالت میں ذہن صرف کھانے پینے کی چیزوں میں نہ لگا ہو۔ دیکھا گیا ہے بعض لوگوں کو صبح ہی سے یہ فکر ستانے لگتی ہے کہ افطار میں کیا کھانا ہے۔ دوپہر کے بعد سے ہی کھانے کے انتظام میں لگ جاتے ہیں۔ یاد رکھئے روزہ کا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ افطار کے وقت محلہ میں کھانا تقسیم کیجئے بعض مستحق سفید پوش لوگ اپنی مشکل بیان نہیں کرسکتے۔ اس ذریعہ سے ان کی شرافت کا بھرم بھی قائم رہتا ہے اور عزتِ نفس بھی مجروح نہیں ہوتی۔ ضرورت مندوں کی امداد پوشیدہ طریقے سے کریں تاکہ آپ کے اندر بڑائی یا نیکی کا غرور پیدا نہ ہو۔

نورِ نبوت

تاجدارِ مدینہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
"روزہ میرے لئے ہے اور روزہ کی جزا میں ہوں"۔

رمضان جس میں نازل ہوا قرآن ایک پُر عظمت اور فضیلت و حکمت سے معمور مہینہ ہے جو انسانی شعور کو مصفّٰی اور صیقل بنا دیتا ہے۔ محض اللہ کے لئے بھوکے پیاسے رہنے سے آدمی کی روح آسمانوں کی وسعتوں میں پرواز کرکے عرش کی رفعتوں کو چھو لیتی ہے۔

شعبان کی آخری تاریخ کو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا
"لوگو! تم پر ایک بہت عظمت و برکت کا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں ایک رات ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے"۔

قرآن پاک نے اس رات کا نام لیلۃ القدر رکھا ہے۔ اللہ کے فرمان کے مطابق لیلۃ القدر ایک ہزار مہینوں کے دن اور رات کے حواس سے افضل ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ رات کے حواس کی رفتار اس رات میں ساٹھ ہزار گنا بڑھ جاتی ہے کیونکہ ایک ہزار مہینوں میں تیس ہزار دن اور تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں۔

جب آپ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں گزارتے ہیں۔ اس وقت آپ کاروبار کو بھی ترک کردیتے ہیں۔ معاش بھی آپ کے ذہن میں نہیں ہوتا۔ صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے صاف ستھری زندگی، صحیح نظام الاوقات کی حدود میں گزارتے ہیں تو کم بولنے، کم سونے، کم کھانے اور کم سوچنے سے آپ کی فکر مجلّٰی ہو جاتی ہے۔ ایک روشنی آپ کے دماغ میں دل اور سینہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ روشنی آپ کی فکر میں راہنمائی کرتی ہے۔ باطنی حواس کو پردہ سے باہر لے آتی ہے اور ان میں تیزی پیدا کرتی ہے۔ یہی روشنی ہے جس کے ذریعے آپ بہت سی باتیں جو مستقبل میں ہونے والی ہیں، دیکھ لیتے ہیں، کانوں سے سُن لیتے ہیں اور دماغ سے ان چیزوں کو سمجھنے کے لئے غلبہ حاصل کرلیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ رمضان کے مہینے میں زیادہ صلوٰۃ قائم کرتے۔ حضرت جبرائیل آپ ﷺ کو قرآن پاک سُنایا کرتے اور آپ ﷺ حضرت جبرائیل کو قرآن سنایا کرتے۔ رمضان کے آخری عشرے میں مسجد نبوی کے ایک حصہ میں معتکف ہو جاتے اور طاق راتوں میں طویل شب بیداری فرماتے۔

فرض کریں کسی محفل میں سو ایسے افراد موجود ہیں جن میں دس افراد اعلیٰ تعلیم یافتہ، مفکر اور سائنسدان ہیں جب کہ باقی نوّے آدمی غیر تعلیم یافتہ ہیں۔ تو محفل کی توجہ تعلیم یافتہ افراد کو حاصل ہو جائے گی۔ یہ دس افراد دوسروں کی بہ نسبت دنیا کے کسی بھی ملک میں بآسانی آمدورفت کر سکتے ہیں۔ ہر ترقی یافتہ ملک بخوشی ان کو امیگریشن دے دے گا۔ علم و فضل کی بناء پر ہر جگہ ان کو عزت و تکریم حاصل ہو گی۔

اب باقی نوّے آدمیوں کو دیکھیں۔ وہ مالی اعتبار سے کتنی ہی ترقی کر لیں، گھر بنا لیں، پیسہ اور بینک بیلنس کا ڈھیر لگا دیں ان کو دس علم دوست آدمیوں پر ایسی افضلیت کبھی حاصل نہ ہو سکے گی۔ حالانکہ تعداد میں وہ نو گنا زیادہ ہیں اور ان کے پاس وسائل کی بھی کثرت ہے۔ اگر ان 90 آدمیوں کو کوئی ترقی کا کام کرنا ہے تو وہ مجبور ہیں کہ ان دس آدمیوں کا تعاون حاصل کریں۔ چنانچہ جس آدمی کے پاس علم ہو گا چاہے وہ دنیاوی علم ہو یا روحانی اسے دیگر لوگوں پر برتری حاصل ہو جائے گی...... اگر کسی کے پاس دنیاوی علم ہے تو وہ دنیاوی معاملات میں ممتاز ہے جبکہ روحانی علوم حاصل کرنے والا بندہ تمام دنیاوی علوم حاصل کرنے والے بندوں سے افضل ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر انسان دنیا میں باعزت ہے...... اسے دیگر مخلوق پر شرف اور فضیلت حاصل ہے...... تو اس کی بنیاد صرف اور صرف علم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں تشریف لائے۔ غور فرمائیے جب سے دنیا قائم ہے...... اربوں کھربوں کی تعداد میں لوگ پیدا ہوتے رہے...... اپنی زندگی کے شب و روز پورے کرتے اور آخر کار انتقال کرتے رہے۔ یہ سلسلہ ابتداء سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

دنیا کی ابتداء سے اربوں کھربوں کی تعداد میں جنم لینے والے انسانوں کے مقابلے میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی تعداد انتہائی کم ہے۔ لیکن تمام پیغمبروں کو نوعِ انسانی کی کُل تعداد پر ہمیشہ برتری حاصل رہے گی اس لئے کہ تمام پیغمبران علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے عطاکردہ علوم کے حامل تھے۔

پیغمبران علیہم السلام میں سے کسی پر صحائف اُترے، کسی پر کتابیں اُتریں...... حضرت موسیٰؑ پر تورات اُتری...... حضرت داؤدؑ پر زبور کا نزول ہوا اور حضرت عیسیٰؑ پر انجیل نازل ہوئی۔ یہ تمام صحائف اور کتب سماوی اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ پیغمبروں کو وہ علوم حاصل ہیں جو نوعِ انسانی کی اکثریت کو حاصل نہیں ہیں۔

سب سے آخر میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ غارِ حرا میں مراقبہ کے دوران ایک دن جبرائیل ظاہر ہوئے اور کہا "پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا"۔

آپ دیکھئے یہاں بھی علم کا ہی تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نوعِ انسانی پر یہ عظیم احسان ہے کہ محبوب ربُّ العالمین ﷺ کے ذریعے یہ علم کتابی صورت میں ہمارے سامنے آگیا۔ جس کو ہم قرآن پاک کہتے ہیں۔

جب بھی انسان کی زندگی پر غور کیا جائے گا اور اس کا شرف تلاش کیا جائے گا تو یہی بات سامنے آئے گی کہ انسان کا شرف "علم" ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی اور ابتری کی وجہ بھی یہی ہے کہ مسلمان کے اندر علم سیکھنے کا جذبہ ختم ہو گیا۔ جس طرح آج غیر مسلم اقوام میں علمی، سائنسی، معاشرتی اور معاشی ترقی ہے اور ان کے ہاں ہر روز نت نئی سائنسی ایجادات سامنے آتی رہتی ہیں اسی طرح آج سے بارہ سو سال پہلے مسلمان نئی نئی ایجادات کرتے تھے اور اسی بنیاد پر ساری دنیا پر حکمران تھے۔

جب مسلمان علم سے دور ہوتے گئے تو مغربی دنیا نے ان کے علوم کو سیکھنا شروع کیا۔ بساط اُلٹ گئی۔ مسلمان مفلوک الحال ہوتے گئے اور غیر مسلم حکمران ہوتے گئے۔ آج ہم محکوم ہیں اور غیر مسلم حاکم......

آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں دنیا کا وہ کونسا خطہ ہے جہاں اسلام کا پیغام نہیں پہنچا۔ جبکہ آج یہ صورتحال ہے کہ کوئی ایسا خطہ نہیں جہاں مسلمان ذلیل و خوار نہیں ہو رہے ہیں...... اس وقت مسلمانوں کی ابتری کی جو بنیادی وجہ ہے وہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اسلاف کے روحانی ورثے کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔

قرآن پاک ایک ایسی کتاب ہے جس میں دنیاوی، سائنسی، کائناتی، تخلیقی، معاشرتی، معاشی اور روحانی علوم موجود ہیں لیکن ہم نے اس میں تفکر کرنا چھوڑ دیا۔ غور و فکر کے دریچوں کو اپنے اوپر بند کر لیا...... نتیجہ یہ ہے کہ قرآن ہمارے پاس موجود ہے مگر ہم اس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا رہے ہیں۔

میں نے اس سلسلے میں بہت سوچا کہ آخر کیا طریقہ اختیار کیا جائے کہ مسلمان قوم کی حالت بہتر ہو جائے...... مسلمان قوم کو اللہ تعالیٰ دوبارہ وہی عروج عطا کردے جو ہمارے اسلاف کو حاصل تھا...... اور ایک بار پھر مسلمان تمام دنیا پر حکمران کی حیثیت سے اُبھریں...... بہت غور کیا تو یہی بات سامنے آئی کہ اس ابتری اور زوال سے نکلنے اور عروج حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے...... اور وہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن سے اپنا رشتہ جو منقطع کرلیا ہے اُسے ہم دوبارہ استوار کرلیں۔ ہماری بقاء سلامتی اور عروج اسی کتابِ حکمت میں محفوظ ہے۔

میں نے ایک مرتبہ سروے کرایا تو معلوم ہوا کہ ہمارے ہاں دس گھروں میں سے صرف دو گھروں کے بچے قرآن پڑھے ہوئے تھے۔ جب یہ صورت ہو جائے گی تو قرآن سے یقین اُٹھ جائے گا اور بحیثیتِ مجموعی مسلمان بھی قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔

میں اپنے تمام بزرگوں، ماؤں، بہنوں، بھائیوں، دوستوں اور بچوں سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے گھر کو قرآنی فکر سے آراستہ کریں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ خود بھی قرآن پر تفکر کریں اور اپنے بچوں کو بھی قرآن میں تفکر کی ترغیب دیں۔ جب آپ خود ہی قرآن پاک کی طرف راغب نہیں ہوں گے تو آپ کے بچے کیونکر اس میں دلچسپی لیں گے۔ ہر گھر میں اگر ایک ماں اپنے بچوں کو دس منٹ کے لئے لے کر بیٹھ جائے، قرآن کا ایک رکوع پڑھے اور اس کا ترجمہ پڑھے، ترجمے پر خود بھی تفکر کرے اور اپنے اس تفکر میں بچوں کو بھی شامل کرے تو بچے ذہنی اور قلبی طور پر قرآن سے قریب ہوتے چلے جائیں گے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بچے قرآن کا ترجمہ بہت غور سے سنتے ہیں اور قرآن میں موجود پیغمبران علیہم السلام کے قصوں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔

اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو گھر کے کسی بڑے بچے کی یہ ڈیوٹی لگادی جائے کہ...... بیٹا تم قرآن پاک کی تلاوت کے بعد اس کا ترجمہ بیان کرو اور اس پر تفکر کرو......

قرآن کو مشکل ہرگز نہ سمجھیں کہ "جناب! ہم کوئی مولوی تو ہیں نہیں...... ہم اُسے کیسے سمجھیں"...... ایسی بات ہرگز نہیں ہے......

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ہم نے قرآن کا سمجھنا آسان کردیا، ہے کوئی سمجھنے والا"

ہم میں سے اکثر حضرات رات گئے تک مسلسل ٹی وی دیکھتے ہیں، گھنٹوں بے مقصد موضوعات پر گفتگو

کرتے ہیں۔ مختلف کھیلوں میں اپنا وقت پاس کرتے ہیں۔

روزانہ نہیں تو کم از کم اتوار کے دن والد صاحب اپنے ذمہ ڈیوٹی لگالیں کہ اپنے بچوں اور گھر کے دیگر افراد کے ساتھ اجتماعی طور پر 15 منٹ قرآنی آیات پر تفکر کرنا ہے۔ جس آیت یا سورۃ پر غور و فکر کرنا ہے اس کا پہلے مطالعہ کرلیں۔ اس کی تشریح یا توجیہہ پر مبنی کوئی علمی مواد میسر آجائے تو اسے بھی پڑھ لیں۔ سائنسی اور روحانی علوم کی روشنی میں جب آپ قرآن کی تعلیم اپنے بچوں کو دیں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کی اپنی زندگی کا اور پھر آپ کی آئندہ نسل کی زندگی کا رخ بدل جائے گا۔

آپ چند مہینے تجربہ کرکے دیکھ لیں...... یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اس عمل سے گھر میں اللہ کی رحمت بارش بن کر برسنے لگے گی......

بے سکونی ختم ہو جائے گی...... بزرگوں اور بچوں کے درمیان ذہنی ہم آہنگی بڑھے گی یوں جنریشن گیپ بھی ختم ہو جائے گا۔

جب سے نوعِ انسانی کا اللہ پر یقین کم ہوا ہے اُس وقت سے ساری دنیا پریشانی میں مبتلا ہے۔

جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اللہ کی نشانیوں میں غور و فکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اطمینانِ قلب عطا کرتے ہیں۔

سلسلہ عظیمیہ کے بزرگوں نے تو قرآنی علوم کو جدید سائنسی فارمولوں کی طرز پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب ہماری خواہش ہے کہ ہمارے بچے دنیا پر قرآن کے علوم کو نافذ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے گھروں کو قرآنی طرز فکر سے معمور روحانی اسکول بنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

قارئین کرام! حضرت عظیمی صاحب نے قرآن میں تفکر کے سلسلے میں جو پروگرام دیا ہے۔ آپ اس پر عمل کیجئے اور اس ضمن میں ہونے والے تجربات کو تحریر کرکے 30 دسمبر 2000ء تک ہمیں ارسال کردیجئے۔ آپ کے تجربات فروری 2001ء کے روحانی ڈائجسٹ کے صفحات پر شائع کئے جائیں گے۔

لفافے پر "قرآن میں تفکر کریں" ضرور تحریر کردیں۔

دبستانِ خیال

دبستانِ خیال میں خط لکھنے والے کرم فرما خواتین و حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنے خطوط اس طرح بروقت ڈاک کریں کہ ہمیں مہینے کی چودہ تاریخ تک موصول ہو جائیں۔

پچھلے شمارہ میں نیوز پرنٹ کی قیمتوں میں اضافے اور اخباری اداروں کو اس سے ہونے والے مالی دباؤ کے بارے میں ایڈیٹر وقار یوسف عظیمی صاحب کی گذارشات پڑھیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ روحانی ڈائجسٹ کے صفحات میں اضافے کے ساتھ قیمت میں بھی اضافہ کردیا جائے۔ ہوسکتا ہے بعض لوگوں کو میری یہ تجویز عجیب اور جانبدارانہ لگے۔ میں اس رسالے کا مطالعہ ایک سال سے کر رہا ہوں۔ یہ ماہنامہ لوگوں کی دینی و دنیاوی حالت کو تبدیل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ حیرت ہے کہ لڑائی مار کٹائی پر مبنی اور فحاشی سے بھرپور کہانیوں پر مشتمل رسائل و جرائد لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہوتے ہیں جن کی قیمت چالیس روپے یا اس سے بھی زائد ہے لیکن جو رسالہ ہمارے روحانی اسلاف کی تعلیمات کا امین ہے اور لوگوں کے تزکیہ نفس کا سبب بن رہا ہے وہ مالی بحران کا شکار رہتا ہے اور اس کو خریدنا بعض لوگوں پر شاق گزرتا ہے۔ کسی غریب سے غریب علاقے میں چلے جائیں وہاں ٹی وی، وی سی آر، ڈش اور کیبل سسٹم مل جائے گا۔ کیبل سسٹم کی وباء نے تو سب کو ہی اپنے جال میں لے لیا ہے۔ اس کا ہر ماہ کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے جو اکثر سو روپے سے زائد ہوتا ہے۔ نفسانی خواہشات پوری کرنے کے لئے پیسہ ہمارے پاس آجاتا ہے لیکن اگر ڈائجسٹ کی قیمت میں کچھ اضافے کی بات کی جائے تو مہنگائی محسوس ہونے لگتی ہے۔ میرا سلسلہ عظیمیہ یا اس کے سیٹ اپ سے کوئی تعلق ہے نہ ہی عظیمی صاحب سے میری آج تک ملاقات ہوئی ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ روحانی ڈائجسٹ کی اشاعت عظیمی صاحب کا ایک عظیم کام ہے جو نسل در نسل کی ضرورت ہے اس مقدس کام کو جاری رہنا چاہیے۔ میری گذارش یہ ہے کہ صفحات میں کمی ہرگز نہ کی جائے بلکہ اس میں اضافہ کردیں۔ تاکہ اللہ کے دوستوں کا یہ کام زیادہ وسیع انداز میں پھیلے اور ایسے علوم جن پر صدیوں تک پراسراریت کا پردہ پڑا رہا ہے ہمارے سامنے آتے رہیں۔ پیسہ تو ہاتھ کا میل ہے کہیں نہ کہیں خرچ ہو ہی جاتا ہے اگر چند روپے خرچ کرکے ہمیں اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کی راہ ملتی ہے تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔

(سلیم الدین چشتی۔ بفرزون، کراچی)

ماہ نومبر میں "ایک بندۂ خدا" کے ایک نوٹ پر چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے قرآن مجید اور حدیث کی رُو سے بتایا کہ ہم اپنی شناخت بطور مسلم کروائیں کیونکہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے جب کہ مسلمان فارسی کا لفظ ہے قرآن و حدیث میں موجود نہیں۔ میرے خیال میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن کو ہم اکثر کلام الٰہی پکارتے یا لکھتے ہیں۔ کلام الٰہی کا لفظ قرآن پاک میں براہ راست استعمال نہیں ہوا پھر کلام الٰہی کا لفظ سنتے ہی ہمارا ذہن قرآن کی طرف کیوں چلا جاتا ہے؟

میرے عزیز دوست اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لاؤ اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرو۔ بے شک کسی بھی زبان میں پکارے۔ عزیز دوست کبھی آپ نے غور کیا کہ دنیا میں اللہ کو گاڈ، بھگوان، یزدان اور ایلیا کے ناموں سے پکار کر لوگ دعائیں مانگتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کو قبول بھی فرماتے ہیں حالانکہ وہاں لفظ "اللہ" استعمال نہیں ہوتا۔ اصل چیز "لفظ" نہیں بلکہ "طرز فکر" ہے۔ الفاظ کو ہم کسی بھی طرح استعمال کرسکتے ہیں۔ لیکن اس کی معنویت یکساں رہتی ہے۔

(ناصر ملک۔ الفلاح، کراچی)

یہ رسالہ ہم سب کے لئے ہدایت نامے کی حیثیت رکھتا ہے جس میں یہ پیغام پنہاں ہے کہ اگر زندگی کو سنوارنا ہے تو گہری نظر سے پڑھو اور اپنے لئے سیدھے راستے کا تعین کرلو۔ میری طرح ہر پڑھنے والا اس کے بانی اور سرپرست کو اپنا محسن اور استاد ہی مانتا ہوگا جنہوں نے ہر جگہ اور ہر بے چین دل کو صبر و شکر کا سبق سکھایا اور نیکی کا راستہ دکھایا۔ میں اس خط کے ذریعے چند گذارشات کرنا چاہتا ہوں۔ شاید اس دور میں کسی میں محبت و اخوت کا جذبہ جاگ اٹھے۔ اس رسالے میں اکثر بے بس اور بے کس اور دکھی لوگوں کی باتیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ جن میں بچیوں کی شادیاں اور بے روزگاری کا اکثر ذکر ہوتا ہے۔ اس سے اس معاملے کی سنگینی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چند لوگوں کو چھوڑ کر معاشرے کے اکثر لوگوں کا یہ شیوہ نظر آتا ہے کہ ان بچیوں کے لئے کسی کے دل میں مدد کا جذبہ نہیں ابھرتا۔ شاید ہمارے ضمیر مردہ ہوگئے ہیں اور آنکھوں پر مادیت کی پٹی بندھ گئی ہے۔ میری نہایت مؤدبانہ گذارش ہے کہ ہم اس معاملے پر سنجیدگی سے غور کریں کہ جو بچیاں گھر بیٹھے بوڑھی ہو رہی ہیں اگر ہم میں سے کوئی ان کی اس معاملے میں مدد کرسکے یعنی ان بچیوں کو اپنالے تو یہ نیکی نہ ہوگی۔ اسی طرح بے روزگار لوگ جو روزگار کو ترس رہے ہیں اگر صاحب ثروت لوگ ان کی مدد کرسکیں تو اس سے بڑھ کر اور نیکی کیا ہوگی؟ ہم سب کو چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کا درد بانٹیں اور اپنی حیثیت کے لحاظ سے اگر کسی کی مدد کرسکیں تو ضرور کریں۔

(محمد اکرم۔ حیدرآباد)

ایک مرتبہ آپ کے پرچے کی عبارت سرورق کو پڑھ کر ڈائجسٹ خریدا۔ جب اس کا مطالعہ کیا تو اسے ایک رہنما کی مانند پایا۔ دیار غیر میں بچوں کی تربیت کے حوالے سے تنگی وقت کا احساس رہتا تھا اس لئے آپ کا پرچہ تاکید سے گھر لگوایا ہے تو سب کی توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔ زمانے کی تیزی و ترقی میں اسلامی اقدار کو ساتھ لے کر چلنے میں عظیمی صاحب کی رہنمائی روح کو طاقت دیتی محسوس ہوتی ہے۔ بعد میں ان کا ذاتی طور پر شکر گزار ہوں کہ انٹرنیٹ سروس کے ذریعے بیٹی مہوش مبشر کے خط کا ذاتی طور پر جواب دیا۔ جس کی فوٹو کاپی اس نے مجھے یہاں بھی روانہ کی ہے اس کے اعتماد کی اس منزل آشنائی میں آپ کی کاوش کا تہہ دل سے احسان مند رہوں گا۔

(مبشر حسین۔ کویت)

آپ میرے مراسلات کو جگہ نہیں دے رہے۔ بہت سا مواد تحریر کرکے آپ تک بھجوایا مگر ہائے قسمت مجھے اکتوبر کا رسالہ ہی نہ ملا۔ مارکیٹ میں آتے ہی ختم ہوگیا۔

(راؤ فہیم تحر۔ حیدرآباد)

(آپ کی طویل شکایات کے جواب میں عرض ہے کہ باری آنے پر قابل اشاعت تحریریں ضرور شائع ہوجاتی ہیں لیکن آپ نے اس مرتبہ بھی وہی غلطی دہرائی ہے کہ ایک ورق پر کئی شعبوں کو جمع کردیا ہے۔ ہر شعبے کے لئے علیحدہ ورق استعمال کریں)

زیارت نبی ﷺ بعد از وصال نبی ﷺ نمبر بہت خوبصورت اور معلوماتی ہے۔ بصیرت اور بصارت میں زیارت نبوی ﷺ کے اثرات اور فوائد پر بہت اچھے اور منفرد انداز میں روشنی ڈالی گئی۔ اس کے علاوہ مضمون "ہمارے نبی ﷺ زندہ نبی ﷺ" میں روحانی نظام کے حوالے سے تاریخ کے ان پوشیدہ گوشوں یا زاویوں کو اجاگر کیا گیا ہے جن کی طرف کم ہی دھیان جاتا ہے ایک ہی مضمون میں اتنے سارے تاریخی حقائق سامنے آنے سے ذہن کو نیا زاویہ ملا۔ نور الٰہی، نور نبوت، صدائے جرس، روحانی ڈاک اور قندیل اور ذوق آگہی مجھے سب سے زیادہ پسند ہیں۔ قندیل اور ذوق آگہی کا بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ روحانی ڈاک میں لوگوں کے مسائل کا حل پڑھ کر ذہنی وسعت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جناب الشیخ عظیمی کے دورہ برائے کوئٹہ اور ترکی بہت خوبصورت انداز میں لکھے گئے تھے۔ پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے قاری بھی ان کے ساتھ ہی ہے۔ کوثر معین رضوان کی مختصر تحریر بھی ذہن پر اچھا تاثر چھوڑتی ہے جو مختصر الفاظ میں بہت کچھ سمجھا دیتے ہیں۔

(رخسانہ کوثر۔ لاہور)

صدائے جرس روحانی ڈائجسٹ کی Back bone کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے نیوز پرنٹ کی قیمتوں کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا ہے اور رسالے کی قیمت بڑھ جانے سے متعلق پوچھا ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ بے شک آپ رسالے کی قیمت بڑھادیں لیکن صفحات اور معیار کسی بھی طور کم نہ کریں۔ بلکہ میری تو رائے اور دلی خواہش یہ ہے کہ صفحات میں اضافہ کردیا جائے قیمت 35 روپے ہی کیوں نہ کرنی پڑے کیونکہ یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مہنگائی روز بروز بڑھتی جارہی ہے اور رسائل و جرائد کی قیمتیں بڑھنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ ایک اہم بات یہ نوٹ کرلیجئے کہ طالب علموں کے لئے کمپیوٹر سے متعلق مضامین کا سلسلہ مستقل کردیں اور کسی ماہر سے کمپیوٹر کے متعلق اچھے مضامین تحریر کرواکر شائع کریں۔ اگر ہوسکے تو دسمبر کے شمارے میں "انٹرنیٹ" پر ایک مفصل اور معلوماتی مضمون شائع کردیں۔

(محمد عثمان۔ لیاقت آباد، کراچی)

ہمارے نبی ﷺ زندہ نبی ﷺ پڑھنے سے تاریخ کے ایک اہم باب سے آگاہی ہوئی آج کل نوجوان مسلم کو اسی کی شدید ضرورت ہے تاکہ نوجوان نسل حضرت نبی کریم ﷺ سے روحانی و قلبی تعلق پیدا کرسکے۔ نور اول بھی بہت ہی پسند آیا اس کے ذریعے معلوم ہوگیا کہ کائنات کا مقصد کیا تھا اور کائنات کس کے لئے بنائی گئی ہے۔ کامیاب مستقبل کی راہیں بہت ہی اچھی تحریر ہے اس پُرآشوب دور میں جب کہ

انفس کا عالم ہے اس سے زیادہ کر اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ روحانی ڈائجسٹ روحانی اور مادی دونوں ضرورتوں کو احسن طریقے سے پوری کر رہا ہے۔ تصوف حقائق کی روشنی میں بہت اچھی تحریر ہے۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ رسالہ ہماری بہت اچھے طریقے سے تربیت کر رہا ہے۔

(مختار احمد نعیمی۔ میر پور خاص، آزاد کشمیر)

روحانی ڈائجسٹ میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً قارئین کے لئے نئے سلسلے شروع کیے جائیں۔ مشاعرہ روحانی، قلمی دوستی، شب کے نام سے دو صفحات مخصوص کیے جائیں۔ آج کل کمپیوٹر کا دور ہے۔ آپ کسی ماہر کی مدد سے کمپیوٹر کی بنیادی تعلیم سے لوگوں کو آگاہ کر سکتے ہیں۔ جس طرح قد سخن میں بہترین شعر کا انتخاب کیا جاتا ہے اسی طرح شوقیہ تحریر، حاصل مطالعہ، ینگ رائٹرز کلب وغیرہ میں بھی بہترین تحریر کا انتخاب کیا جائے۔

(ارم شہزادی۔ راولپنڈی)

میں روحانی ڈائجسٹ کا تقریباً پچھلے ایک سال سے قاری ہوں واقعی ایک زبردست ڈائجسٹ ہے۔ یہ عوام میں مثبت سوچ پیدا کرنے والا جریدہ ہے۔ اس میں مجھے صدائے جرس بہت ہی پسند ہے اس مرتبہ زیارت النبی ﷺ نمبر بھی بہت پسند آیا ہے۔

روحانی ڈائجسٹ کو مالی بحران سے نکالنے کا ایک حل یہ ہے کہ آپ اشتہارات کی تعداد میں اضافہ کر دیں۔

(محمد بلال سلیم۔ اسلام آباد)

نومبر کے شمارے میں "صدائے جرس" نے حسب سابق فکر کے نئے پہلوؤں سے آشنا کیا اور یہ بات ذہن میں آئی کہ مجبور بھی شرک کی ایک شکل ہے۔ زیارت نبی ﷺ بعد از وصال نبی ﷺ کے حوالے سے شائع ہونے والے تمام مضامین اپنی مثال آپ تھے۔ روحانی سوال و جواب میں موو انزائل ایکل کی حقیقت سے پردہ اٹھا کر الشیخ عظیمی صاحب نے سائنسی اور روحانی علماء کے ذہنوں کی آبیاری کی ہے۔

نیوز پرنٹ کی قیمتوں میں اضافے کی تشویشناک خبر پڑھی۔ یقینی طور پر یہ صورتحال روحانی ڈائجسٹ کی انتظامیہ کے لئے وقتی پریشانی کا باعث ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ قارئین اور ڈائجسٹ کے بہترین مفاد میں کئے گئے فیصلے کو قارئین خوش دلی سے قبول کریں گے۔ لیکن اس حوالے سے میری تجویز یہ ہے کہ قیمت میں اضافے کے ساتھ ساتھ ممکن ہو تو صفحات میں بھی اضافہ کر دیا جائے شاید اس طرح ہماری کچھ تشنگی دور ہو سکے۔ کیوں کہ مفروضہ کہانیوں پر مبنی رسائل کی قیمتیں چالیس چالیس روپے تک ہوتی ہیں ان کے صفحات بھی روحانی ڈائجسٹ سے زیادہ ہوتے ہیں۔

(محمد عاطف نواز۔ فیصل آباد)

گذارش ہے کہ ہر مہینہ جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے کسی بھی پروگرام یا مجلس کی پیشگی اطلاع شائع کر دیا کریں کہ فلاں علاقے یا شہر میں عظیمی صاحب کی آمد ہے یا وہاں یہ تقریب منعقد ہوگی۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ روحانی ڈائجسٹ کے پرانے شمارے ایک سیٹ کی صورت میں ہدیہ کیا جاتے تھے۔ یہ سلسلہ دوبارہ بحال بھی کیا جا سکتا ہے۔

(نثار احمد۔ ضلع لکی مروت)

ایک دوست کے توسط سے روحانی ڈائجسٹ پڑھنے کو ملا۔ جب میں نے ورق الٹائی کی تو اکثر سلسلے میری پسند کے مطابق تھے دوسرے دن میرا دوست لاہور جانے لگا تو میں نے اسے کچھ رقم دے کر کہا کہ دس عدد روحانی ڈائجسٹ لے آؤ اس نے واپس آکر بتایا کہ مجھے روحانی ڈائجسٹ خریدنے کا کام نہیں ملا پھر ایک دوست کو پیسے دیے اسلام آباد اور گوجرانوالہ بھیجا لیکن وہ بھی صرف ایک روحانی ڈائجسٹ لے کر آیا تشنگی اب بھی باقی ہے۔ آپ کے پاس بھی جتنے پرانے روحانی ڈائجسٹ ہوں کے براہ مہربانی 7-8 عدد پرانے روحانی ڈائجسٹ وی پی پی ارسال کر دیں ڈاک خرچ میں خود برداشت کروں گا۔

(محمد شیر ان طاہر بھروحالہ۔ ضلع سیالکوٹ)

(پرانے شمارے ہمارے پاس موجود نہیں ہیں قریبی عظیمیہ روحانی لائبریری سے رابطہ کریں وہاں مفت ممبر شپ اور مفت مطالعے کی سہولت موجود ہے۔ روحانی سوال و جواب کے لئے علیحدہ صفحے پر تحریر کرکے بھیجئے)۔

میں خالد ریاض ایڈوکیٹ کے مضمون بہت شوق سے پڑھتی ہوں ان کی تحریریں ان لوگوں کے لئے مشعل راہ ہیں جو کم علمی کی وجہ سے ساری عمر ظلم سہتے رہتے ہیں۔

جناب وقار یوسف عظیمی سے درخواست ہے کہ وہ ہر ماہ ایک مضمون ضرور لکھا کریں۔

(مسز شمیم نعیم۔ خداداد کالونی، کراچی)

روحانی ڈائجسٹ کے خاص نمبر کا مطالعہ کیا۔ میں امید کرتی ہوں کہ آئندہ بھی وقتاً فوقتاً اسی طرح مختلف Events پر خاص نمبر نکالے جائیں گے۔ کاغذ کی قیمت میں اضافے سے ہونے والی مشکلات کے

بارے میں پڑھا۔ میری تجویز یہ ہے کہ صفحات ضرور بڑھائے جائیں۔ بے شک قیمت میں کچھ اضافہ ہو جائے۔ ذوق آگہی مصر کی سیر تک پہنچ گئی ہے۔ آئندہ قسط کا بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔

قندیل کی کہانی اب نئے دوراہے پر پہنچ چکی ہے۔ البتہ سعیدہ خاتون کی بعض روحانی توجیہات ذہنی سکت نہ ہونے کی وجہ سے مشکل محسوس ہوتی ہیں۔ نور آئینہ قاضی کی تنہا مسافر بہت اچھی طرح اپنے انجام کی طرف گامزن ہے۔ بیوٹی نمبر کے حوالے سے بعض اوقات یکسانیت محسوس ہوتی ہے۔ یوگا کی مشقوں پر مشتمل مضامین ضرور دیا کریں۔ حضرت الشیخ عظیمی صاحب کا دورہ برطانیہ پڑھ کر بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔

(یاسمین گل۔ فیصل آباد)

میں نے روحانی ینگ رائٹرز کلب میں اپنے مضامین بھیجے تھے اس میں سے ایک مضمون "بات بھی زینت ہے" جولائی 99ء میں شائع ہوا تھا مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی۔ قد سخن میں 2 بار میرے اشعار شائع ہوئے۔ میں نے دو مہینے پہلے کچھ مضامین ارسال کیے تھے وہ اب تک شائع نہ ہو سکے

(سیدہ تحسین فاطمہ۔ کراچی)

(آپ کی نگارشات ہمارے پاس محفوظ ہیں ۔ معیاری تحریریں باری آنے پر شائع کردی جائیں گی ۔)

"روحانی ڈاک۔ ارجنٹ جواب" کا سلسلہ بہت اچھا اور قابل تحسین ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ مطلوبہ مخصوص رقم کی مقدار کتنی ہے اور اس کی ادائیگی کس طرح سے ہوگی یعنی بذریعہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر یا کسی اور طریقے سے ادائیگی کرنا ہوگی۔ نیز اس ارجنٹ جواب کے لئے کیا جوابی لفافہ ارسال کرنا ہوگا؟ یا عام سنگل لفافہ۔ براہ مہربانی یہ معلومات جلد از جلد فراہم کر کے شکریہ کا موقع دیں۔

(محمد اشرف مغل۔ مغل پورہ، لاہور)

(اسی شمارے میں صفحہ نمبر 200 پر ملاحظہ فرمائیے وہاں آپ کے تمام سوالات کا جواب موجود ہے)

ان خواتین و حضرات کے نام جنہوں نے اچھے خطوط تحریر کئے لیکن جگہ کی کمی کی بناء پر شائع نہ ہوسکے۔

عظمیٰ نذیر احمد، راحیلہ رمضان۔ فیصل آباد، آمنہ احمد۔ لاہور، کاشف علی، بادلی بلاوہ۔ سکھر، رفیق ہدیہ رشید۔ کراچی، شبنم ناز ملک۔ گوجرانوالہ، فرحت شاہین۔ راولپنڈی، خان محمد۔ چارسدہ، محمد منیر۔ منڈی بہاؤ الدین، سعید عزیز۔ سانگھڑ، وسیم اسلم۔ پشاور، صوفی غلام محمد جمالی۔ گجرات، درخشانہ نظام الدین آرائیں، فرحانہ انوار حسین، سلیمان اسلم، عزیز احمد۔ جہلم۔

روزنامہ نوائے وقت کے دفتر میں بم دھماکہ

مورخہ 6 نومبر کو گرو مندر کراچی پر واقع نوائے وقت کے سٹی آفس میں بم دھماکے سے نوائے وقت کے منیجر اشتہارات نجم الحسن زیدی اور سرکولیشن منیجر ضیاء الحق جاں بحق ہو گئے۔ دھماکہ پیر کی دوپہر تقریباً بارہ بج کر 35 منٹ پر ہوا جس سے شعبہ اشتہارات کا بکنگ آفس مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ اس افسوسناک واقعہ کے بعد اے پی این ایس اور سی پی این ای نے ہنگامی اجلاس بلایا جس میں نوائے وقت کے دفتر میں بم دھماکے کی شدید مذمت کی گئی اور حکومت سے ملک بھر کے صحافیوں اور اخبارات کی موثر حفاظت کے لئے فوری اقدامات کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ اس اجلاس میں روحانی ڈائجسٹ کے ایڈیٹر وقار یوسف عظیمی بھی شریک تھے۔ ہنگامی اجلاس میں عارف نظامی اور ارشد زبیری نے مشترکہ طور پر کہا کہ نوائے وقت کے دفتر میں بم دھماکہ ملک میں آزادی صحافت اور آزادی اظہار رائے کو خاموش کرانے کے خواہش مند مکروہ عناصر کا پر تشدد اعلان ہے تاہم صحافیوں کا فیصلہ ہے کہ عوام کا حق جاننے کے حق اور جمہوریت کی خاطر پریس کی آزادی کا ہر قیمت پر دفاع کیا جائے گا۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ روزنامہ نوائے وقت کے ارکان نجم الحسن زیدی اور ضیاء الحق کی حادثاتی موت اور ادارے کو پہنچنے والے مالی نقصان پر انتہائی افسوس کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں اور ان کے لواحقین اور متعلقین کو صبر جمیل سے نوازیں۔ (آمین)

علمی تعاون کیجئے!

موجودہ دور ذرائع ابلاغ کا دور ہے۔ اس دور میں کسی بھی پیغام کو پھیلانے کے لئے ذرائع ابلاغ کا کردار نہایت موثر ہے۔ اس وقت جبکہ پوری دنیا اخلاقی بحران کی زد میں ہے، ثقافتی اور تہذیبی یلغار عالم اسلام پر حملہ آور ہے ایسے میں روحانی ڈائجسٹ وسائل کی کمی کے باوجود مسلسل دس سال سے لوگوں کی روحانی، مذہبی اور اخلاقی تعلیم و اصلاح میں کوشاں ہے، پیغمبرانہ طرزِ فکر اور روحانی اقدار کی ترویج واشاعت میں مصروفِ عمل ہے۔

الحمد للہ! روحانی ڈائجسٹ کو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی علوم کے وارث حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی روحانی سرپرستی اور آپؒ کے شاگرد رشید حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی نگرانی حاصل ہے۔ روحانی بزرگوں کی توجہ اور سرپرستی میں شائع ہونے والے اس رسالہ سے ہزاروں لوگ معرفتِ الٰہی کی راہوں پر گامزن ہوئے اور پیغمبرانہ طرزِ فکر کے تحت زندگی گزارنے لگے۔ روحانی ڈائجسٹ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی مشن کی ترویج واشاعت میں سرگرمِ عمل ہے اس مشن میں ہمارے معزز قارئین کرام بھی شامل ہوسکتے ہیں۔

ہم آپ کے پسندیدہ رسالہ روحانی ڈائجسٹ کو ماہ بہ ماہ مزید بہتر سے بہتر بنانے کے خواہاں ہیں اور اس کے ہر مضمون میں مزید نکھار پیدا کر کے معزز قارئین کرام کی روحانی و علمی تشنگی پوری کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے پسندیدہ رسالہ کو مزید بہتر بنانے کے لئے کثیر تعداد میں کتب اور علمی مواد کی شدید ضرورت ہے۔ کرم فرما قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اپنے پسندیدہ رسالہ کے ساتھ اس سلسلہ میں تعاون فرمائیں اور مختلف موضوعات پر کتابیں عطیہ کریں۔ کسی بھی موضوع، عنوان پر اردو یا انگریزی زبان میں نئی اور پرانی کتابیں ارسال کی جاسکتی ہیں۔ آپ کے اس تعاون کو ہم شکریے اور محبت کے ساتھ قبول کریں گے۔

آپ کی یا آپ کے لواحقین کی منتخب کردہ ان کتابوں کا عطیہ ایک علمی اور قلمی جہاد کی حیثیت رکھتا ہے جس کا اجرِ عظیم آپ کو اس وقت تک ملتا رہے گا جب تک ان کتب سے اخذ کیا ہوا علم لوگوں کو فائدہ پہنچاتا رہے گا۔ روحانی ڈائجسٹ میں معزز عطیہ کنندگان خواتین و حضرات کے نام شکریہ کے ساتھ شائع کیے جائیں گے۔

ہم آپ کے علمی تعاون کے منتظر ہیں۔

نیاز مند

وقار یوسف عظیمی

ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ

D-1, 1/7 ناظم آباد۔ کراچی 74600

وہ معزز کرم فرما خواتین و حضرات جنہوں نے ہماری درخواست پر کتب، رسائل و جرائد ادارہ روحانی ڈائجسٹ کو ارسال کئے ہم ان کے نہایت شکرگزار ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں

1- وسیم ناز تبسم۔ سمندری، فیصل آباد 2- صوبیدار میجر محمد اکرم۔ حیدرآباد 3- شگفتہ اکبر۔ نیو کراچی 4- عبد الرحمٰن۔ میر پور خاص 5- شہزادی سلطنت بیگم منظور حقانی۔ کراچی 6- مسز بتول بھارت۔ امریکہ 7- پروفیسر نعیم وہ جبیں۔ کراچی 8- عزیز محمد حمرون۔ ہری پور 9- محمد شیزان طاہر انصاری۔ پسرور، ضلع سیالکوٹ

قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نمبر

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی علوم کے وارث، مردِ حق آگاہ امام سلسلہ عظیمیہ حضرت سید محمد عظیم برخیاؔ المعروف حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کا یومِ وصال 27 جنوری ہے۔ روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، سلسلہ عظیمیہ کے اراکین اور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے دیگر لاکھوں معتقدین اس عظیم ہستی کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے جنوری کے مہینے میں خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ پاکستان کے تقریباً ہر بڑے شہر کے ساتھ ساتھ دنیا کے مختلف ممالک میں قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس کی تقریبات انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ منعقد ہوتی ہیں۔ عرس کی مرکزی تقریب کراچی میں 27 جنوری کو منعقد ہوتی ہے۔ اس میں پاکستان بھر سے روحانی طلباء و طالبات کے علاوہ بیرون ممالک سے بھی تشنگانِ علم کی بہت بڑی تعداد اپنی روح کو روحانی علوم کے بحرِ بیکراں سے سیراب کرتی ہے۔

حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس کے موقع پر روحانی ڈائجسٹ کا جنوری 2001ء کا شمارہ "قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نمبر" ہوگا۔ اس خصوصی شمارے میں قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے روحانی علوم اور تعلیمات پر خصوصی مضامین شائع کئے جارہے ہیں۔ روحانی ڈائجسٹ کا قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نمبر معمول سے زیادہ صفحات پر شائع کیا جارہا ہے۔

مشتہرین حضرات، قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔

رباعیات

قلندر بابا اولیاءؒ

ساقی تیرے میکدے میں اتنی بے داد
روزوں میں ہوا سارا مہینہ برباد
اس باب میں ہے پیر مغاں کا ارشاد
گر بادہ نہ ہاتھ آئے تو آتی ہے باد

واعظ نے بنا لئے ہیں چند افسانے
ان پر جو یقین کریں وہ ہیں فرزانے
میخانہ کو چھوڑ دیں دوزخی ہو جائیں
دیوانے ہیں اتنے تو نہیں دیوانے

واللہ کہ یہ خود کو نہیں پہچانے
افسانہ و افسوں میں رہے فرزانے
قدرت کا عطیہ خود ہی قدرت ہے عظیم
یہ بات سمجھتے ہیں فقط دیوانے

دنیا وہ نگر ہے کہ جہاں کچھ بھی نہیں
انسان وہ گھر ہے کہ جہاں کچھ بھی نہیں
وہ وقت کہ سب جس کو اہم کہتے ہیں
وہ وقت صفر ہے کہ جہاں کچھ بھی نہیں

بے جُرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

فلسطین میں اسرائیل کی جانب سے مظالم ، بربریت ، سفاکی اور دہشت گردی کا تازہ ترین سلسلہ عالمی امن کے ٹھیکیداروں کے ضمیر کی غفلت اور مسلمانوں کی سوئی ہوئی غیرتِ ایمانی کی بناء پر ہنوز جاری ہے۔ مسلمان تعداد میں چند لاکھ صیہونیوں سے سوگنا زیادہ ہونے اور بیشتر وسائل و نعمتوں میں بھی اسرائیل سے برتری رکھنے کے باوجود محض بیانات، مذاکرات اور کانفرنسوں پر تکیہ کئے ہوئے صم" بکم" عمی" فھم لا یعقلون کی عملی تفسیر بنے بیٹھے ہیں۔ ایسی ہی صورتحال قطر میں منعقدہ اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقع پر بھی دیکھنے میں آئی جو کسی جرأت مندانہ فیصلے کے بغیر ختم ہو گئی اور نشستن گفتن برخاستن سے زیادہ نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکی

جمیل احمد خان

نہتے فلسطینیوں پر گذشتہ تین چار ماہ سے شروع ہونے والا دہشت گردی، بربریت، سفاکی اور غیر انسانی یہودی مظالم کا سلسلہ عالمی ضمیر کی بے حسی اور ایک ارب بیس کروڑ افراد پر مشتمل مسلم اُمّہ کی سوئی ہوئی غیرت ایمانی کی بناء پر بلا روک ٹوک جاری ہے اس دوران عرب کانفرنس اور اسلامی سربراہ کانفرنس کے مطالبات اور بیانات بھی جاری ہوئے لیکن نہتے فلسطینی اسرائیلی افواج کی گولیوں، گولوں اور راکٹوں کی خوفناک بارش میں آج بھی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ فلسطین کے عام شہری اب اس غیر یقینی زندگی سے شاید عاجز آچکے ہیں۔ ان کی کئی نسلوں کا مستقبل تو تباہ ہو چکا ہے۔ مسلم رہنماؤں کے بیانات اور کانفرنسوں میں انہیں اپنے لئے امید کی کرن نظر نہیں آتی۔ اس لئے کہ فلسطینی آج بھی اسرائیلی فوج کے قیدی ہیں۔ فلسطین کے کچھ علاقوں میں یہودی اور مسلمان ساتھ ساتھ آباد ہیں۔ جبکہ قدیم شہر میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔

ارض مقدس

فلسطین کے اس قدیم علاقے کے حوالے سے یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ اس قدیم خطے سے ہی خدا نے آدم کی تخلیق کے لئے مٹی لی تھی ...... یہیں پر قابیل نے ہابیل کو مارا تھا۔ یہودیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس ارض مقدس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی دی تھی ...... وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے حضرت اسحاقؑ کی قربانی پیش کی گئی ...... یاد رہے اہل یہود کا یہ عقیدہ در حقیقت "ذبحِ عظیم" کے اعزاز کو بنی اسرائیل کے ساتھ وابستہ کرنے کی اس بے ہودہ حرص کا مظاہرہ ہے جس کے ذریعے وہ نہ صرف دیگر اقوام پر اپنی برتری ثابت کرنا چاہتے ہیں بلکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے انکار کا بہانہ بھی تراشتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی تمام نشانیاں، اہل یہود کی دیرینہ روایتوں اور الہامی کتابوں میں موجود ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا جو حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادے اور اللہ کے برگزیدہ نبی تھے۔ حضرت یعقوبؑ کی نسل بنی اسرائیل کہلائی۔ قوم بنی اسرائیل کی مکمل تاریخ جھوٹ کبر، منافقت

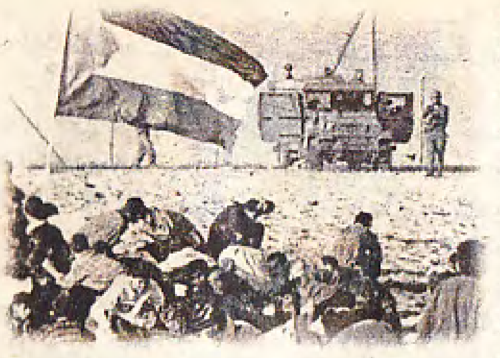

اور ایک نافرمان و سرکش قوم کی تاریخ ہے۔ یہ وہ قوم ہے جس کی اصلاح و ہدایت کے لئے خداوند تعالیٰ نے سب سے زیادہ برگزیدہ پیغمبروں کو بھیجا ...... مگر اس قوم نے پوری ڈھٹائی اور سرکشی کے ساتھ اُن کی تعلیمات کی خلاف ورزی کی اور احکاماتِ الٰہیہ کا صریحاً انکار کیا اور جو بات بھی انہیں اپنے مزاج خیالات یا خواہشات کے خلاف محسوس ہوئی تو اسے اپنی مرضی و منشاء کے مطابق تبدیل کر ڈالا ...... بیشتر پیغمبروں کو شہید کرنے کا ناقابلِ معافی جرم بھی اسی قوم سے سرزد ہوا ...... اُن کا غرور و تکبر اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں مصلوب کر دینے کی سزا سنا دی ...... تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد اُن کے پیروکاروں کو اہلِ یہود نے ہی نہایت چالاکی سے مشرکانہ عقائد میں مبتلا کیا ......

اسلام، عیسائیت اور یہودیت تینوں مذاہب میں بیت المقدس کو مذہبی تقدس حاصل ہے۔ یہ سترہ ماہ مسلمانوں کا قبلہ اول رہا ہے اور پیغمبر اسلام سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ کے ساتھ اسی جانب رُخ کر کے بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہوتے رہے ......

بیت المقدس کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے رکھی اور تکمیل حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی۔ اس شہر کا ذرہ ذرہ مقدس ہے۔ اکثر انبیاء اسی شہر میں مبعوث ہوئے۔ یہاں حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور کئی دوسرے انبیاءؑ کے مقابر ہیں۔ گو کہ یہ ارض مقدس عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے عقیدتوں کا مرکز ہے لیکن اہلِ اسلام کا اس مقدس مقام پر اولین حق اس لئے ہے کہ وہ تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر کامل ایمان رکھتے ہیں جبکہ یہودیوں اور عیسائیوں میں ایسا نہیں ہے ـــ دوسرے یہ کہ پیغمبر آخر الزماں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج کے دوران یہی مقام آپ ﷺ کی پہلی منزل بنا اور اسی مقام پر حضور نبی کریم ﷺ نے تمام سابقہ انبیاء علیہ السلام کی امامت بھی فرمائی ......

یہاں تمام مقدس مقامات شہر کی مشرقی پہاڑی پر ایک احاطے میں واقع ہیں جس کو مسلمان حرم شریف اور یہودی بیت لحم کہتے ہیں۔ یہ بیت المقدس کا محترم ترین حصہ ہے۔ حرم شریف کا رقبہ 35 ایکڑ پر مشتمل ہے۔ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ اس حرم میں ہیں۔ حرم میں جگہ جگہ بلند مقامات ہیں جنہیں محراب کہا جاتا ہے۔ جہاں مسلمان نوافل ادا کرتے ہیں۔ حرم شریف میں چار حوض وضو کے لئے اور پانچ منبر واعظین کے لئے ہیں۔ مستورات کے لئے تین مقصورے ہیں۔ اندرونی و بیرونی دروازوں کی تعداد پچاس ہے۔ احاطہ حرم میں جو زیارتیں ہیں ان میں مسجد اقصیٰ، قبۃ الصخرہ کے علاوہ مغارۃ الارواح جہاں ایک روایت کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ نے نوافل ادا کئے تھے۔ قبۃ السلسلہ، یہ وہ گنبد ہے جہاں سے حضور نبی کریم ﷺ معراج میں آسمان پر تشریف لے گئے۔ اسی گنبد کے نیچے حضور نبی کریم ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی۔

تاریخ گواہ ہے جب حضرت عمرؓ 638ء میں بیت المقدس میں داخل ہوئے تو اس جگہ پر ملبے اور غلاظت کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے وہ مقام تلاش کیا جہاں سے حضور نبی کریم ﷺ معراج کے لئے تشریف لے گئے تھے ...... پھر ملبے اور غلاظت کی صفائی شروع کروائی اور خود اپنے ہاتھوں سے بھی صفائی کی ـــ پھر فرمایا "آؤ! اسے مسجد کی جگہ بنالیں"۔ حضرت عمرؓ کے حکم پر

حضرت بلالؓ نے یہاں پہلی اذان دی اور حضرت عمرؓ نے نماز کی امامت فرمائی۔ یہاں اس وقت سادہ سی ایک مستطیل شکل کی مسجد تعمیر ہوئی ...... اور پھر بعد کے ادوار میں گنبد صخریٰ تعمیر ہوا۔ اس مقدس جگہ پر یہود و نصاریٰ کا دعویٰ اس بناء پر باطل ہو جاتا ہے اور اکثر مغربی مورخین نے تو اپنی کتابوں میں اسے مسجد عمر کا نام دیا ہے۔

بنی اسرائیل نے تقریباً دو ہزار سال دنیا بھر میں بھٹکتے رہنے کے بعد بالآخر 1948ء میں ناجائز ذرائع اور اپنی سازشی ذہنیت کی بدولت ارضِ مقدس پر اپنی غاصبانہ حکومت اسرائیل کے نام سے قائم کرلی......

یہودیوں کی جبلّت میں ہی سازشی عنصر موجود ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس عنصر کی جگہ جگہ نشاندہی فرمائی ہے مثلاً:

ترجمہ: وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے۔ تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے (سورہ آل عمران)

قرآن مجید میں یہودیوں میں بگاڑ کی تاریخ کے پہلو بہ پہلو اس یہودی کردار کی ایک جامع تصویر بھی موجود ہے، جو صدیوں کے بگاڑ کا منطقی نتیجہ تھا۔ اس پر ایک سرسری نگاہ ڈال لینے سے ہی حقیقت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کیوں کہ ان کا ملی وجود صدیاں گزارنے کے بعد شر اور باطل کے ہم معنی ہو گیا ہے۔ خدا دشمنی کے بعد انسان دشمنی اہلِ یہود کا سب سے بڑا جرم ہے۔ ارضِ مقدس پر اسرائیل کے نام پر 1948ء میں اپنی غاصبانہ حکومت کے قیام کی ابتداء سے ہی اپنی انسانیت دشمنی کا اظہار انہوں نے اس طرح کیا کہ سترہ ہزار مسلمان ہلاک کر دیئے گئے اور تقریباً تین لاکھ مسلمانوں کو بے گھر کر دیا گیا۔

تاریخ اس المیہ کی بھی گواہ ہے کہ خواہ یہودی ہوں یا عیسائی یہ ارضِ مقدس ان دونوں میں سے جس کسی کے بھی زیرِ اقتدار آیا ہے ہر ایک نے اس ارضِ مقدس کو بے گناہ مسلمانوں کے لہو سے رنگین کیا ہے۔ انسانی جان اور عصمتوں کے جنازے اٹھے ہیں۔ 14 جولائی 1099ء کو جب ارضِ مقدس پر عیسائیوں نے قبضہ کرلیا تو اس مقدس مسجد کا صحن مسلمانوں کے خون سے اس قدر بھر گیا تھا کہ عیسائی سپاہیوں کے گھوڑوں کے پیر اس میں ڈوب جاتے تھے۔ جبکہ اہلِ اسلام کو جب بھی اللہ تعالیٰ نے اس ارضِ مقدس کی ذمہ داری سے سرفراز کیا ہے تو یہودی اور عیسائی دونوں اقوام پر ظلم تو کجا کسی قسم کی پابندی بھی عائد نہیں کی گئی۔

یہودیوں کی طرح عیسائی بھی اپنے مذہب میں اس قدر تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں کہ اب اس میں پیغمبرانہ تعلیمات کی جھلک بھی باقی نہیں رہی...... آج رہنمائی کا واحد ذریعہ تحریف سے محفوظ آخری الہامی کتاب قرآن ہے لیکن قرآن کے پیروکار اس ارضِ مقدس کی روحانی فضیلت اور اہمیت سے بے بہرہ ہو گئے اور انہوں نے دنیا کی محدود آسائش کو اپنا مقصد زندگی بنا لیا ہے۔ آج مسلمان اس ارضِ مقدس کے روحانی ماحول میں عبادات اور روحانی فیوض حاصل کرنے سے محروم ہیں۔ یہ ارضِ مقدس آج بھی منتظر ہے کہ پیغمبر اسلام کا کلمہ پڑھنے والے خوابِ غفلت سے بیدار ہوں تاکہ ظلم و جبر اور تشدد کا یہ سلسلہ ختم ہو سکے......

فلسطینی بچے

فلسطین کے مقدس حصے میں دنیا بھر سے یہودی بڑی تعداد میں عبادت کی غرض سے مستقل آتے رہتے ہیں...... یہودیوں کی نسلی برتری کا غرور مقامی مسلمانوں کے معمولات زندگی میں اکثر مزاحم ہوتا رہتا ہے مقامی یہودیوں نے اپنے گھروں کی حفاظت کے لئے بے ہنگم داڑھیوں والے مسلح محافظ متعین کئے ہوئے ہیں یہ پہرے دار اڑوس پڑوس کے مسلمان گھرانوں کی نوجوان بچیوں سے چھیڑ چھاڑ کے اکثر مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ یاد رہے اسرائیلی فوجیوں کی کارستانیاں اس کے علاوہ ہیں جس کا بیان خاصا طویل اور دردناک بھی ہے۔ دنیا بھر کے مختلف حصوں سے یہاں آکر آباد ہونے والے یہودیوں کے اکثر نوجوان سخت اور کٹر مذہبی ہیں۔ ان کے ہاں ظاہری وضع قطع یا نسلی برتری کا تفخر ہی مذہبی شعائر ہیں۔ اکثر یہودی مسلح محافظوں کی جانب سے مسلمانوں کی زندگی میں مداخلت اور مسلمان

لڑکیوں پر دست درازی کی کوششوں سے کشیدگی بڑھ کر فساد کی صورت اختیار کر جاتی ہے جس میں پرائیویٹ مسلح محافظوں کے ساتھ اسرائیلی پولیس اور فوج بھی شامل ہو جاتی ہے ...... مغربی ذرائع ابلاغ جو عملی طور پر یہودی قبضے میں ہیں اس فساد کو جنگ کا عنوان دے کر پوری دنیا کے سامنے واویلا کرتے ہیں۔ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ اس "جنگ" کا ایک فریق جدید ہتھیاروں، میزائلوں اور ٹینکوں کا استعمال کر رہا ہے جبکہ دوسرے فریق کے پاس محض غلیلیں اور چھوٹی چھوٹی کمانیں ہیں ...... اور وہ ان سے چھوٹے چھوٹے پتھر اور تیر، بکتر بند گاڑیوں اور ٹینکوں پر چلا رہے ہیں ...... پہلے فریق کے لوگ جنگی حربوں کے ماہر اور تربیت یافتہ سپاہی ہیں ...... جبکہ دوسرے فریق میں بچے، لڑکے اور تیس پینتیس سال کے نوجوان شامل ہیں اور یہ لوگ پتھروں سے اپنا دفاع کر رہے ہیں۔ اس "جنگ" میں کام آنے والوں کی اکثریت بچوں پر مشتمل ہے۔

عالمی امن کے علمبرداروں کے پتھر دل تو خیر کیا موم ہوں گے حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مسلم امہ کا ضمیر اس وقت بھی نہ جاگا جب عرب اخبارات میں 37 سالہ جمال الدرہ اور اس کے 12 سالہ بیٹے محمد الدرہ کی تصاویر شائع ہوئیں یہ دونوں اپنے کسی ضروری کام کے لئے گھر سے نکلے تھے کہ غزہ اور خان یوسف کے مقام پر دونوں اسرائیلی فوج کی فائرنگ کی زد میں آگئے ...... دونوں باپ بیٹوں نے ایک پولیس بلڈنگ کی آڑ میں پناہ لینے کی کوشش کی ایک گولی بچے کے پیٹ میں لگی اس سے چند لمحے قبل بچے نے باپ سے کہا تھا "ابو آپ پریشان نہ ہوں ایمبولنس ہمیں آکر لے جائے گی"۔ ایک گھنٹے بعد جب مدد پہنچی تو جمال الدرہ کی کہنیاں، ٹانگیں اور ہاتھ گولیوں سے چھلنی ہو چکے تھے اور وہ بے ہوش تھا اس کا بیٹا محمد الدرہ اس کے زانو پر دم توڑ چکا تھا۔ اسرائیلی فوجی حکام اپنی عادت کے مطابق صاف مکر گئے کہ دونوں کی اموات ان کے سپاہیوں کی گولیوں سے ہوئیں ...... پھر جب فلسطینیوں نے اس کا سخت ردعمل ظاہر کیا اور ان دونوں بے گناہ شہیدوں کے جنازے میں ہزاروں افراد نے شرکت کی تو اسرائیلی حکام نے نہایت ڈھٹائی سے ان الفاظ کے ساتھ اس کا اعتراف کرلیا کہ "آخر دونوں باپ بیٹے اسی جگہ گئے ہی کیوں تھے، جہاں اس قدر کشیدگی تھی"۔

اسرائیل کی خاتون پارلیمنٹیرین تمسی کوہن نے جب پارلیمنٹ کے اجلاس کے دوران اپنی تقریر میں کہا کہ "اسرائیلی حکومت کا منصوبہ یہ ہے کہ روزانہ 5 فلسطینی قتل کئے جائیں اور فلسطینی نوجوانوں اور بچوں کو اس طرح زخمی کیا جائے کہ وہ زندگی بھر کے لئے معذور ہو جائیں تاکہ فلسطینی قوم کی مکمل نسل کشی ہو سکے اور آئندہ دس سال میں بیت المقدس پر مسلمانوں کی توجہ بالکل ختم ہو جائے" تو پارلیمنٹ میں ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا اور اس قدر شور مچایا گیا کہ خاتون پارلیمنٹیرین کی آواز شور میں دب کر رہ گئی۔

فلسطینی مسلمان مکمل طور پر اسرائیل کے تابع ہو چکے ہیں، نہ تو ان کے لئے کوئی امداد آ سکتی ہے اور نہ ہی وہ دنیا کے سامنے فریاد اور آہ و بکا کر سکتے ہیں چنانچہ فلسطین میں مسلم نوجوانوں کے ساتھ ساتھ اب بچوں نے بھی سر سے کفن باندھ لیا ہے، ہر قسم کا خوف ان کی رگ و پے سے رخصت ہو گیا ہے ...... ہاتھ میں غلیلیں، پتھر، لکڑی اور اینٹیں لئے اسرائیلی فوج سے برسرپیکار یہ بچے اور نوجوان دن رات جاری رہنے والی فائرنگ کے [illegible] آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ فلسطینی عوام کی مایوسی غیر فطری نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسلم امہ کے حکمرانوں و رہنماؤں نے محض بیانات اور کانفرنسوں پر ہی تکیہ کیا ہوا ہے۔ یہ لوگ مغرب اور امریکہ سے اسرائیلی مظالم کو رکوانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ جو لوگ اسرائیل کے سرپرست ہوں ان سے اسرائیل پر پابندی لگانے کا مطالبہ یا اس کے ہاتھ روکنے کا مطالبہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ جس کی ایک مثال تو یہ ہے کہ یہودیوں کی دہشت گردی کی مذمت کرنے کے بجائے امریکی ایوان نمائندگان نے نہایت ڈھٹائی اور شرمناک جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کثرتِ رائے سے ایک قرارداد منظور کی جس میں فلسطینی قیادت کی جانب سے اسرائیل کے خلاف ہنگامہ آرائی کی موجودہ لہر کی سرپرستی کی شدید مذمت کی گئی۔ قرارداد کی موافقت میں 365 ووٹ آئے جبکہ مخالفت میں صرف 30 ووٹ ڈالے

گئے۔ ایوان نمائندگان نے کثرت رائے سے اسرائیل کے ساتھ مکمل اظہار یکجہتی کیا اور فلسطینی قیادت کی شدید مذمت کی جو "ہنگامہ آرائی، تشدد، توڑپھوڑ" کی سرپرستی کرکے زندگی اور انسانیت کے لئے سنگین خطرے کا باعث بن گئی ہے۔ قرارداد میں خاص طور پر فلسطینی رہنما یاسر عرفات کو ذاتی طور پر ہنگاموں کی موجودہ لہر اور بحران کا واحد ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ یہ وہی یاسر عرفات ہیں جنہوں نے انتہائی تابعداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مصر کے شہر شرم الشیخ میں اسرائیلی حکمران ایہود بارک سے زبانی کلامی معاہدہ کرلیا تھا۔ جس میں صیہونی ریاست کو ہی بالادستی حاصل تھی۔ اس سے بھی زیادہ تابعداری کا مظاہرہ عرفات نے اس وقت کیا جب کہ انہوں نے اس یکطرفہ معاہدے پر عمل کرتے ہوئے بہت سے فلسطینی نوجوانوں کو جیل میں ٹھونس دیا جن پر اسرائیل کی جانب سے "دہشت گردی" کا الزام تھا..... ہاں البتہ اس کا جواب معاہدے کے دوسرے فریق ایہود بارک نے اپنے فوجیوں کے ذریعے گولیوں کی صورت میں دیا..... جو نہتے فلسطینی عوام کے اوپر محض پتھر مارنے کے ردِ عمل پر چلائی گئی تھیں۔

ناحق ہم مجبوروں پر تہمت ہے مختاری کی

دنیا بھر کے وسائل اور نعمتوں سے مالا مال 56 اسلامی ممالک آج بظاہر آزاد ہیں، لیکن لگتا ہے کہ ان کی اکثریت نے اپنی آزادی و خود مختاری کو اپنے ازلی دشمن اسرائیل کے سرپرستوں ہی کے ہاتھوں گروی رکھ دیا ہے..... اس کے بدلے میں انہوں نے محض انفرادی و اجتماعی عیاشیاں ہی حاصل کی ہیں..... اب تو یہ عیاشیاں بھی قریب ہے کہ چھین لی جائیں اور ان کے ہاتھوں میں کچھ بھی باقی نہ رہے.....

معروف ماہر اقتصادیات ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی کے مطابق اسلامی ممالک میں نہ صرف صنعتی ترقی کی رفتار سست رہی بلکہ یہ ممالک مجموعی طور پر تقریباً 650 بلین ڈالر کے بیرونی قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت اپنی جگہ برقرار ہے کہ صرف عرب ممالک کے متمول طبقے کے افراد کی اس سے کہیں زیادہ رقوم مغربی ممالک کے بینکوں میں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ بات یقیناً دلچسپی سے پڑھی جائے گی کہ صرف چار اسلامی ممالک ترکی، انڈونیشیا، ملائشیا اور پاکستان پر بیرونی قرضوں کا حجم تمام مسلمان ممالک پر مجموعی بیرونی قرضوں کے حجم کے نصف سے بھی زائد ہے یعنی تقریباً 341 بلین ڈالر..... ان چار ممالک نے 1997ء میں بیرونی قرضوں و سود کی ادائیگی کی مد میں 42000 ملین ڈالر اسرائیل کے سرپرست امریکہ کے تحت کام کرنے والے عالمی مالیاتی اداروں کو واپس کئے۔ جس میں سے تقریباً 15000 ملین ڈالر کی خطیر رقم صرف سود کی ادائیگی کی مد میں تھی..... بہت سے اسلامی ممالک قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہونے کی وجہ سے عالمی مالیاتی اداروں کے دباؤ میں آکر نجکاری کے ذریعے اپنے بہت سے قیمتی اثاثوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور اپنی آئندہ نسل کا مستقبل گروی رکھ کر اپنی بچی کھچی اقتصادی و سیاسی آزادی سے بھی محروم ہوتے جارہے ہیں..... اور جو مسلم ممالک بادسیلہ ہیں انہوں نے لباس، خوراک، نظام برق و آب رسانی، اسلحہ و افواج، معیشت، معاشرت، تجارت، صنعت و حرفت، سامان آسائش و سامان لازم ضروریات زندگی، ذرائع ابلاغ و ذرائع مواصلات غرض جدید دور کی زندگی کے تمام شعبوں میں اسی امریکہ پر انحصار کررکھا ہے جو اسرائیل کا مربی و مشفق ہے یعنی؛

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

مسلم دنیا میں پائی جانے والی مغرب و امریکہ پر انحصار کی اس شرمناک کیفیت نے سب سے بڑا غضب یہ ڈھایا ہے کہ اکثر مسلم ریاستوں کے حکمرانوں کی مصلحتوں اور عوام کی امنگوں میں ایک پیہم کشمکش جاری ہے۔ معاشی، اقتصادی، معاشرتی حتٰی کہ مسلمان ہونے کے باوجود نظریاتی ترجیحات پر بھی اتفاق رائے نہیں ہے۔ اس حوالے سے انہی صفحات پر پہلے بھی کئی مرتبہ گفتگو کی جاچکی ہے کہ مسلم دنیا میں مقتدر طبقے اور عوام کے درمیان اعتماد کا شدید فقدان پایا جاتا ہے۔ مسلم ممالک میں کوئی تبدیلی بھی آتی ہے تو کل کی حزب اختلاف کل کے مقتدر حکمرانوں کے بنائے ہوئے فریم ورک میں گم ہوجاتی ہے۔ چہرے تو بدل جاتے ہیں، کردار تبدیل نہیں ہوتے۔ پس پردہ شاید کچھ نادیدہ قوتیں

انہیں اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں اور عوام کے محبوب دیکھتے ہی دیکھتے عوام کے مغضوب بن جاتے ہیں۔

مثلاً پاکستان کے حوالے سے ماہر اقتصادیات ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی انکشاف کرتے ہیں کہ "پاکستان کو بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے شکنجے میں بڑی حد تک اُن ماہرین نے پھنسوایا ہے جو استعماری طاقتوں کی طرز فکر کے نمائندے ہیں۔ دراصل نیو ورلڈ آرڈر کے تحت کوشش یہ کی جارہی ہے کہ نوآبادیاتی نظام ایک نئی صورت میں جڑ پکڑ لے یوں تیسری دنیا اور خصوصاً اسلامی ممالک کو محض "اقتصادی کالونی" بنادیا جائے"۔

ان حالات میں اس بات پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ پاکستان مسلم اُمّہ میں واحد ملک ہے جو کم از کم اپنے دفاع کے حوالے سے اس حد تک خود کفیل ہوچکا ہے کہ اُس کا دشمن بھی اُس کی دفاعی صلاحیتوں سے خوف زدہ محسوس ہوتا ہے۔ جبکہ مسلمان ممالک کی اکثریت دفاع، خوراک، مصنوعات، مہارت، مشاورت، تجارت، تعمیرات اور مواصلات غرض ہر شعبہ زندگی میں بیرونی انحصار کی بیساکھیوں پر کھڑی ہے۔ یہ مسلم ممالک آپس میں برسر پیکار ہوں یا قیام امن یا باہمی اتحاد و تعاون کے فروغ کے لئے مصروف مذاکرات، دونوں صورتوں میں ان کے وسائل اور توانائیوں کا بہاؤ یہودیوں کی تجوریوں اور یہودیوں کے سرپرست ممالک کے خزانوں ہی کی جانب رہتا ہے۔

نشستن گفتن برخاستن

قاہرہ میں منعقدہ عرب سربراہ کانفرنس میں فلسطین کے مسائل پر گفت و شنید کے لئے جمع ہونے والے سربراہان مملکت اس سے زیادہ کچھ نہ کرسکے کہ انہوں نے یہ اعلامیہ جاری کردیا کہ "اقوام متحدہ فلسطینیوں کی حفاظت کے لئے فوج تشکیل دے"۔ یہ بیان ہمارے لئے ہی نہیں یقیناً خود اسرائیل اور امریکہ کے لئے بھی حیرت کا باعث ہوا ہوگا۔ اُسے عربوں سے اس قسم کے ردِ عمل کی توقع ہرگز نہ ہوگی اور جب عرب مسلمانوں کو اپنے مسائل کے حل سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تو وہ اس ادارے سے کیا توقع باندھ رہے ہیں جس نے انڈونیشیا میں مشرقی تیمور کو زبردستی آزاد کرادیا ہے لیکن کشمیر کے معاملے میں آج بھی ہنوز خاموش ہے جس کی چشم پوشی سے ہی بوسنیا اور چیچنیا مقتل بن گئے تھے

عرب سربراہ کانفرنس کے مذکورہ اعلامیہ کا اسرائیل کی جانب سے ایک بیان میں خیر مقدم کیا گیا لیکن اپنے خیر مقدم کا عملی اظہار اُس نے اپنی مکروہ سوچ کے تحت اس طرح کیا کہ اُسی روز 4 فلسطینی مسلمانوں کے خون سے لہو رنگ ارضِ مقدس کو مزید رنگین کردیا.....

عرب کانفرنس کے اس بے جان اعلامیہ سے بعد توقع تھی کہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں کچھ جرأت مندانہ موقف اختیار کیا جائے گا کیوں کہ سعودی عرب کی جانب سے کانفرنس کے میزبان ملک قطر کو دی جانے والی عدم شرکت کی دھمکی سے یہ امید مزید قوی ہوچلی تھی ..... سعودی عرب کی عدم شرکت سے کانفرنس کا انعقاد بھی خطرے میں پڑسکتا تھا اس لئے قطر کو بادل نخواستہ دوحہ میں قائم اسرائیل کے تجارتی دفاتر بند کرنا پڑے۔

14 نومبر کو جب کہ دوحہ میں اسلامی سربراہ کانفرنس کا بند کمرے میں اجلاس ہو رہا تھا۔ اسرائیلی دہشت گردی کا سلسلہ بدستور جاری رہا اور نہتے مسلمانوں کے احتجاج کو دبانے کے لئے ٹینکوں، گن شپ ہیلی کاپٹروں کا کھلے عام بے دریغ استعمال کیا گیا..... ادھر کشمیر میں بھارتی افواج نے کپواڑہ کے 12 دیہات کا محاصرہ کرکے ایک مسلمان خاتون پر بدترین تشدد کیا۔ اور اُدھر بند کمرے کے اجلاس میں تمام رہنماؤں نے اس بات پر "اتفاق" کیا کہ اسرائیل فلسطینیوں کا قتل عام کررہا ہے۔ گویا کہ اس سے قبل وہ اس بات پر متفق نہیں تھے اور شاید مغرب و امریکہ کی طرح فلسطین کے نہتے مسلمانوں کو ہی "دہشت گرد" سمجھتے تھے۔ جبکہ اُس روز طے ہونے والی سفارشات میں کشمیر کا مطلق ذکر نہ تھا اور اسرائیل کے ساتھ اعلان جہاد کی اُن تجاویز کو سرے سے مسترد کردیا گیا جس کی تائید امام کعبہ کی جانب سے بھی کی گئی تھی..... یوں کانفرنس کا مشترکہ اعلامیہ "مطالبے" کی قیود سے آگے بڑھ کر "فیصلے" کی حدود میں داخل نہ ہوسکا ..... فلسطین، کشمیر، افغانستان کے مسائل پر مسلم ممالک سے بھی "مطالبہ" ہی کیا گیا

جس ملک میں اس کانفرنس کا انعقاد ہوا وہاں عام

شہریوں کو رہائش، علاج، صفائی، ٹرانسپورٹ، روزگار، ذرائع اور زندگی کی دیگر سہولتیں جس اعلیٰ معیار کی میسر ہیں ان کا تو غریب پاکستان میں تصور بھی ممکن نہیں لیکن اسباب راحت کے اس انبار میں شاید ہی کوئی شے اپنی تیار کردہ ہو، ہر شے درآمد شدہ ہے اور یقیناً اس کی منہ مانگی قیمت دوسروں کی جھولی میں ڈالی گئی ہے۔ کانفرنس کے میزبان ملک نے یقیناً عربوں کی دیرینہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے مہمان داری کی شاندار مثال قائم کی اور اپنے مہمان سربراہوں کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ ہر شے اس اصول پر منتخب کی گئی کہ وہ دنیا میں بہترین سمجھی جاتی ہو لیکن تمام کی تمام اشیاء کی قیمت غیر مسلم دنیا کو ادا کی گئی۔

عرب ریاستوں کے اکثر شہروں کو خوش منظر بنانے کے لئے ہالینڈ سے پھول اور پودے اور ان کی مٹی درآمد کی گئی ہے۔ اس مٹی کو زمین پر جمانے اور بکھرنے سے بچانے کے لئے اس پر جالی کی طرح باریک بوریاں بچھانے اور ان بوریوں کے سوراخوں میں تازہ اور خوش رنگ و دلفریب پھولوں کی کیاریاں اگانے کی خاطر ہالینڈ اور یورپ کے دیگر ممالک سے ماہرین کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ یہ بھی ہم عرض کرچکے ہیں کہ انہی متمول عرب ممالک کی کھربوں ڈالر کی رقم مغربی ممالک کے بینکوں میں رکھی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے مغرب و امریکہ اس رقم سے جہاں اپنے لئے خوشحال مستقبل تراش رہے ہیں وہیں بہت سے خطوں میں مسلمانوں کو زندہ درگور بھی کررہے ہیں۔ متمول عرب ممالک میں وسائل کی اس قدر فراوانی ہے کہ فی کس سالانہ آمدنی 20 ہزار ڈالر تک جا پہنچی ہے۔ اسلامی سربراہ کانفرنس کے میزبان ملک کا شمار بھی انہی ملکوں میں ہوتا ہے۔

اسلامی سربراہ کانفرنس کے انعقاد کے موقع پر میزبان ملک میں حفاظتی اقدامات اور فائیو اسٹار ہوٹلوں کے اخراجات، خوراک اور دیگر آرام و آسائش کی چیزوں پر خرچ کی جانے والی رقم کا 95 فیصد حصہ امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، مغربی جرمنی، اٹلی، سوئیڈن، اسپین، بیلجئیم، جاپان، جنوبی کوریا، ہانگ کانگ اور مسلمانوں کے کھلے دشمن اسرائیل اور بھارت میں منتقل ہوگیا ...... صرف پٹرول اور مقامی لوگوں کی محنت کے سوا باقی سب کچھ درآمد شدہ تھا ... اور اس کا نتیجہ کیا نکلا۔

گفتنی ... ناگفتنی!

پٹرول کا ہتھیار

جہاں اسلامی سربراہ کانفرنس میں پاکستان کے چیف ایگزیکٹو نے اپنی تقریر میں نہایت بے باکی سے تلخ حقائق بیان کئے وہیں سعودی عرب کا یہ جرأت مندانہ اعلان بھی یقیناً قابل تحسین ہے کہ جو ریاستیں اپنے سفارتخانے تل ابیب سے القدس منتقل کریں گی ان سے سعودی عرب اپنے تعلقات منقطع کرلے گا...... سعودی عرب نے اس طرح کے اقدام کا مشورہ تمام مسلم ممالک کو بھی دیا ہے۔ لیکن فلسطین، کشمیر، چیچنیا اور تیمور (انڈونیشیا) میں مسلمانوں کے حق میں مسلسل بگڑتے ہوئے حالات اور ظلم و تشدد کا بڑھتا ہوا سلسلہ کسی جرأت مندانہ فیصلے کا تقاضہ کررہا تھا۔

جیسا کہ سعودی عرب کے شاہ فیصل شہید نے جرأت مندانہ فیصلہ کرتے ہوئے 1973ء میں تیسری عرب اسرائیل جنگ کے دوران ان تمام ممالک کو پٹرول کی سپلائی معطل/بند کردی تھی جو اسرائیل کی حمایت و پشت پناہی میں ملوث تھے۔ اس پابندی کے حوالے سے اس وقت کے امریکی صدر نے یہ دھمکی بھی دی تھی کہ اگر عربوں نے پٹرول کی ترسیل پر پابندی برقرار رکھی تو امریکہ ان کے تیل کے کنوؤں پر قبضہ کرلے گا۔ لیکن شاہ فیصل شہید نے امریکہ کی اس دھمکی کو چنداں اہمیت نہ دی اور دنیا نے ترقی یافتہ اقوام کو پہلی مرتبہ مسلم دنیا کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہوئے دیکھا۔

برسوں بعد مسلمانوں میں جرأت مندانہ سوچ اور اجتماعی بیداری پیدا ہونے لگی تھی جو اگر سازشوں کا شکار نہ ہوتی تو قدرت نے ایسا بہترین موقع فراہم کیا تھا کہ اب تک شاید اسلامی نشاۃ ثانیہ کی عمارت بھی تعمیر ہوچکی ہوتی۔ امریکہ اور مغربی ممالک نے اس جرأت کو پنپنے سے پہلے ہی خاموش کردیا۔ شاہ فیصل شہید کردیئے گئے اور قاتل کے ذریعے اصل کرداروں سے پردہ اٹھائے بغیر اس کا سر قلم کرکے اس معاملے کو ہمیشہ کے لئے دبادیا گیا۔ پھر امریکی اتحادیوں نے 30 سالوں کے اندر اندر تیل کی سیال قوت پر اپنی گرفت مضبوط کرلی۔ انہوں نے جو حکمت عملی اپنائی تھی اس میں وہ مسلسل کامیاب ہوتے چلے گئے لیکن ہمارے جمود زدہ ذہن قدرت کی امداد کے باوجود اپنی آئندہ نسلوں کے بہتر مستقبل کے لئے کچھ بھی نہ کرسکے...... اس لئے اب ہم مغربی، امریکی اور سامراجی قوتوں کی سازشوں کا رونا رونے اور واویلا کرنے کا بھی شاید حق نہیں رکھتے اس لئے کہ جب قدرت ہمیں راستہ دے رہی تھی تو ہم نے خود اس راستے سے منہ موڑا تھا اور امریکہ کو از خود موقع فراہم کیا تھا۔

چنانچہ جب اسے کھلے مواقع میسر آئے تو اس نے کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے میں دراڑیں ڈالیں ...... عراق ایران جنگ کو ہوا دی ...... (اور دونوں ہی کو مختلف ذرائع سے ہتھیار فروخت کرکے خوب مال کمایا) ...... عراق و کویت تنازعے کا اہتمام کیا ...... اوپیک کی تنظیم میں مسلم عرب ممالک کی گرفت ٹوٹ کر نہ ہونے کے برابر رہ گئی ...... آج تیل پیدا کرنے والے تمام بڑے مسلم ممالک امریکہ کے باجگزار بن چکے ہیں ...... خلیج میں موجود امریکی اور مغربی افواج کے تمام تر اخراجات کو تیل پیدا کرنے والی خلیجی ریاستیں بالعموم اور سعودی حکومت بالخصوص برداشت کرنے پر مجبور ہے، آج پٹرول کا یہ ہتھیار مکمل طور پر امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔ خلیج کی ریاستیں اور سعودی عرب وغیرہ امریکہ کے عائد کردہ مطالبات کو پورا کرنے کے لئے آئے دن تیل کی پیداوار اور قیمتوں میں ردوبدل کرنے پر مجبور ہیں۔ من مانے مطالبات میں اضافے کے ساتھ ساتھ پٹرول کی قیمت بھی بڑھتی رہی اور 35 ڈالر فی بیرل تک جا پہنچی۔

آج سے بیس برس قبل جب دنیا کی معیشت پر اوپیک ممالک کی اجارہ داری کارفرما تھی، رجحان بڑھ رہا تھا تو اوپیک کو ڈالر سے آزاد کرنے کی مہم شروع کی گئی تھی جس کے پیچھے سعودی عرب کے آئل منسٹر احمد ذکی یمانی کا ذہن کارفرما تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مغربی میڈیا اپنی مسلم دشمنی کی بناء پر آج بھی ذکی یمانی کو بھوت سے تشبیہ دیتا ہے۔ ذکی یمانی نے ڈالر کے بجائے سعودی ریال میں لین دین کے متعلق سوچ کو آگے بڑھایا، ان کا کہنا تھا کہ ڈالر کی قیمت میں اتار چڑھاؤ سے اوپیک ممالک کی آمدنی اور معیشت پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ڈالر سے معیشت کا رشتہ توڑ دیا جائے۔ لیکن اس سوچ کو عراق کویت جنگ کی صورت میں امریکی افواج کی خلیج میں آمد کے ساتھ ہی دفن کردیا گیا۔ تیل پیدا کرنے والے مسلم ممالک نے امریکہ نوازی کی بدولت ڈالر کے اتار چڑھاؤ اور امریکہ کی کساد بازاری کی وجہ سے کروڑوں ڈالر کا نقصان بھی اٹھایا۔ جزیرہ نمائے عرب میں امریکی افواج کی آمد درحقیقت عرب ملکوں کی معیشت کمزور کرنے اور امریکہ کی کساد بازاری دور کرنے کی حکمت عملی تھی جس پر عملدرآمد کے بعد وہ مطلوبہ نتائج حاصل کرچکے ہیں...... یعنی غریب، ترقی پذیر اور خصوصاً مسلمان ممالک شدید معاشی بدحالی کا شکار ہیں، ایسٹ ایشیا کے مسلم ممالک کی اقتصادی خوشحالی کا رخ مخالف سمت میں مڑ چکا ہے اور امریکی معیشت گرم بازاری کے اس مقام پر پہنچ چکی ہے جہاں پر پہنچنا دو عشرے قبل کسی امریکی کے خواب و خیال میں بھی نہ ہوگا......

دوحہ اعلامیہ

دوحہ اعلامیہ جیسا کہ ہم عرض کرچکے ہیں کہ انتہائی مایوس کن رہا۔ ہم اس کے مایوس کن ہونے کی وجوہات پر بھی گفتگو کرچکے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ ...... یہ ہونا چاہئے تھا اور یہ کیوں ہوا!!!؟ ہمارے خیال میں عبث ہوگا ...... کیوں کہ جب بصیرت کا فقدان ہو اور بصارت بھی غیروں کی مرہون منت ہوچکی ہو تو وہی کچھ ہوتا ہے جو دوحہ اعلامیہ کے ساتھ ہوا...... جس میں توپ کی تو مذمت کی گئی لیکن توپ چلانے والے قاتل کے چہرے پر پردہ ڈال دیا گیا......

روحانی ڈاک ارجنٹ سروس

روحانی ڈاک ارجنٹ سروس کے لئے خط ارسال کرنے والے خواتین و حضرات سے گزارش ہے کہ خط پر "روحانی ڈاک ارجنٹ سروس" ضرور تحریر کریں۔ نیز منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کا نمبر اور رقم کی تفصیل بھی خط میں ضرور قلم بند کردیں۔ یہ بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ منی آرڈر پر وہی نام اور پتہ تحریر کریں جو خط پر لکھا ہے۔ اسی طرح بینک ڈرافٹ کی پشت پر بھی نام و پتہ تحریر فرمائیے۔ تاکہ بروقت جواب دینے میں کسی بھی قسم کی دشواری سے بچا جاسکے۔

آخر اسرائیل اور بھارت کس کی پشت پناہی پر ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر چکے ہیں، ان کے گھر جلا چکے ہیں کس کے بھروسے پر یہ اسلامی سربراہ کانفرنس کا مذاق اُڑاتے ہیں...... اس سے سب ہی واقف ہیں لیکن یہ بھی کھلی حقیقت ہے کہ بیشتر مسلم ممالک کے بھی ان دونوں ممالک سے سفارتی و تجارتی تعلقات قائم ہیں۔ ان دونوں ملکوں کے بہت سے ماہرین چند متمول مسلم ممالک کے اکثر حساس شعبوں میں بھی "مامور" ہیں اور خطیر رقم مشاہرے کے طور پر بھی حاصل کر رہے ہیں...... اگر اسرائیل اور بھارت کو امریکہ کی شہہ حاصل ہے تو کچھ متمول مسلم ممالک بھی اپنی اعتدال پسندی کا ڈھنڈورا پیٹنے کی دُھن میں ان کے مفادات کو پورا کر کے انہیں سر پر چڑھانے کے ذمہ دار ہیں......

فلسطین، کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، اراکان (برما)، تیمور (انڈونیشیا) اور فلپائنی مسلمانوں کے نوحے پڑھتے رہنے اور ساتھ ساتھ امریکہ، اسرائیل اور بھارت کو کوستے رہنے سے مسلم اُمّہ کے مسائل کبھی حل نہ ہوں گے......

اللہ تعالیٰ نے مسلم اُمّہ پر اپنی نعمتوں اور رحمتوں کی برسات کر رکھی ہے...... قدرتی اور انسانی وسائل سے مسلم ممالک مالا مال ہیں۔ تیل اور گیس جیسے قیمتی معدنی ذخائر قدرت نے عطا کر رکھے ہیں۔ مسلم دنیا کی آبادی دنیا بھر کے انسانوں کا پانچواں حصہ ہے۔ یعنی دنیا کے مختلف خطوں میں ایک ارب تیس کروڑ مسلمان آباد ہیں جو کرہ ارض کی آبادی کا 20 فیصد حصہ ہے۔ دنیا کا کل رقبہ تیرہ کروڑ چالیس لاکھ مربع کلو میٹر ہے۔ اس رقبے میں انڈونیشیا سے مراکش تک پھیلے ہوئے اسلامی ممالک کا حصہ تین کروڑ مربع کلو میٹر ہے جو کل رقبے کا تقریباً 23 فیصد بنتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مسلم دنیا کی آبادی کا 40 فیصد سے زائد حصہ ناخواندہ ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی کے مختلف شعبوں میں 56 اسلامی ممالک کی مجموعی افرادی قوت صرف 80 لاکھ ہے جو اس شعبے میں مصروف کار عالمی آبادی کا صرف 4 فیصد ہے۔ ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ کے میدان میں اسلامی ممالک کا حصہ عالمی افرادی قوت کے ایک فیصد حصے سے بھی کم ہے، کیا یہ لمحہ فکریہ نہیں تمام اسلامی ممالک کی سالانہ مجموعی قومی پیداوار صرف 12 ہزار بلین ڈالر ہے۔ جبکہ صرف جاپان کی قومی آمدنی 2.85 ٹریلین ڈالر سے تجاوز کر چکی ہے...... زبردست مادّی وسائل سے مالا مال مسلم ممالک کا عالمی معیشت میں حصہ صرف 4.5 فیصد رہ گیا ہے جبکہ 80 کی دہائی میں یہ حصہ 7.5 فیصد تھا۔ عالمی برآمدات میں اسلامی ممالک کی باہمی تجارت کا حجم 10 فیصد سے بھی کم ہے۔ مسلم ممالک نے 1996ء میں بیرونی قرضوں کی ادائیگی کی مد میں زرمبادلہ کی آمدنی کا 20 فیصد حصہ خرچ کیا جبکہ 1999ء میں یہ شرح بڑھ کر 23 فیصد ہو گئی۔ مسلم ممالک کو 1993ء سے 1999ء تک ادائیگیوں کے توازن میں 152 بلین ڈالر کا خسارہ ہوا یوں اس مدت میں اتنا سرمایہ ان ممالک سے اسرائیل اور بھارت کے سرپرستوں یعنی امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کو منتقل ہو گیا۔ مسلم ممالک کا بیشتر سرمایہ امریکہ اور مغربی ممالک کے بنکوں اور مختلف شعبوں میں لگا ہونے کی وجہ سے امریکہ کے عالمی اقتصادی غلبے کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ متمول عرب ممالک کے تقریباً 800 بلین ڈالر اور پاکستانیوں کے تقریباً 105 بلین ڈالر کی رقوم اور مختلف نوعیت کے اثاثے مغربی ممالک میں موجود ہیں۔

دنیا بھر میں تحقیق و ترقی کے لئے جو رقوم مختص کی جاتی ہیں مسلم ممالک کا ان میں صرف 0.6 (صفر اعشاریہ چھ) فیصد حصہ ہے۔ مذکورہ تمام مباحث اور اعداد و شمار سے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آگئی ہے کہ دنیا کی معیشت میں 4.5 فیصد اور قرضوں کے بوجھ میں 26 فیصد حصہ رکھنے، ان قرضوں کو اپنے وسائل سے ادا کرنے کی استطاعت سے محروم ہونے اور سائنس و ٹیکنالوجی و دفاع کے شعبوں میں دوسروں کے محتاج ہونے کی وجہ سے اب مسلم اُمّہ فیصلے کرنے کے اختیار سے محروم ہو چکی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انتشار، گروہی و لسانی عصبیت اور مسلکی فرقہ واریت کے عذاب نے مسلمانوں کو اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ وہ اجتماعی اور دور رس نتائج کے حامل فیصلے کر سکیں۔ جس کا مظاہرہ اسلامی سربراہ کانفرنس سے جاری ہونے والے "دوحہ اعلامیہ" سے ہوتا ہے۔ ایسے میں دوحہ اعلامیہ کا شکوہ کرنا بے جا ہو گا...... ہاں قدرت کا وہ اعلامیہ جس پر آج توجہ

دینے کی ضرورت ہے، یہ ہے کہ ۔

خدا نے آج تک اس قوم حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

لیکن تبدیلی کے لئے ہمارے خیال میں قدرت آج بھی اس قدر مہربان محسوس ہوتی ہے کہ شاید موجودہ حالات میں بھی برسوں جدوجہد کی ضرورت نہ پڑے۔ قدرتی وسائل، معدنیات، پٹرولیم کی دولت، ایٹمی طاقت اور باصلاحیت افرادی قوت کی زبردست بہتات کی موجودگی میں ضرورت صرف مسلمانوں میں باہمی اشتراک، یکجہتی اور فکر و عمل کے ارتکاز کی باقی رہ جاتی ہے جو ہمارے خیال میں ایسا کوئی مشکل کام بھی نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل یقین کے ساتھ ساتھ جرأت مندانہ سوچ اور نیتوں کا خلوص درکار ہے۔ مسلم دنیا کا ایک حصہ جہاں قدرت کے عطا کردہ قیمتی وسائل و نعمتوں سے مالا مال ہے وہیں مسلم دنیا کا دوسرا حصہ ایسے اعلیٰ دماغ باصلاحیت افراد کی کثیر تعداد رکھتا ہے جو سائنس و ٹیکنالوجی میں زبردست مہارت رکھتی ہے جس کی ایک مثال پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ہے جو پاکستانی سائنسدانوں نے مہارت اور ملی جذبے سے سرشار ہونے کی وجہ سے کسی مدد کے بغیر حاصل کی۔ اگر مسلم دنیا کے وسائل اور اعلیٰ اذہان کا باہمی اشتراک ہو جائے تو یقیناً سائنس و ٹیکنالوجی کے تقریباً تمام شعبوں میں مسلم دنیا اسرائیل کے مربّی و مشفق کی گرفت و شکنجے سے باہر نکل آئے گی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے جہاں طویل المدت منصوبوں کی ضرورت ہے وہیں قلیل مدت کے بھی منصوبہ جات کا آغاز ضروری ہے۔ مسلم دنیا کے رہنماؤں کو اب اس جانب توجہ دینی ہو گی کیوں کہ موجودہ انداز فکر دراصل ایسا راستہ ہے جو ایک کھائی کی جانب جا رہا ہے جس میں گرنے کے بعد مسلمان قوم شاید اپنا وجود ہی کھو بیٹھے۔ خدارا! اجتماعی خودکشی کے اس راستے کو ترک کرکے اپنی نسلوں کی بقا اور تحفظ کے لئے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کریں ورنہ قانون قدرت یہ ہے کہ ۔

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

★

وفاقی سیکریٹری اطلاعات انور محمود کی والدہ انتقال کرگئیں

حکومت پاکستان کے وفاقی سیکریٹری اطلاعات سید انور محمود کی والدہ مختصر علالت کے بعد جمعرات 23 نومبر کو اسلام آباد میں انتقال کر گئیں۔

اناللہ و انا الیہ راجعون

مرحومہ کی نماز جنازہ میں اعلیٰ سول و فوجی حکام کے ساتھ ساتھ قومی اخبارات و جرائد کے مدیروں، صحافیوں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

روحانی ڈائجسٹ کے ایڈیٹر اور آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی کے جوائنٹ سیکریٹری وقار یوسف عظیمی نے وفاقی سیکریٹری اطلاعات سید انور محمود کی والدہ کی رحلت پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائیں، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

قارئین روحانی ڈائجسٹ سے بھی سید انور محمود کی والدہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اراکین سلسلہ عظیمیہ کا تعلیمی اجتماع

کراچی میں ضلع شرقی، ملیر اور غربی میں مقیم سلسلہ عظیمیہ کے ارکان خواتین و حضرات کا تعلیمی اجتماع مورخہ 3 دسمبر بروز اتوار سہ پہر 3:30 بجے، مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن کراچی میں منعقد ہو گا۔ پروگرام کی ترتیب یہ ہے

جنرل سیکریٹری قلندر شعور فاؤنڈیشن اور نگران شعبہ نظم سلسلہ عظیمیہ وقار یوسف عظیمی خطاب کریں گے۔ بعد ازاں نگران مراقبہ ہال ضلع شرقی حامد علی خان اور نگران مراقبہ ہال ضلع غربی میاں عرفان عمر اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔ آخر میں حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کا خصوصی خطاب ہو گا۔ افطار کے بعد تقریب اختتام پذیر ہو جائے گی۔

مذکورہ اجتماع سے تعلق رکھنے والے اراکین سلسلہ عظیمیہ کو دعوتی خطوط ارسال کر دیئے گئے ہیں۔ ایسے خواتین و حضرات جنہیں یہ خطوط کسی وجہ سے موصول نہ ہو سکے ہوں وہ مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن سے رابطہ کریں۔ براہ مہربانی وقت کی پابندی کا خیال رکھیں۔

شب قدر میں دعا

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق لیلۃ القدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس برکتوں والی رات میں فرشتے اور روح اُترتے ہیں اور تمام رات تجلیات وانوار کی بارش ہوتی ہے۔ اللہ کے نیک بندے ان مبارک ساعتوں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے بارگاہ الٰہی میں ایسی مبارک ساعتوں میں اللہ کے برگزیدہ بندوں کی دعائیں جلد تر قبولیت سے سرفراز ہوتی ہیں۔

مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن میں رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں منعقد ہونے والے اجتماعی شب بیداری کے پروگرام میں سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی دعا فرمائیں گے۔

اگر آپ اجتماعی دعا میں اپنے کسی مقصد کے لئے دعا کروانا چاہیں تو ایک کاغذ پر اپنا نام، والدہ کا نام اور مقصد دعا تحریر کر کے درج ذیل پتے پر ارسال کر دیجئے۔ لفافے کے ایک کونے پر "**شب قدر میں دعا**" ضرور تحریر کیجئے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی

روحانی ڈائجسٹ، 1-D، 1/7 ناظم آباد۔ کراچی 74600

AZEEMI's FLORA HONEY

شہد کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے

فیه شفاء للناس

ترجمہ: اس میں انسانوں کے لئے شفا ہے۔

کئی احادیث نبوی ﷺ میں بھی شہد کی شفائی خصوصیات بیان فرمائی گئی ہیں۔

شہد کا باقاعدہ استعمال جسم میں بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔ شہد کئی امراض کے لئے شفاء ہے۔ بیماری کے بعد ہونے والی کمزوری کو دور کرتا ہے۔ جلد کی حفاظت کرتا ہے۔ دماغ، اعصاب اور نظر کو تقویت دیتا ہے۔ جنسی کمزوری کو دور کرتا ہے قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

عظیمی لیبارٹریز پاکستان کے شمالی علاقوں سے حاصل ہونے والے شہد کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے

AZEEMI's FLORA HONEY

عظیمی لیبارٹریز کا پیک کردہ فلورا ہنی کراچی میں دو طرح کی پیکنگ میں دستیاب ہے
بڑی پیکنگ 120روپے
چھوٹی پیکنگ 65روپے

مندرجہ ذیل اسٹاکسٹ سے دستیاب ہے۔

ہول سیل اسٹاکسٹ
اتحاد انٹرپرائزز۔ ڈینسو ہال
دار الشفاء ٹریڈرز۔ ڈینسو ہال
برہانی یونانی اسٹور۔ نیپیئر روڈ

خواجہ اسٹور۔ صدر
صدر میڈیکل اسٹور۔ صدر
ادرایم سنز۔ لیاقت مارکیٹ، ملیر
مسلم اسٹور۔ لیاقت مارکیٹ، ملیر

قادری جڑی بوٹی اسٹور۔ لانڈھی
عرفان قادری اسٹور۔ لانڈھی
طلحہ ٹریڈرز۔ واٹر پمپ فیڈرل بی ایریا
خالد یونانی اسٹور۔ میٹرو ول سائٹ

حلال یا حرام ؟

اس مضمون میں ایک ایسے معاشرتی رویے پر گفتگو کی گئی جس کے تحت ایک حرام کو حلال بنانے کے لئے دوسرا حرام اختیار کیا جاتا ہے۔

خالد ریاض ایڈوکیٹ

ارشد نے چونکہ CSS کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کر لیا تھا، اس لئے اسے زیادہ انتظار کی زحمت نہ کرنا پڑی۔ District Administration میں اعلیٰ عہدے پر ارشد کو فائز کر دیا گیا۔ والدین کو اب ایک ہی فکر تھی کہ ارشد کی شادی کر دی جائے تاکہ ان کی اکلوتی اولاد کے آنگن میں بھی پھول کھلے۔ اب لڑکی کی تلاش کا کام شروع ہوا۔ خاندان میں تو کوئی لڑکی پسند نہ آئی۔ البتہ غیروں میں مہوش کو پسند کر لیا گیا۔ مہوش ایک معروف تاجر کی بیٹی تھی اور وہ بھی اکلوتی..... حسین خدوخال، درمیانہ قد، غزالی نیلی آنکھیں، گیسو دراز اور متناسب جسم کی مالک مہوش، ارشد کو بہت پسند آئی۔ چنانچہ 3 مہینے بعد ارشد و مہوش رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ رخصتی فائیو اسٹار ہوٹل سے ہوئی۔ 2 ہفتے بعد دونوں میاں بیوی ہنی مون منانے کوپن ہیگن ڈنمارک روانہ ہو گئے اور ایک مہینے بعد اپنے ملک پلٹ آئے۔ دونوں کی زندگی نہایت خوش وخرم بسر ہو رہی تھی کہ دیکھنے والے رشک کرتے تھے۔ 2 سال بعد اللہ تعالیٰ نے مہوش کی گود ہری کر دی۔ منی ان دونوں کی دھڑکن تھی۔ دادا، دادی، نانا، نانی کی آنکھوں کا تارا تھا۔ ارشد کا بنگلہ پوش علاقے میں واقع تھا۔ اس کے برابر والے بنگلے میں روحی اپنی والدہ کے ساتھ رہتی تھی۔ روحی کی کیلی پڑی ہوئی تھی کہ 25 سال کی عمر میں اسے طلاق ہو گئی تھی۔ اولاد کوئی نہ تھی۔ چونکہ زیور، روپیہ پیسہ اچھی مقدار میں روحی کے پاس تھا، اس لئے اسے معاش کی فکر نہ تھی اور گھر کے اخراجات باآسانی پورے ہو رہے تھے۔ روحی اکثر شام کو اپنے گارڈن میں بیٹھ کر چائے پیا کرتی تھی۔ ارشد بھی اکثر شام وقت سے واپس اپنے بنگلے [illegible] سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔

ایک شام ارشد حسب معمول ٹیرس پر اور روحی اپنے گارڈن میں تھی۔ ارشد کی نظریں اردگرد کا جائزہ لینے لگیں اور آخر روحی پر جا کر ٹھہر گئیں۔ روحی بھی ارشد کی طرف دیکھ رہی تھی۔ نہ جانے ذہنی طور پر دونوں کے مابین کیا گفتگو ہوئی کہ پھر تو یہ روز کا معمول ہی بن گیا۔

بات مزید آگے بڑھی تو ملاقاتوں پر منتج ہو گئی۔ ایک شام حسب معمول ارشد ٹیرس سے روحی کو اشارے کر رہا تھا کہ ناگہانی طور پر مہوش آ گئی اور ٹھٹک گئی۔

اس نے تمام کارروائی خود اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ روحی تو مہوش کو دیکھ کر اندر چلی گئی لیکن ارشد رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔ ارشد اور مہوش میں وہ ٹھنی کہ الحفیظ

الامان۔ ارشد کا چہرہ غصے کی تمازت سے سرخ ہو رہا تھا اور موش کی غزالی آنکھوں سے نہ تھمنے والا اشکوں کا سیل رواں جاری تھا۔ بزرگوں کی مداخلت ذرا کام نہ آئی اور ارشد نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا "موش میں نے تمہیں طلاق دی" ارشد نے اس جملے کو یک وقت 5-6 مرتبہ دہرایا۔

موش کو لگا کہ جیسے اس کی جنت بکھر گئی ہو۔ اب تو کچھ بھی نہ بچا تھا سوائے ہاتھ ملنے کے۔ موش کے والدین آئے اور اپنی بیٹی کو لے گئے۔ موش تو اپنے والد کے ہاں چلی گئی۔ ارشد کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس پر پچھتاوے کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ارشد نے ہاتھ پیر جوڑ کر موش سے معافی مانگی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ طلاق ہو گئی ہے۔ ارشد، اس کے والدین اور موش کے والدین نے شہر کے متعدد مفتیوں سے رجوع کیا کہ کوئی ایسی صورت بن جائے کہ دونوں کا دوبارہ نکاح ہو جائے اور وہ پھر سے میاں بیوی بن کر خوش و خرم زندگی بسر کر سکیں۔ شومئی قسمت انہیں ہر جگہ سے یہی جواب ملا کہ "صاحب اب چونکہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دی گئی ہیں، اس لئے اب حلالہ کروانا پڑے گا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ موش کو کسی دوسرے سے نکاح کرنا ہوگا۔ جب وہ دوسرا اسے طلاق دے دے گا تو پھر عدت گذارنے کے بعد موش کا نکاح دوبارہ ارشد سے ہو سکتا ہے، بصورت دیگر کوئی راستہ یا گنجائش نہیں ہے"۔

اب ایسے شخص کی تلاش شروع ہوئی جو موش سے اس شرط پر نکاح کر لے کہ ایک رات گذارنے کے بعد صبح اسے طلاق دے دے اور پھر موش عدت کی مدت گذارنے کے بعد ارشد سے نکاح کر کے دوبارہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائے۔ رشتے داروں، عزیزوں، دوستوں اور خاندان والوں میں خاموشی سے ایسے شخص کی تلاش شروع ہوئی، لیکن ہر جگہ انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ چاروناچار سائیکل پر سوار ایک صاحب جو کسی مسجد میں موذن تھے ان سے بات چیت ہوئی۔ نام ان کا برکت اللہ تھا۔ دبلے جسم کے مالک، سر کے آدھے بال اڑے ہوئے تھے۔ 10 ہزار روپیہ میں معاملہ کچھ یوں طے پایا کہ 10 ہزار روپیہ پیشگی ادا کیا جائے گا۔ موش کا ان سے نکاح ہو گیا۔ رات 12 بجے موش کو ان کے ہاں رات کی تاریکی میں چھوڑ دیا جائے گا اور صبح ٹھیک 7 بجے برکت اللہ موش کو تحریری طلاق دیں گے اور موش کو اس کے والدین گھر لے آئیں گے۔ جہاں وہ عدت گذارے گی اور پھر ارشد سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا۔

سردیوں کے دن تھے۔ موش کا رورو کر برا حال تھا۔ اس نے کبھی تصور میں بھی یہ نہ سوچا تھا کہ یہ دن بھی دیکھنا پڑے گا۔ موش کے والدین نے اسے حوصلہ، دلاسا اور تسلی و تشفی دی کہ بیٹا ایک رات کی تو بات ہے، پھر وہی خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔ ٹھیک رات 12 بجے موش کو برکت اللہ کے ہاں چھوڑ دیا گیا۔ صبح ٹھیک 7 بجے موش کے گھر والے برکت اللہ کے ہاں پہنچے۔ برکت اللہ نے موش کے والدین کو اندر بٹھایا اور آواز دی "بیگم تمہارے والدین آئے ہیں"۔ موش روتی ہوئی باہر آئی اور اپنی امی کے گلے لگ گئی۔ موش کے والد نے طلاق کے کاغذات برکت اللہ کے سامنے رکھ دیئے تاکہ وہ ان پر دستخط کر کے ان کی بیٹی کو آزاد کر دیں۔ برکت اللہ نے اپنی چھوٹی سی داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور یوں گویا ہوئے "صاحب میں آپ کی بیٹی کو طلاق نہیں دوں گا اور نہ ہی آپ موش کو یہاں سے لے جا سکتے ہیں کیونکہ وہ اب میری شرعی، قانونی بیوی ہے۔ رہا سوال آپ کے 10 ہزار روپے کا تو بجائے آپ کے دس ہزار روپے میں ایسے لاکھوں روپے موش پر قربان کرنے کو تیار ہوں"۔ یہ سننا تھا کہ موش اور اس کے والدین کے قدموں تلے زمین نکل گئی۔ موش کے والد نے اپنے حواس مجتمع کیے، پیر سے جوتا نکالا اور بھوکے بھیڑیے کی طرح برکت اللہ پر پل پڑے۔ اتنے جوتے مارے کہ اللہ کی پناہ بادل نخواستہ، اس نے تحریری بلکہ زبانی طلاق بھی دے کر اپنی جان چھڑائی اور یوں موش اپنے والدین کے گھر آکر عدت میں بیٹھ گئی۔ آج وہ اپنے شوہر اور بچے کے ساتھ نہایت خوش و خرم زندگی بسر کر رہی ہے۔

لیکن حلالہ کی یاد آج بھی اسے ملول، افسردہ اور رنجیدہ کر دیتی ہے۔ وہ آج بھی خود کو ایک گناہ کے بوجھ تلے محسوس کرتی ہے اور اسی احساس کو وہ بار بار ضمیر کی شکل میں اپنے سامنے پاتی ہے کہ یہ میں نے کیا کر دیا۔

***

اس سارے واقعے کے بعد ہم یہ عرض کرنے پر مجبور ہیں کہ آج ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر کو یہ علم ہی نہیں ہے کہ طلاق کس طرح دی جاتی ہے اور نہ ہی لوگوں کی اکثریت نے اسے جاننے کی کوشش کی ہے۔

صحیح مسلم شریف کے مطابق آنحضرت ﷺ کی پوری زندگی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پوری خلافت میں اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے ابتدائی تین برس میں (ایک ساتھ دی ہوئی) تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی رہی ہیں۔

صحابۂ کرام کا اجماع ایسی تین طلاقوں کے ایک ہونے پر ہوا ہے۔ تقریباً 25 برس کے عرصے میں ایک ہستی ایسی نہ تھی جو ایسی ایک ساتھ دی ہوئی تین طلاقوں کو تین شمار کرتی ہو۔

"مسند احمد" میں تحریر ہے کہ "حضرت رکانہؓ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دے دیں اور پھر پچھتانے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے اسے کیسے طلاقیں دیں؟ عرض کیا "حضور میں نے اسے تین طلاقیں دے دی ہیں"۔ آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا "ایک ہی مجلس میں؟" انہوں نے جواب دیا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جاؤ اس سے رجوع کر لو" چنانچہ حضرت رکانہؓ نے رجوع کر لیا۔

مولانا محمد صاحب مرحوم جونا گڑھی اپنی تالیف "نکاح محمدی" صفحہ 14 پر تحریر کرتے ہیں "اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "الطلاق مرتان" طلاق دو مرتبہ ہے یعنی دو بار کی طلاقیں دو بار ہیں نہ کہ ایک بار کی دو ہو جائیں یا تین ہو جائیں۔ علامہ عینی لکھتے ہیں "ایک بعد ایک طلاق ہے۔ اگر کوئی شخص ایک ہی بار طلاق طلاق کہتا چلا جائے اور سو مرتبہ کہہ دے تو سو والی طلاق ایک ہی ہے کیونکہ ایک بار کی ہے اب اسے حق رجوع ہے اگر اس نے رجوع کر لیا، پھر ایک مدت کے بعد کوئی وجہ ہوئی اور اس نے طلاق دی تو اب یہ طلاق دوسری مرتبہ کی ہے اور اپنے صحیح وقت میں ہے۔ پہلی طلاق کی عدت تک، پہلی طلاق کا وقت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے "اپنی بیویوں کو ان کی عدتوں میں طلاق دو"۔

مندرجہ بالا شرعی طریقہ ہے۔ تین طلاقوں کی ایک طلاق ہونے کی مصلحت کا ذکر کرتے ہوئے مولانا محمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "تم نہیں جانتے کہ عدت مقرر کرنے اور اس میں مرد کو حق رجوع دینے میں کیا کیا مصلحتیں ہیں؟ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں کوئی نیا کام کر دے"۔

یعنی مرد کے دل میں سے وہ بغض و عداوت جو طلاق کا باعث ہوا ہے، نکال دے اور اس کے دل میں پھر سے محبت و الفت ڈال دے اور یہ گھر اجڑنے سے اور بال بچے بچھڑنے سے بچ جائیں اور طلاق جیسی ناپسندیدہ چیز بیچ میں سے ہٹ جائے۔ لیکن اس مصلحت کو نہ پا کر نہ جان کر یہ کہہ دیا جائے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ کی دی ہوئی تین ہو گئیں۔ اب نہ حق رجوع رہا نہ حق تجدید نکاح جو پہلی اور دوسری طلاق کی عدت کے گذر جانے کے بعد بھی تھا۔ بس خدا کے عطا کئے ہوئے وہ مواقع کو پامال کر دیا۔ اور نہ جانے اس طرح کتنے بنتے بنتے گھر اجاڑ دیئے اور بے شمار بنتے خاندان جلا دیئے۔ کتنے ملتے دلوں کو جدا کر دیا۔

حدیثوں کے مجموعہ نسائی میں ہے جب حضور ﷺ کے وقت میں ایسا ہوا کہ کسی نے تین طلاقیں ایک ساتھ دے دیں تو آپ ﷺ سخت غضب ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور نہایت جلال سے فرمایا "کیا میری موجودگی میں اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جانے لگا؟" اس قدر جلال

حضور ﷺ پر طاری تھا کہ ایک صحابی مجمع میں سے تڑپ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا "یارسول اللہ اگر آپ ﷺ فرمائیں تو میں اس کی گردن ماردوں؟" آپ نے اس آدمی کو حکم دیا کہ "جا رجوع کرلے"۔

اس نے کہا کہ حضور ﷺ میں تو تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا "ہاں معلوم ہے کہ تو تین طلاقیں دے چکا ہے، جا رجوع کرلے"۔ آپ ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں

یاایھا النبی اذاطلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن
(سورہ الطلاق)

ترجمہ: اے نبی جب تم طلاق دو عورتوں کو تو ان کو طلاق دو ان کی عدت پر اور گنتے رہو عدت۔

اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ تین طلاقیں تین ہی وقت شمار ہوسکتی ہیں جب کہ وہ اپنے صحیح وقت میں باقاعدہ دی گئی ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ "موضح القرآن" میں سورہ الطلاق کی مندرجہ بالا آیت کی تشریح اس طرح کرتے ہیں "طلاق دو عدت پر۔ عدت تین حیض ہیں۔ حیض سے پہلے دو کہ سارا حیض گنتی میں آوے۔ اس پاکی میں نزدیکی نہ کی ہو اور جس جگہ وہ عورت رہتی تھی طلاق کے وقت اسی گھر میں عدت پوری کرے۔ نہ آپ نکلے نہ کوئی نکالے۔ یہ نکلنا بے حیائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نیا کام (یعنی موافقت کی راہ) نکالے۔ یہ اس واسطے فرمایا کہ شاید پھر دونوں میں صلح ہوجاوے"۔

حضرت مولانا محمد ادریس انصاریؒ اپنی کتاب "مسلمان خاوند مسلمان بیوی" میں رقمطراز ہیں "کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے۔ یعنی قرآن میں طلاق مرتان یعنی دو دفعہ طلاق آتا ہے اور تم تین طلاقیں دیتے ہو اور پہلے معلوم ہوچکا شرعی طلاق یہ ہے کہ مختلف اوقات میں تین طلاقیں دی جائیں ایک دم نہ دی جائیں۔ اسی وجہ سے ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اکٹھی تین طلاقیں دینی حرام اور بدعت ہے۔ متفرق طلاقیں مختلف اوقات میں دینے کا فائدہ یہ ہے کہ شاید طلاق دینے کے بعد خاوند کا دل بیوی کی طرف دوبارہ مائل ہوجائے اور پھر وہ رجوع کرسکے"۔

اب ہم ایک حدیث دیکھتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سخت غصے سے بے قابو ہوکر دی گئی طلاق واقع ہی نہیں ہوتی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کا فیصلہ نہایت سوچ سمجھ کر ہی کیا جاسکتا ہے یہ نہیں کہ ادھر طلاق کا خیال آیا اور طلاق دے دی۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی یہ حدیث بیان ہوئی ہے "ہر شخص کی طلاق نافذ ہوجاتی ہے بجز معتوہ (مدہوش) اور مغلوب العقل کے"۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "غلاق میں کوئی طلاق واقع ہوگی نہ عتاق میں"۔ ابوداؤد میں غلاق کے معنی ایسے غضب کے ہیں کہ آدمی کو احساس ہی نہ ہو کہ کیا کہہ رہا ہے۔

مولانا محمد صاحب، نکاح محمدی کے صفحہ 58 پر حرمت حلالہ کی حدیثوں کو زیربحث لاتے ہوئے لکھتے ہیں "حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے"۔ یہ حدیث مستدرک حاکم اور جامع ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذی اسے حسن صحیح بتاتے ہیں۔ مسند احمد اور سنن نسائی میں ہے "اس شخص پر جو حلالہ کرے اور اس پر جو حلالہ کیا جائے اور سود خور پر اور سود کھلانے والے پر، ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"۔

مسند احمد اور سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے

"سود کھلانے والا، اس پر گواہ رہنے والا، اس کا لکھنے والا، اور زکوٰۃ روکنے والا اور حلالہ کرنے والا، یہ سب اللہ کے رسول ﷺ کی زبانی ملعون ہیں بروز قیامت"

ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں "حلالہ کرنے اور کرانے والے ملعون ہیں"۔

جوزجانی کی کتاب "المتراجم" میں ہے حضور ﷺ سے حلالہ سے نکاح کرنے والے کی نسبت سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں نہیں نکاح صرف وہی ہے جو رغبت سے ہو۔ یہ مکاری اور حیلے کے نکاح اللہ کے احکام کے ساتھ مذاق ہیں اور دراصل نکاح نہیں ہیں۔ رغبت کے ساتھ نباہ کے لئے بسانے کی غرض سے نکاح ہو۔ پھر مواصلت ہو"۔

ابن ماجہ میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "کیا میں تمہیں ادھار میں لئے ہوئے سانڈ کو بتاؤں؟" صحابہ نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ ﷺ"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "یہ وہ شخص ہے جو کسی عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ وہ اس کے اگلے خاوند پر حلال ہوجائے، اس پر خدا کی پھٹکار ہے۔ اور اس پر بھی جس کے لئے حلالہ کرایا جائے"۔

مصنف ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کا فرمان نقل کیا ہے کہ

"حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے ان دونوں کو رجم کردوں گا مارے پتھروں کے سنگسار کردوں گا"۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ میں کسی عورت سے نکاح کروں اس لئے کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال ہوجائے، تو کیا یہ ٹھیک ہوگا؟ یہ بھی یاد رہے کہ نہ اس نے مجھے کہا ہے نہ اسے یہ علم ہے۔ آپؓ نے جواب دیا "یہ جائز نہیں ہے۔ جائز وہ ہے جو نکاح دل کی رغبت سے ہو۔ ہاں اس کے بعد اچھی طرح عورت کو بسانا اور اگر برائی اور بے دلی پیدا ہوجائے تو الگ کردینا۔ سنو، ہم اس طرح کے نکاح کو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں زنا گنتے تھے"۔

ایک اور واقعہ حضرت عثمان غنیؓ کے وقت کا ملاحظہ کیجئے۔ ایک شخص حضرت عثمانؓ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی "میرے پڑوسی نے غصے کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے، اب اسے پشیمانی ہے۔ میں اس کی پریشانی دور کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میں عورت سے نکاح کرلوں پھر اس سے مل کر اسے طلاق دے دوں تاکہ وہ اس کے لئے حلال ہوجائے۔ اب آپ فرمایئے کہ کیا فتویٰ ہے؟" آپ نے فرمایا "ہرگز ایسا نہ کرنا، نکاح وہ ہوتا ہے جس میں میاں بیوی بن کر رہنا مقصود ہو نہ یہ کہ طلاق دینے کے ارادے سے یا دوسرے کے لئے اسے حلال کرنے کے ارادے سے ہو"۔

حکیم ہاشمی اپنی تالیف تقویت نکاح و رد نکاح کے باب "طلاق پر ملوکیت کا اثر" میں تحریر کرتے ہیں "ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ زمانہ جاہلیت کی اس رسم کو اسلام نے ختم کردیا تھا لیکن بعد میں مسلمان بادشاہوں کو اس غیر اسلامی سہارے کی ضرورت پڑگئی تو انہوں نے ایسا ماحول پیدا کردیا کہ لوگ اسے طلاق کا واحد طریقہ سمجھنے لگے۔ وجہ یہ تھی کہ عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ میں جن لوگوں سے بیعت لی جاتی تھی وہ شریف اور سچے لوگ تھے۔ ایک دفعہ جس بات کا عہد کرلیتے تھے اس کے لئے تن من دھن قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ لیکن بعد میں جب ملوکیت نے خلافت کی جگہ لے لی تو لوگ بادشاہوں سے بیعت کرکے پھر جاتے تھے۔ بادشاہوں کو یہ مشورہ دیا گیا کہ بیعت کے الفاظ کچھ ایسے مقرر کرلئے جائیں کہ ان سے پھرنے والوں کی بیویوں کو طلاق ہوجائے، تو لوگ اس کے پابند ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے بیعت نامہ تیار کیا گیا کہ "اگر تم نے اس (بیعت) میں سے کسی چیز کو بدلا یا معاہدہ شکنی کی یا اس چیز کی مخالفت کی جس کا تمہیں امیر المومنین نے حکم دیا یا نافرمانی کی تو اس کی عورت کو تین طلاقیں قطعی طور پر پڑجائیں گی۔ اس میں کسی استثناء کی گنجائش نہیں"۔

اسی طرح بیعت کے دوسرے معاہدے کے الفاظ کچھ یوں تھے

"اگر میں نے تبدیلی کی تو اللہ اور اس کی ولایت سے،

اس کے دین سے اور محمد ﷺ سے بری ہو گیا اور قیامت کے دن اللہ سے کافر و مشرک ہو کر ملوں گا۔ اور آج جو عورت میرے پاس ہے یا تیس 30 سال میں جس سے نکاح کروں گا اسے تین طلاقیں ہو جائیں گی"۔ (تاریخ التشریع الاسلامی مترجم عبدالسلام ندوی بحوالہ اسلام کا ازدواجی نظام صفحہ 100)

بیعت کے ان معاہدوں پر عمل اس وقت ممکن تھا جب کہ ایک ہی مجلس میں تین اکٹھی دی جانے والی طلاقوں کو موثر سمجھا جاتا، ورنہ اس معاہدے کی کوئی وقعت ہی نہیں تھی۔ اس لئے ملوکیت نے اپنے مفاد کے لئے لوگوں میں یہ ماحول پیدا کر دیا۔ وہ ایک ہی مجلس میں تین اکٹھی دی جانے والی طلاقوں کو ہی طلاق کا واحد ذریعہ سمجھنے لگے۔ اس طریقے سے جن لوگوں سے بیعت لی جاتی تھی ان کے دلوں میں یہ ڈر پیدا ہو جاتا تھا کہ اگر انہوں نے اس عہد نامے کی خلاف ورزی کی تو ان کی بیوی کو خود بخود طلاق ہو جائے گی۔ چنانچہ آئمہ مجتہدین (اللہ سے ڈرنے والوں) کی اکثریت نے ملوکیت کی ان کوششوں کی سخت مخالفت کی اور اسے کسی صورت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا"۔

عمر احمد عثمانی صاحب رقمطراز ہیں کہ "یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اٹل ہے کہ اسلام نے طلاق کی اجازت شدید ضرورت میں دی ہے، جب کہ اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہ ہو۔ اسلام نے کسی درجہ میں بھی طلاق کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ چنانچہ حضور ﷺ کے ارشادات میں موجود ہے حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے"۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ بھی طلاق کی حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہتا بلکہ حتی الامکان جھگڑے ٹالنے کا ہی حکم دیتا ہے اور اختلاف کا اندیشہ ہو تو وہ اسلامی معاشرہ اور حکومت وقت کو اس کا پابند کرتا ہے کہ وہ ان اختلافات کو سلجھانے کی ہر ممکن کوششیں کرے۔ اسے اس مقصد کے لئے ایک ثالثی کونسل کی تشکیل کرنی چاہیے تاکہ وہ میاں بیوی کے جھگڑے کو سلجھا کر اختلافات کو دور کرے اور ان دونوں کے درمیان مصالحت کرا دے۔ سورہ النساء میں ہے۔

"اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ میاں بیوی میں تفرقہ پڑ جائے گا تو چاہئے کہ ایک ثالث شوہر کے کنبے سے مقرر کرو اور ایک بیوی کے کنبے سے مقرر کرو اور دونوں اصلاح حال کی کوششیں کریں۔ اگر دونوں ثالث چاہیں گے صلح صفائی کرا دیں گے تو اللہ ضرور میاں بیوی میں موافقت کرا دے گا۔ بلاشبہ اللہ سب کچھ جاننے والا اور ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے"۔

زمانہ جاہلیت میں طلاق دینے کا رواج یہ تھا کہ ایک مرد کھڑے کھڑے تین دفعہ لفظ طلاق کے الفاظ کہہ کر اپنی بیوی کو اپنے سے علیحدہ کر دیتا تھا۔ شریعت اسلامی نے اس طریقے کو ختم کر کے طلاق کے لئے ایک لائحہ عمل بتایا کہ میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کی صورت میں دونوں کے خاندانوں سے ایک ایک حاکم مقرر کیا جائے اور وہ ان میں صلح کرانے کی کوشش کرے۔ اگر ایسا نہ ہو سکے اور وہ علیحدگی پر ہی مصر ہوں، پھر تین طلاقیں وقفوں سے دی جائیں۔ لیکن زمانہ ملوکیت میں مسلمان بادشاہوں نے اپنے مفادات کے لئے زمانہ جاہلیت کی طلاق کو دوبارہ مروج کر دیا اور ایک آدمی کھڑے کھڑے تین دفعہ طلاق کہہ کر اپنی بیوی کو جدا کرنے لگا۔ طلاق دینے کے بعد اسے ہوش آتا تو اس کی بیوی اس سے جدا ہو چکی ہوتی۔ تو پھر دوبارہ اس سے تعلقات قائم کرنے کے لئے "حلالہ" کے طریقے پر عمل کرتا۔

قرآن میں تو اس صورت حالات کا ذکر ہے کہ اگر اس کی مطلقہ بیوی کہیں دوسری جگہ شادی کر لے اور ایک عرصہ گزرنے کے بعد اس کی وہ شادی بھی کامیاب نہ ہو اور طلاق ہو جائے، تو پھر وہ پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے، لیکن یہاں لوگوں نے اس کے لئے ایک شارٹ کٹ نکالا اور

وہ یہ کہ ایک دن کے لئے کسی دوسرے شخص سے شادی کرا کے، اس سے طلاق دلوا کر دوبارہ اپنی بیوی سے شادی کر لیتے۔ ہمارے معاشرے میں اس قسم کا رواج کافی مدت تک جاری رہا۔ اگرچہ جمہور فقہاء نے اسے واضح الفاظ میں حرام قرار دے دیا تھا۔ "ان کے نزدیک طلاق کی شرط پر کیا ہوا دوسرا نکاح باطل تھا"۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ، جلد چہارم 77)

دراصل یہ غیر شریفانہ طریقہ بھی زمانہ جاہلیت کا ایک رواج تھا جس کی رسول اللہ ﷺ نے کھلے لفظوں میں مذمت کی تھی۔

حلالہ کے بارے میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ "فی الواقع اس طرح کے نکاح اور زنا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حیرت ان علماء پر ہوتی ہے جو اس صریح حرام اور شنیع و شرمناک حیلے کا فتویٰ لوگوں کو دیتے ہیں"۔

عصر حاضر کے معروف مذہبی دانشور پروفیسر رفیع اللہ شہاب اس موضوع پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔ "حلالہ کا مسئلہ بھی ایک عجیب مسئلہ ہے۔ یہ ایک حرام کو حلال بنانے کے لئے دوسرا حرام اختیار کرتا ہے۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آتی تھی کہ لوگ جلدی میں اپنی بیویوں کو طلاق دیتے پھر پشیمان ہوتے اور بیویوں سے دوبارہ تعلق قائم رکھنے کے لئے حلالہ کا ناجائز طریقہ اختیار کرتے"۔

قرآن کریم کی رو سے ہر طرح کی مصالحتی کوششیں کر لینے کے بعد جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ میاں بیوی میں نباہ کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی تو شوہر طلاق دے کر معاہدہ نکاح ختم کرنے کا اعلان کر سکتا ہے۔ پہلی مرتبہ اس اعلان کے بعد شوہر کو پھر بھی یہ اختیار باقی رہتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو عدت کے دوران طلاق سے رجوع کر لے۔ قریب 3 ماہ کا عرصہ کچھ کم نہیں ہوتا۔ شوہر اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر سکتا ہے بیوی بھی شوہر کو منانے کی کوششیں کر سکتی ہے۔ اگر اس عرصہ (عدت) میں شوہر نے طلاق سے رجوع کر لیا ہے تو بہتر ہے، ورنہ عدت گزر جانے کے بعد رشتہ نکاح بالکل ختم ہو گیا، تاہم اب بھی بیوی کو اس کی اجازت ہے کہ وہ اگر چاہے تو تجدید معاہدہ کے ساتھ (بغیر حلالہ و داغ دار ہوئے) از سر نو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ اگر شوہر نے عدت کے دوران رجوع کر لیا تھا یا عدت گزر جانے کے بعد تجدید نکاح کر لی تھی، لیکن مزید تجربے کے بعد وہ پھر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دونوں کا نباہ ممکن نہیں اور شوہر دوسری مرتبہ پھر طلاق دے دیتا ہے تو اس دوسری مرتبہ کی طلاق کے بعد بھی اس کی گنجائش باقی رہتی ہے کہ دونوں اب بھی اپنی اصلاح کر لیں۔ لہٰذا اگر صورت حال سدھر جانے کی توقع ہو تو شوہر کو اس مرتبہ بھی یہ حق باقی رہتا ہے کہ وہ عدت کے زمانے میں رجوع کر لے۔ اگر عدت گزر چکی ہے تو میاں بیوی پھر باہمی رضامندی سے تجدیدی معاہدے کے ذریعہ از سر نو نکاح کر سکتے ہیں۔ اگر اس مرتبہ بھی تجربہ سے یہی بات ثابت ہوا کہ وہ دونوں واقعی نباہ نہیں کر سکتے اور شوہر تیسری مرتبہ پھر طلاق دے دیتا ہے تو اب یہ عورت اس کے لئے قطعاً حرام ہو گئی۔ اب وہ نہ عدت کے دوران اس سے رجوع کر سکتا ہے اور نہ عدت کے بعد تجدید نکاح کر سکتا ہے۔ اب یہ عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرے اور نیا گھر بسائے۔ اگر اس کا گذارہ وہاں بھی نہ ہو سکے اور دوسرا شوہر بھی اسے طلاق دے دے یا وفات پا جائے تو اب یہ عورت اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس قدر دھکے کھا لینے کے بعد اب یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ شاید اسے عقل آگئی ہو اور اب وہ اپنے پہلے شوہر کے ساتھ واقعی نباہ کر سکتی ہو۔ اس کے ساتھ ہی یقین ہے کہ شوہر کو بھی اپنی حماقتوں کا احساس ہو گیا ہو اور وہ بھی اس کے ساتھ نباہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہو گا۔ اب قوی امید ہے کہ حلالہ کے حوالے سے واضح شکل سامنے آگئی ہو گی۔ قرآن و حدیث کے احکامات میں بھی اسے برا جانا گیا ہے اور ملکی قانون کے تحت بھی اس کا کوئی جواز موجود نہیں ہے۔

شخصیت کو پُرکشش بنانے میں

سر کے بالوں کا اہم کردار ہے
اگر سر کے بالوں کی چمک دمک ماند پڑنے لگے
بال کمزور ہو کر تیزی سے گرنے لگیں،
سر میں خشکی ڈیرا جمالے تو

آپ کی شخصی کشش متاثر ہوسکتی ہے

بالوں کی دیکھ بھال، انہیں مضبوط، لمبا، گھنا کرنے اور ریشم کی طرح نرم و ملائم بنانے میں قدرتی جڑی بوٹیوں خاص طور پر آملہ، ہڑ اور سکاکائی کے ساتھ سورج کی شعاعوں سے حاصل کردہ نیلی روشنی بھی بہت مفید ہے۔ سن ریز ہربل شیمپو میں صدیوں سے مستعمل قدرتی جڑی بوٹیوں آملہ، ہڑ، سکاکائی کو خصوصی طریقہ سے شیمپو میں شامل کرنے کے ساتھ ساتھ بلیو سن ریز بھی شامل کی گئی ہیں۔ قدرتی جڑی بوٹیوں اور بلیو سن ریز نے سن ریز ہربل شیمپو کو بالوں کے لئے ایک زیادہ مفید اور زیادہ مؤثر شیمپو بنادیا ہے۔

عظیمی کا
سن ریز ہربل شیمپو

AZEEMI'S
SUNRAYS
HERBAL SHAMPOO

عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں مفید

سر میں خشکی ختم کرکے بالوں کو تقویت دیتا ہے۔ اس شیمپو کے مسلسل استعمال سے بال گرنا رُک جاتے ہیں اور تیزی سے بڑھنے لگتے ہیں۔ ان میں چمک پیدا ہو جاتی ہے اور بال ریشم کی طرح نرم و ملائم ہو جاتے ہیں۔

کراچی حیدرآباد میں اپنے قریبی میڈیکل و جنرل اسٹور سے طلب فرمائیں۔

ہول سیل اسٹاکسٹ		
اتحاد انٹر پرائزز۔ ڈینسو ہال	صدر میڈیکل اسٹور۔ صدر	طلحہ ٹریڈرز۔ واٹر پمپ فیڈرل بی ایریا
دار الشفاء ٹریڈرز۔ ڈینسو ہال	اے ایم سنز۔ لیاقت مارکیٹ، ملیر	خالد یونانی اسٹور۔ میٹرو ول سائٹ
ربانی یونانی اسٹور۔ تیمیز روڈ	مسلم اسٹور۔ لیاقت مارکیٹ، ملیر	ماریہ دواخانہ۔ حیدرآباد
خواجہ اسٹور۔ صدر	قادری جڑی بوٹی اسٹور۔ لانڈھی	عظیمیہ دواخانہ۔ مریڑ حسن راولپنڈی
	عرفان قادری اسٹور۔ لانڈھی	میاں ٹریڈرز۔ مین بازار مزنگ لاہور

(گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک منگوانے کیلئے
صفحہ 54 پر تفصیلات ملاحظہ کیجئے)

عظیمی ہربل ناظم آباد۔ کراچی

شہر کے ایک پوش علاقے میں ایک رئیس نے زمین خریدی۔ اللہ تعالیٰ نے پیسہ اور وسائل سے خوب خوب نوازا تھا اس لئے بنگلہ بھی صحت و صفائی اور تزئین و آرائش کے اصولوں کو مدِّنظر رکھ کر بنوایا۔ ایک ہزار گز پر مشتمل یہ پلاٹ چوکور تھا لیکن اس کا تعمیراتی حصہ دائرے کی صورت میں تھا۔ یہ اس کی خاص انفرادیت تھی چند سال پیشتر کسی وجہ سے اس بنگلہ کو فروخت کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس کا مناسب گاہک نہ ملتا تھا چنانچہ مالک نے اس بنگلے کے درمیان سے دو حصے کر کے فروخت کردیا۔ بنگلہ درمیان سے اس طرح الگ الگ ہوا کہ دائروی تعمیر مثلث ہو گئی۔ ہمارے ایک عزیز نے ایک حصہ خرید لیا۔ یہ لوگ یہاں رہائش سے پہلے خوش و خرم زندگی بسر کر رہے تھے لیکن یہاں آتے ہی ساس بہو کے جھگڑوں نے سر اٹھالیا اور اہل خاندان ایک دوسرے سے برگشتہ رہنے لگے۔ بیماریوں پڑتا ہے۔ ایک ہی گھر کسی کو راس آتا ہے اور کسی کو نہیں۔

اس روایت پر کوئی بھی تبصرہ کرنے سے پہلے جب ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ دکھائی دیتا ہے کہ زندگی گزارنے میں اگر فطرت کے اصولوں کی خلاف ورزی

فینگ شوئی تکنیک کے ذریعے آپ کا سوئیٹ ہوم آپ کے لئے دولت، صحت، محبت اور خوش حالی کی نوید بن سکتا ہے۔

نے شدید گھیر اتنگ کردیا۔ کبھی ایک بیمار تو کبھی دوسرا۔ دراصل دائرے کی تقسیم کی وجہ سے وہ بنگلہ دو تکونی حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

اسی نوعیت کے دوسرے کئی واقعات دیکھنے کے بعد ذہن میں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ کیا رہائش یا مکان سے ہماری صحت یا ہمارے رویے پر اثر پڑتا ہے؟ کیا اس کا ہمارے اندازِ زندگی اور سکون و آشتی سے کوئی تعلق ہے؟ کیا ہماری مفلسی یا امارت کا تعلق ہمارے مکان سے ہو سکتا ہے؟ جب ہم اپنی روایات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارے بعض بزرگ یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ گھر اور رہائش کا ہماری زندگی پر اثر

ایم ایچ خان

کی جائے تو اس کے منفی جسمانی یا ذہنی اثرات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ شہری اور دیہاتی زندگی میں سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ شہروں کے گھر اور اندازِ زندگی ہی بیشتر بیماریوں کا سبب بن جاتا ہے جب کہ دیہاتوں کے باسی زیادہ صحت مند اور ذہنی طور پر زیادہ پُرسکون نظر آتے ہیں۔

گھر کے ماحول کا ہماری صحت، سوچ اور اطوار پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔ تاہم شہروں میں رہتے ہوئے بھی ہم فطرت سے قطعی دور نہیں ہوئے ہیں۔ حیران ہر گز مت ہوں۔ ہم آپ کو ایک ایسی تکنیک سے متعارف کرانے

جارہے ہیں جس کے مطابق اپنے گھر کی تزئین و آرائش میں معمولی تبدیلی سے فطرت کے اصول آپ کے گھر میں رُوبہ عمل ہو جائیں گے۔ جس کے ذریعے جہاں آپ پر دولت کی کاشی مہربان ہو سکتی ہے اور آپ کے سامنے وسائل کے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں وہیں آپ اور آپ کے اہل و عیال صحت کی دولت سے بھی بہرہ مند ہو سکتے ہیں، گھر والوں کے درمیان زیادہ ذہنی ہم آہنگی بھی پیدا ہو سکتی ہے، غصہ اور دیگر ذہنی مسائل کے اثرات سے آپ کسی حد تک محفوظ رہ سکتے ہیں، ذہنی یکسوئی میں اضافہ ہو سکتا ہے رزق میں آسانی اور آمدنی میں نمایاں اضافہ ہو سکتا ہے یا دفتر میں پروموشن ہو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

انہی صفحات میں آپ اس تکنیک کے بارے میں پہلے بھی پڑھ چکے ہیں اور یہ مضمون بھی دراصل اسی کا تسلسل ہے۔ یہ تکنیک مغرب میں بہت تیزی سے فروغ پارہی ہے جو دراصل چینی تہذیب کا تحفہ ہے۔ چین کے لوگ عام طور پر اس بارے میں بہت محتاط ہوتے ہیں کہ مکان کہاں ہو، کس سمت میں ہو، اس مکان کی تزئین و آرائش کس طرح کی جائے، فرنیچر کیسے ترتیب دیں اور گھر کے ہر حصے کا استعمال کس طرح کریں۔ ہر چیز کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ فطرت کے عین مطابق ہو۔ ان تمام چیزوں کے لئے جس انداز ہائے زندگی کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اسے "فینگ شوئی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ فینگ شوئی کے مطابق آراستہ کئے گئے گھر فطری طریقہ زندگی کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ایسے گھروں میں رہائش پذیر لوگ خوشحال اور معاش کی تنگی سے محفوظ رہتے ہیں وہاں والدین اور بچوں کے تعلقات بہتر رہتے ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان رومانوی اور ہم آہنگی کے جذبات بڑھ جاتے ہیں۔ گھر ذہنی سکون کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ آمدنی میں اضافہ ہو جاتا ہے بچے تعلیم میں دلچسپی لیتے ہیں۔ معاشی منصوبہ بندی کی صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ عبادات میں ذہنی یکسوئی بڑھ جاتی ہے اور تمام افرادِ خانہ صحت مند اور سکون اور ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

موجودہ دور کا انسان فطرت سے دور ہوتا جارہا ہے اور فینگ شوئی طریقہ کار اسے ایک حد تک فطرت سے قریب کر دیتا ہے۔

فینگ شوئی چینی زبان کا لفظ ہے جس میں فینگ سے مراد ہوا (باد) ہے جب کہ شوئی کا مطلب پانی ہے۔ ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ زندگی پانی کے ساتھ وابستہ ہے چاہے وہ پودے ہوں، حیوانات ہوں یا انسان۔ اسی طرح ہوا بھی جو چراغِ حیات کو روشن رکھنے کے لئے بے حد ضروری ہے۔ پانی اور ہوا ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں مثلاً سمندروں سے بخارات کی شکل میں پانی ہوا کے دوش پر بادل بن کر دور دراز علاقوں میں جاتا ہے اور بارش کی صورت میں پیاسی زمین کو سیراب کرتا ہے۔ آپ نے موسم کی خبروں میں ایک خاص خبر اکثر سنی ہوگی کہ آج فلاں جگہ نمی کا تناسب اتنے فیصد تھا یعنی ہوا کبھی بھی پانی سے خالی نہیں ہوتی۔ چینی تعلیمات کے مطابق ہوا اور پانی دونوں ہماری نشوونما میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہوا اور پانی دراصل علامت ہیں دو قوتوں کی۔ ان دونوں قوتوں کا مجموعہ ایک غیر مرئی توانائی ہے جسے Chi کہا جاتا ہے۔ یہ توانائی ہر سطح پر کام کرتی ہے مثلاً انسانی سطح پر یہ توانائی جسم کے ایکوپنکچر پوائنٹس میں دَور کرتی ہے۔ زرعی سطح پر شاخوں اور پتوں کے نشوز میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ موسمیاتی سطح پر یہ توانائی پانی کو (بخارات کی شکل میں) ہوا کے دوش پر اُٹھائے پھرتی ہے۔ غرض یہ قوت کائنات کے تمام مظاہر میں دور کر رہی ہے اور اسی توانائی کا حصول فینگ شوئی کا بنیادی اصول ہے۔ یہ توانائی جس گھر میں متوازن اور آزادانہ انداز میں حرکت کرتی ہے وہاں لوگ جسمانی اور ذہنی طور پر صحت مند رہتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ دریا کی روانی متوازن ہو تو اس سے فصلوں میں ہریالی آتی ہے لیکن اگر اس کا بہاؤ بے ترتیب ہو جائے تو سیلاب آجاتا ہے اور فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ چینی

تعلیمات کے مطابق چی کی توانائی ہمارے لئے نہایت سود مند ہے لیکن توانائی کی ایک قسم جسے Sha کہا گیا ہے نقصان دہ ہے۔ یہ تخریبی قوت غیر فطری زندگی سے وجود میں آتی ہے۔ اس کو مخفی تیر Secret Arrows بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قوت اونچی عمارتوں، ٹاور، بجلی کے کھمبوں، انٹینا، ریڈار، فلائی اوور، مینار، شہتیر، ٹیلی فون کے کھمبوں، موبائل فون کی لہروں سے متحرک ہوتی ہے۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ہم دو وجوہ کی بنا پر فطرت سے دور رہتے ہیں۔ اول چی نامی توانائی کو صحیح طور پر حاصل نہ کر پانے کی وجہ سے اور دوسرے تخریبی قوت کی وجہ سے۔ یہ تخریبی قوت ایسے مکانات اور دوسری چیزوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے جو V یا Y جیسی شکلوں کے مثلث کے درمیان واقع ہوں۔ فینگ شوئی کے اصول کے مطابق کسی ایسی شاہراہ یا گلی میں مکان یا دکان لینے سے پرہیز کیا جائے جو بیان کردہ شکلوں کے قلب میں آتے ہوں۔ تاہم اگر مکان کسی چوراہے پر اس طرح ہے کہ عین سامنے اس کی طرف روڈ یا گلی نہ آتی ہو وہاں چی کی توانائی کام کرتی ہے اور وہ سود مند ثابت ہوگا۔ اسی طرح کارنر کا مکان جس کے عین سامنے کوئی سڑک یا گلی نہ آتی ہو وہ بھی بہتر رہے گا۔ یہ اصول تو رہا مکان خریدنے سے قبل کا بیرونی اصول۔

مغرب میں فینگ شوئی کا رجحان روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔ اکثر نئی عمارات کی تعمیر سے قبل فینگ شوئی ماسٹر کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ اس تصویر میں ماسٹر فینگ شوئی کمپاس کی مدد سے سمتوں کا تعین کر رہے ہیں تاکہ عمارت کی تعمیر سے "چی" توانائی کا زیادہ سے زیادہ حصول ممکن ہو سکے۔

فینگ شوئی کے اصول گھر کی اندرونی تزئین و آرائش میں ملحوظِ خاطر رکھے جائیں تو اس کے نہایت مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کمروں کی تزئین و آرائش کے لئے مناسب طریقوں پر ہم آگے چل کر بات کریں گے ابھی فینگ شوئی کی چند دیگر ضروری چیزیں دیکھتے ہیں جن کو سمجھنے اور ذہن نشین رکھنے کے بعد اس توانائی کے حصول کو زیادہ آسان بنا سکیں گے۔

پا کو آ چارٹ

"پا" سے مراد آٹھ اور "کو آ" کا مطلب نمونہ ہے یعنی پا کو آ آٹھ نمونوں کا مجموعہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فوہشی نامی سادھو نے یہ پا کو آ نامی چارٹ چار ہزار سال قبل وضع کیا۔ فوہشی نے جو چارٹ بنایا اس میں مزید اصلاحات 1150 قبل مسیح میں بادشاہ وین کے دور میں کی گئیں۔

چینی تعلیمات کی رو سے فطری توانائی یعنی چی آٹھ مختلف سمتوں سے آتی ہے اور ہر سمت سے اس کے کئی الگ الگ فوائد منسوب ہیں مثلاً جنوب سے آنے والی توانائی شہرت و کامیابی کا ذریعہ ہے تو جنوب مشرق برکت اور مال و دولت کی فراوانی سے وابستہ ہے۔ جنوب مغربی توانائی شادی اور ازدواجی خوشی سے منسلک ہے تو مغرب بچوں کے لئے فائدہ مند بتایا جاتا ہے۔ شمال مغرب بزرگوں، دوستوں اور

مددگار لوگوں کے لئے مناسب ہے تو شمال اچھے کیریئر کا نشان ہے۔ شمال مشرق سے آنے والی توانائی تعلیم اور تعلیمی صلاحیتوں کا مجموعہ ہے تو مشرق کا تعلق خاندان سے اچھے تعلقات اور صحت کی توانائی کا مظہر ہے۔ ان آٹھ توانائی کی لہروں تک رسائی کے لئے جو چارٹ مستعمل ہے اسے "پاکوآ" کہا جاتا ہے۔ اس آٹھ تکونی چارٹ کے ذریعے آپ اپنے مکان یا فلیٹ میں صحیح سمتوں کا تعین کرکے اسے اس کی معنوی حیثیت کے مطابق استعمال کرسکتے ہیں۔

پاکوآ ایک کنجی ہے جس کے ذریعے آپ اپنے گھر کی توانائی کو تحریک دینے والے حصوں کو تلاش کرسکتے ہیں۔

فینگ شوئی کے اصولوں کو آزمانے کے لئے ایک آسان طریقہ بتایا جارہا ہے۔ کسی بھی کمرہ کا شمال مشرقی حصہ تعلیم سے متعلق ہے اس حصہ میں بیٹھ کر مطالعہ کرنے اور امتحان کی تیاری کرنے سے ذہنی صلاحیتیں خوب کام کرتی ہیں۔ گھر کا جنوب مغربی کارنر ازدواجی تعلقات اور خوشی سے متعلق ہے اگر اس حصہ میں ٹوائلٹ بنادیا جائے تو آدمی اپنے اوپر دباؤ محسوس کرتا ہے۔

اگر آپ اپنے گھر اور کمروں کو پسندیدہ شکل میں نہیں لاسکتے کہ آپ کا بجٹ اس کی اجازت نہیں دیتا تو گھر کی ڈیزائننگ میں مناسب تبدیلی سے آپ اپنے کسی بھی نوعیت کے مکان میں فینگ شوئی اصولوں سے فیضیاب ہوسکتے ہیں۔

فینگ شوئی سے زیادہ بہتر فوائد حاصل کرنے کے لئے ماہرین نے انفرادی پاکوآ نمبر معلوم کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ اسے کی نمبر بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی نمبر کے مطابق سمتوں میں تھوڑا فرق ہوسکتا ہے لیکن یہ سمتیں آپ کے انفرادی فائدے کا سبب بنتی ہیں۔ انفرادی پاکوآ نمبر معلوم کرنے کا طریقہ اپریل 2000ء کے شمارے میں دیا گیا تھا۔ اب یہ طریقہ نئے قارئین کے استفادے اور پرانے قارئین کے اعادے کے لئے دوبارہ دیا جارہا ہے۔ اس کے بعد فینگ شوئی طریقہ کے مطابق گھر کی تزئین و آرائش کے لئے آسان ٹپس بتائی جائیں گی۔

پاکوآ نمبر معلوم کیجئے

(i) فرض کیجئے رضیہ نامی خاتون کی سنِ پیدائش 1961ء ہے۔ صدی کے دو ہندسے نکال کر آپ کے پاس 61 بچے۔ ان نمبروں کو آپس میں جمع کردیں یعنی 6+1=7

(ii) حاصل جواب نو سے زائد آئے تو دونوں ہندسے آپس میں جمع کردیں مثلاً کسی کا حاصل 11 آتا ہے تو جواب ہوگا 1+1=2 خواتین اپنے حاصل نمبر میں پانچ جمع کرلیں۔ اگر حاصل دوبارہ نو سے زائد آئے تو اس کو پھر آپس میں جمع کردیں۔ رضیہ کا حاصل 7 آیا تھا۔ اس میں 5 جمع کریں تو 7+5=12 چونکہ بارہ نو سے زیادہ ہے اس لئے دونوں ہندسوں کو آپس میں جمع کرلیا جائے تو کی نمبر یا پاکوآ نمبر معلوم ہوجائے گا۔ مثلاً 1+2=3 چنانچہ رضیہ کا پاکوآ نمبر 3 ہے۔

(iii) مرد حضرات کا کی نمبر نکالنے کا طریقہ تھوڑا سا مختلف ہے۔ فرض کریں علی نامی شخص 1961ء میں پیدا ہوا تو پہلا مرحلہ رضیہ کے مطابق ہی ہوگا یعنی 6+1=7 اگر حاصل نو سے زائد آئے تو دونوں کو آپس میں جمع کردیں۔

(IV) اب علی کے حاصل نمبر کو 10 میں سے تفریق کردیں تو اس کا کی نمبر معلوم ہوجائے گا یعنی 10-7=3 اس طرح علی کا پاکوآ نمبر بھی 3 ہے۔

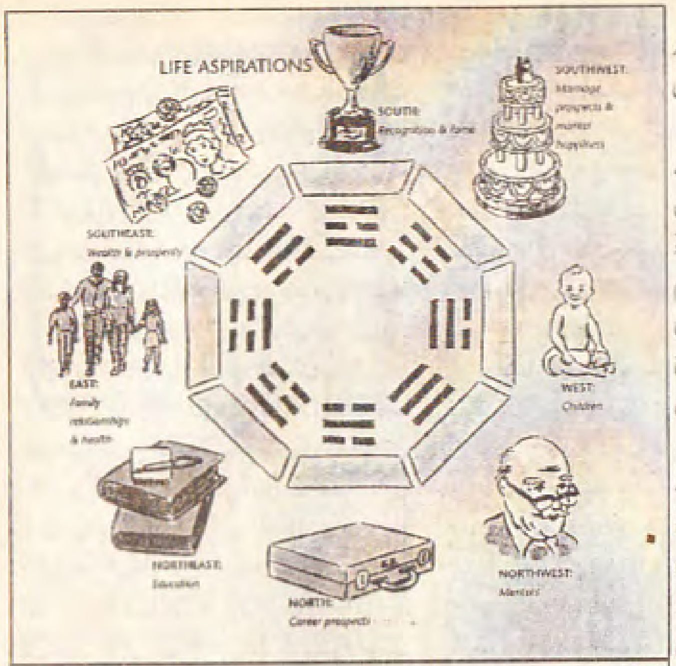

پاکوآ چارٹ ہر سمت کی خاص تاثیر کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس چارٹ سے آپ بھی اپنے گھر، دفتر یا کمرے کی موزوں سمتوں کی مناسبت سے ڈیزائننگ کرسکتے ہیں۔

مرد اور عورت کے کی نمبر میں دوسرے مرحلے میں تھوڑا سا فرق ہے کہ خواتین کی سن پیدائش کو جمع کرکے حاصل میں مزید 5 جمع کردیئے جاتے ہیں جب کہ مرد کے حاصل کو دس میں سے تفریق کردیا جاتا ہے۔

پاکوآ نمبر 1، 3، 4 اور 9 کے لئے نقصان دہ سمتیں جنوب مغرب، مغرب، شمال مغرب اور شمال مشرق ہیں جبکہ باقی چاروں سمتیں موزوں ہیں۔ پاکوآ نمبر 2، 5، 6، 7، 8 کی موزوں سمتیں جنوب مغرب، مغرب، مغرب، شمال اور شمال مشرق ہیں جبکہ باقی چاروں سمتیں نقصان دہ ہیں۔ یعنی اول الذکر نمبروں کے لئے موزوں سمتیں موخرالذکر نمبروں کے لئے نقصان دہ ہیں جبکہ اول الذکر کی نقصان دہ سمتیں موخرالذکر کے لئے فائدہ مند اور موزوں ہیں۔

فینگ شوئی اور آپ کا گھر

فینگ شوئی کے فطری اصولوں پر مبنی گھر میں تزئین و آرائش کے لئے پاکوآ چارٹ مددگار ثابت ہوتا ہے۔ جنرل پاکوآ چارٹ بھی اس سلسلہ میں معاون ہوسکتا ہے جب کہ زیادہ بہتر نتائج کے لئے انفرادی پاکوآ چارٹ استعمال کرسکتے ہیں۔ یہاں ہم جنرل پاکوآ چارٹ کے تناظر میں گھر کی ڈیزائننگ پر بات کریں گے۔

اپنے گھر کا نقشہ بنائیں۔ اس کے اوپر پاکوآ چارٹ رکھ کر پہلے سمتوں کا تعین کریں۔ شہرت و کامیابی کا سیکٹر جنوب ہے۔ پاکوآ چارٹ کا جنوبی حصہ نقشہ پر گھر کے جنوبی حصے پر رکھیں اس طرح باقی سمتیں بھی درست ہوجائیں گی۔

آپ کا لیونگ روم :- آپ کا لیونگ روم گھر کا ایک سوشل مرکز ہے جہاں فارغ اوقات میں افرادِ خانہ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ یہ کمرہ گھر کے مشرقی حصہ میں ہونا چاہئے کیونکہ یہ حصہ گھر والوں کی ذہنی ہم آہنگی اور بہتر تعلقات

پر مبنی ہے۔ یہاں ایسی توانائی کا بہاؤ زیادہ ہوتا ہے جس سے آپس میں ذہنی تعلق میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسرے کمروں کی طرح لیونگ روم کی چار دیواری ہوتی ہے۔ فینگ شوئی اصول کے تحت اس کمرے میں فرنیچر کی ڈیزائننگ آٹھ تکونی (پاکوآ شکل) میں کرنی چاہئے۔ فرنیچر کے انتخاب میں یہ خیال رہے کہ فرنیچر کے ابھار تیز اور نوکیلے نہ ہوں۔ فینگ شوئی میں چیزوں کی گولائی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے کیونکہ چی کی توانائی مرغولہ دار یعنی دائروں میں دور کرتی ہے۔

فرنیچر میں کرسیوں اور صوفوں کی سیٹنگ میں یہ خیال رہے کہ ان کی شکل انگریزی حرف L,V یا Y کی طرح نہ ہو۔ فینگ شوئی اس اصول پر قائم ہے کہ گھر میں چی کے بہاؤ میں رکاوٹ یا تعطل پیدا نہ ہو۔ توانائی آسانی سے اندر آکر واپس جاسکے چنانچہ فرنیچر کی ترتیب دائروی، چوکور یا آٹھ شکلی (پاکوآ شکل) کی کریں۔ کرسیوں اور صوفے کی پشت دروازے کی طرف نہ ہو۔ کھڑکیاں اور دروازہ موافق سمت میں ہوں۔ موافق سمت معلوم کرنے کے لئے پاکوآ چارٹ آپ کے پاس موجود ہے۔ ایک ضروری بات یہ بھی ہے کہ کمروں میں گرد مٹی نہ ہو اس سے بھی توانائی کے بہاؤ میں فرق پڑتا ہے اس کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک مشاق رقاص تو موجود ہے مگر اس کے پاؤں باندھ دیئے جائیں ایسی صورت میں وہ اپنی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کرپاتا۔ آپ کے لیونگ روم کا اگلا حصہ جنوب میں کھلنا چاہیے یا پھر آپ کی موافق سمت میں جو آپ انفرادی پاکوآ سے معلوم کرچکے ہیں۔

چینی تعلیمات کے مطابق لیونگ روم میں آگ کا بھی کسی نہ کسی طور انتظام ہونا چاہیے۔ یہ کمی ٹیلی وژن رکھ کر پوری کی جاسکتی ہے۔ اس کی لہریں اس کمی کو پورا کردیں گی۔ اس کمرے کے کونوں میں لیمپ، پودے وغیرہ رکھنے سے گریز کریں۔ ممکن ہو تو یہ کونے خالی رکھیں۔

آپ کی خواب گاہ :۔ گھر میں بیڈ روم کی جگہ خاص اہمیت رکھتی ہے اور یہ بھی کہ آپ کا بیڈ کس جگہ ہے۔ بہت سے لوگ موافق سمت میں سونے کے دوران طاقتور احساسات پاتے ہیں جب کہ دوسری صورت میں نیند تو بہر حال آتی ہے لیکن وہ پر سکون نہیں ہوتی۔ زمین کی مقناطیسی فیلڈ فطری نیند میں بڑی معاون ہوتی ہے جو فینگ شوئی کے مطابق سونے سے مل جاتی ہے۔ سوتے وقت اپنا سر کیریئر کے لئے موافق سمت کی جانب رکھیں جو شمالی سمت ہے اور پیر جنوب کی طرف۔ نیز بیڈ کا سرہانا دیوار کی طرف ہو اس سے تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔

فینگ شوئی اصولوں کے مطابق یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ آپ کا سر بیڈ روم کے دروازہ کی طرف نہ ہو اس سے شعوری اور لاشعوری طور پر آپ کے اندر بے چینی پیدا ہوگی۔ دوسری بات یہ کہ آپ کے چہرے کے بالکل سامنے باتھ روم کا دروازہ نہ ہو۔ آئینہ ایسی جگہ نصب ہو جہاں آپ کو اس میں اپنا بیڈ یا اپنا عکس نظر نہ آسکے بیڈ روم کا صرف ایک دروازہ ہونا چاہیے۔ بیڈ روم کا دروازہ سیڑھیوں یا کچن میں نہ کھلتا ہو۔ خواب گاہ کبھی بھی گیراج یا اسٹور روم کے اوپر مت بنوایئے کیونکہ اس حصہ میں تخریبی قوت Sha دیکیوم ہو جاتی ہے جو آپ کے لئے نہایت نقصان دہ ثابت ہوگی۔ یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ آپ کسی شہتیر یا بیم کے عین نیچے نہ سوئیں خصوصاً آپ کا بیڈ شہتیر، بیم یا گارڈر کے عین نیچے نہ ہو۔ اس مسئلہ کا آسان حل یہ ہے کہ اندرونی چھت (سیلنگ روف) بنوالیجئے جو بازار میں ہلکے پیکنگ کے بلاک کی شکل میں مل جاتی ہے۔ اس طرح اس سے کمرے کا جمالیاتی حسن بھی نکھرے گا۔ سرہانے پر خوبصورت رنگ کی پینٹنگ لگایئے اس سے لطیف تحریکات بڑھ جائیں گی۔

خواب گاہ میں دیگر کمروں کی طرح گرد و غبار ماحول نہیں ہونی چاہیے یہ چی کی توانائی کو ضائع کردیتی ہے۔ بیڈ زمین سے دو تا ڈھائی فٹ اونچا ہو تو نیند زیادہ پرسکون اور آرام دہ آتی ہے۔

ڈائننگ روم :۔ تمام کرسیوں کی پشت دیوار کی جانب

رکھئے نہ کہ دروازہ کی طرف۔ ڈائننگ ٹیبل اور کرسیوں کے اوپر سے کوئی شہتیر گزر رہا ہو تو اس کے نیچے اندرونی چھت لگوالیجئے۔ اس کمرہ میں زیادہ چیزیں رکھنا مناسب نہیں ہوگا نیز گرد مٹی سے بچائے رکھنا آپ کے ڈائننگ روم کو صحت و خوشی کا مظہر بنادے گا۔

کچن :۔ دنیا کے بہت سے ممالک میں دیگر کمروں کے مقابلہ میں کچن بھی گھر کا ایک سوشل مرکز ہوتا ہے۔ فینگ شوئی میں بھی اسے خاص اہمیت دی گئی ہے۔ کچن کوئی تفریح کا مرکز نہیں ہے اسے ایسا ہونا چاہیے کہ آپ خوش کن جذبات کے ساتھ کام کرسکیں۔

بلینڈر، مکسر اور فوڈ پروسیسر کو الماری ہی میں رکھیں تاوقتیکہ ان کی شدید ضرورت ہو کیونکہ یہ مشینی آلات ہیں اور ان سے تخریبی لہروں کا اخراج ہوتا ہے۔ کچن کے دروازہ پر جالی کی شیلڈ لگایئے۔ چولہا ایسی جگہ ہو کہ کھانا پکانے والے کی پشت دروازہ کی طرف نہ ہو۔ کچن میں آگ اور پانی براہ راست ایک دوسرے کے سامنے نہ ہوں مثلاً چولہا، اوون یا اسٹوو کے عین سامنے فرج، سنک یا پانی کی ٹنکی و مٹکا نہ ہو۔ کچن میں سامان کی ترتیب اس طرح کیجئے کہ یہ ایک دوسرے کے عین سامنے نہ آئیں۔ اس کے لئے یہ کیجئے کہ اسٹوو وغیرہ کا رخ سنک یا ٹنکی کی طرف ہو تو پانی کی چیزوں کی پشت اس طرف کردیجئے۔ کچن کے قریب سبزہ لکڑی کی علامت ہے جو آگ اور پانی کے عناصر کے منفی اثر کو کم کرتا ہے۔ اس لئے کچن کے قریب کوئی گملا رکھنا بہتر ثابت ہوگا۔ آگ کی چیزیں مثلاً اسٹوو، چولہا یا اوون جنوب میں رکھیں۔ اگر آپ کھانا بھی کچن میں کھاتے ہیں تو کچن کے مشرق میں یہ کام انجام دیں۔ کھانے کی چیزیں مغرب میں رکھیں اور سنک یا ٹنکی شمال میں رکھئے۔

باتھ روم :۔ ٹوائلٹ اور باتھ روم میں پانی کے بہاؤ کی وجہ سے جو قوت دور کرتی ہے اسے YIN کہتے ہیں۔ فینگ شوئی کا پہلا اصول یہ ہے کہ ضرورت کے علاوہ باتھ روم کا دروازہ ہمیشہ بند رکھیں۔ ٹوائلٹ (یا ڈبلیو سی) کا رخ براہ راست

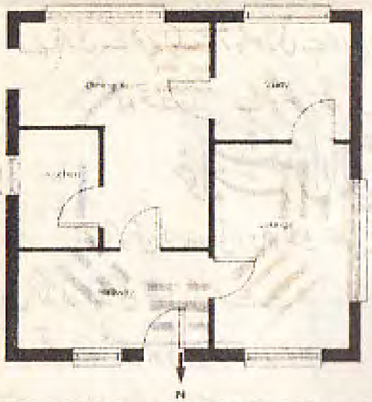

اس چارٹ میں گھر کے نقشے میں بتایا گیا ہے کہ موزوں سمتوں کی مناسبت سے کمرے اور ان کمروں میں کھڑکی دروازے کس طرح لگائے جائیں۔

گھر کے داخلی دروازے کی طرف نہ ہو۔ گھر اور ٹوائلٹ کے درمیان ہوادار ڈیوڑھی Ventilated lobby ہو۔ ٹوائلٹ باتھ روم کے جنوب مشرق میں واقع ہونا چاہیے۔

باتھ روم گھر کے شمال میں ہونا چاہیے۔ اسے ہمیشہ صاف ستھرا ہونا ضروری ہے بصورت دیگر چی توانائی پر جمود طاری ہوجاتا ہے۔ اگر ممکن ہو تو باتھ روم میں کسی مچھلی، دریا یا قدرتی نظارے کی تصویر آویزاں کریں جس میں نیلا رنگ نمایاں ہو۔

یہاں تک ہم نے فینگ شوئی کے فطری اصولوں سے گھر کے اندر استفادے کے چند پہلوؤں پر بات کی۔ ابھی فینگ شوئی کے بہت سے پہلو بیان نہیں ہوئے ہیں۔ جن کا تعلق دفتر یا دکان کی ڈیزائننگ سے ہے یا کاروبار، ملازمت اور لوگوں کے ساتھ تعلقات سے ہے۔ فینگ شوئی کے ذریعے آپس میں ربط ضبط اور ذہنی ہم آہنگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ جلد ہی آئندہ کسی شمارے میں انہی صفحات پر اس کے دیگر پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

تحریر قاری کے اوپر ایک تاثر چھوڑتی ہے اور یہ تاثر فکر و فہم میں تخم ریزی کرتا ہے اور جب فکر تناور درخت بنتی ہے تو طرزِ فکر میں سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے ہیں۔

خواجہ شمس الدّین عظیمی ایک نام ہے

جس کو سُن کر ماورائی دنیا کا نقشہ اُبھرنے لگتا ہے، فہم میں گہرائی پیدا ہوتی ہے۔
دل اللہ اور اللہ کی مخلوق کی محبت سے بھر جاتا ہے۔ عظیمی صاحب کے اوپر اللہ کا کرم محیط ہے۔ ان کے قلم سے لکھی ہوئی ہر کتاب کو عوام نے پسند اور قبول کیا ہے۔ عظیمی صاحب کی مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیے اور سکون حاصل کیجئے۔

آواز دوست یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ درخت کا بیج ایک مائیکروفلم ہے۔ اس مائیکروفلم میں ایک پورا درخت اپنی جزئیات کے ساتھ پوشیدہ ہے۔	**روحانی نماز** نماز دل، جگر، گردے، گٹھیا اور بلڈ پریشر کا مؤثر علاج ہے۔
تجلیات اس کتاب میں صاحبِ قرآن کی رہنمائی میں قرآنی استدلال کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے کی آبیاری کی گئی ہے۔	**ٹیلی پیتھی سیکھئے** ہر انسان کا دماغ قدرت کا بنایا ہوا ایک کمپیوٹر ہے۔ اس میں دو کھرب سے زیادہ آلات ہیں۔ جب ہم اپنے اندر اس کمپیوٹر کو چلانا سیکھ لیتے ہیں تو ہماری آنکھ خلاء کے پار دیکھنے لگتی ہے۔
کشکول بزرگوں، نوجوانوں، طلباء و طالبات اور ماورائی دنیا میں سفر کرنے والے خواتین و حضرات کے لئے ایک دستاویز۔	**قلندر شعور** روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر، عرفانِ حق کے طالب، سائنسی علوم کے ماہر اور روحانی سائنس کے مبتدی طلباء و طالبات کے لئے یہ کتاب مشعلِ راہ ہے۔

یہ کتابیں ہر بڑے بک اسٹال پر دستیاب ہیں۔
براہِ راست منگوانے کے لئے اس پتہ پر رابطہ کیجئے:

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ
D-1, 1/7 ناظم آباد ۔ کراچی 74600
فون : 6688931-6685469

مشین کی ذہانت

ڈونالڈ ایچ سینڈر "کمپیوٹر ٹوڈے" میں لکھتا ہے کہ ذہانت کے معاملہ میں انسان کو مشینوں پر امتیاز حاصل ہے۔ انسان کے پاس تخلیقی سوچ، فہم و فکر اور وجدانی صلاحیتیں ہیں۔ لیکن اگر کوئی ان اوصاف کو استعمال نہ کرے تو آپ اسے کیا کہیں گے؟

"آدمی اپنے مطلب میں اندھا ہوتا ہے" یہ بات گریٹ آئس لینڈ کے باسیوں پر پوری اُترتی تھی جس کا شمار دنیا کی چند عظیم طاقتوں میں ہوتا تھا۔ گریٹ آئس لینڈ کو جو شے دوسری ہم عصر عظیم طاقتوں سے ممتاز کرتی تھی وہ تھی چوٹی کے سائنسدانوں اور ماہرین کی فوج، جنہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ گریٹ آئس لینڈ کی حکمرانی کو پوری دنیا میں بہت جلد استحکام اور ہیشگی عطا کردیں گے۔ گریٹ آئس لینڈ کے مینوہال میں اس وقت انتہائی خفیہ پروجیکٹ پر ماہرین کی میٹنگ کا اختتامی مرحلہ چل رہا تھا۔

ڈاکٹر A نے کہا: "اب تک کی صورتحال یہ ہے کہ ہم نے اکثر اقوام میں اقتصادی اور سائنسی برتری حاصل کرلی ہے"۔

پروفیسر "X" نے اس بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے کہا: "اور اکثر ممالک ہمارے پھینکے گئے معاشی اور اقتصادی ترقی کے خوش نما جال میں پھنس چکے ہیں ہمیں اس کے علاوہ پوری دنیا میں ہمیشہ رہنے والا اقتدار مستحکم کرنا ہے"۔

سید اسد علی

مسٹر آئی ٹی نے مسکراتے ہوئے اعلان کیا "ہمارے سائنسدانوں نے مصنوعی ذہانت سے مالا مال انسانی ذہن سے زیادہ باصلاحیت روبوٹ بنالیے ہیں ہم وسیع پیمانے پر لاکھوں کی تعداد میں یہ روبوٹ اپنی فیکٹریوں میں تیار بھی کرچکے ہیں جو گولیوں کے بجائے لیزر شعاعوں سے حملہ کرتے ہیں جس سے ایک میل کا رقبہ جل کر خاکستر ہوجاتا ہے یہ نہ صرف اُڑ سکتے ہیں بلکہ چل کر اور پانی میں تیر کر بھی دشمن پر حملہ کرسکتے ہیں اور ایک ہزار میل کے رقبے میں دیکھ اور سُن سکتے ہیں ہم اگلے ہفتے ہی ایک عظیم جنگ کا آغاز کردیں گے جس میں فتح ہماری ہوگی"۔

پوری دنیا میں روبوٹ وار کا آغاز ہوگیا بیشتر ممالک

نے اس عجیب الخلقت مشین کے چند حملوں کے بعد ہی ہتھیار ڈال دیے وہ ممالک جنھوں نے لڑنے کی غلطی کی انھیں تہس نہس کردیا گیا......

گریٹ آئس لینڈ میں عظیم الشان جشن منایا گیا......

مسٹر آئی ٹی کو ایک دن آفس میں اطلاع ملی کے ایک روبوٹ کی پروگرامنگ میں مسئلہ ہوگیا ہے اور وہ نیوکلیئر پلانٹ کی طرف بڑھ رہا ہے اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتے زبردست ایٹمی دھماکے ہونا شروع ہوگئے اور وہ لوگ ترقی کے اس پُر فریب وسوسے سے آزاد ہوگئے...... کچھ اسی طرح کے مناظر مصنوعی ذہانت Artifical Intelligence پر بننے والی سائنس فکشن کی فلموں میں دکھائے جاتے ہیں جس میں مشینوں کو انسانی ذہانت سے کہیں آگے دکھایا جاتا ہے آئیں اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ یہ مصنوعی ذہانت کیا ہے؟ موجودہ دور میں اس حوالے سے کہاں تک ترقی ہوئی ہے اور کیا مشینیں انسانی صلاحیتوں سے زیادہ ترقی کر کے حضرت انسان کو مات کرسکتی ہیں؟

مصنوعی ذہانت کیا ہے؟:- مصنوعی ذہانت (A.I) کی اصطلاح سب سے پہلے 1956ء میں ڈارٹ موتھ کالج میں ہونے والی کانفرنس کے موقع پر استعمال ہوئی۔ مصنوعی ذہانت ایسی ٹیکنالوجیز کا مجموعہ ہے جو مشینوں کو اس قابل بنانے کی کوشش کرتی ہیں کہ وہ انسانوں کی ہمسری کرسکیں۔ مثال کے طور پر انسانوں کی طرح ان میں دیکھنے، سننے، بات چیت کرنے، دلائل دینے، سیکھنے اور سوچنے کی صلاحیتیں پیدا کی جائیں اور اس میں سائنسدانوں نے کافی پیش رفت بھی کی ہے۔ ڈائملر بینز Daimler Benz کے انجینئروں نے ایک ایسی سوچنے والی کار بنائی ہے جو حادثے سے ایک سیکنڈ پہلے ہی صورتحال کی نزاکت کو بھانپ لے گی اور سیکنڈ سے کم وقت میں فیصلہ کرکے ڈرائیور اور مسافروں کو متوقع حادثے سے بچالے گی اس کار میں یہ خصوصیت پیدا کرنے کے لئے کمپیوٹر، ریڈار، کیمرے اور سینسر استعمال ہوئے ہیں ساتھ ہی اس کا رابطہ سیٹلائٹ سے بھی ہوگا۔ اب اس جیسے کچھ اور کارہائے نمایاں اور ان میں ذہانت کی حدود کا جائزہ لیتے ہیں۔

سننا، سمجھنا اور بولنا:- موجودہ ترقی یافتہ دور میں ایسے کمپیوٹر بنائے جارہے ہیں جو آپ کی آواز سن کر سمجھ سکیں گے اور پھر آپ کی ہدایت یا حکم کا جواب دے سکیں گے اس مقصد کے حصول کے لئے کمپیوٹر میں سب سے پہلے روزمرہ بول چال میں کثرت سے استعمال ہونے والے الفاظ کی آوازیں محفوظ کردی جاتی ہیں کمپیوٹر آپ کی آواز سنتا ہے اور اپنے اندر محفوظ آوازوں سے موازنہ کرتا ہے اور جو آوازیں اس میں محفوظ ہوتی ہیں صرف وہ آوازیں سمجھ لیتا ہے اور آپ کو جواب دیتا ہے شروع میں اس طرح کے جو کمپیوٹر بنائے گئے وہ صرف چند جملے جو خاص انداز میں بولے گئے ہوں کو سمجھتا تھا مگر اب ایسے جدید سسٹم بنائے جارہے ہیں جو کسی بھی انسانی آواز کو نہ صرف شناخت کرسکتے ہیں بلکہ جواب بھی دے سکتے ہیں اور کچھ ایک سے زائد زبانیں سمجھ لیتے ہیں۔ چونکہ کمپیوٹر جذبات اور احساسات سے عاری ہوتے ہیں اس لیے ان کے بولے گئے جملوں میں خوشی اور غم کے تاثرات نہیں ملتے بلکہ تمام جملے ایک ہی انداز سے بولے جاتے ہیں نیدرلینڈ کے سائنسدان کمپیوٹر کی آواز میں اتار چڑھاؤ پیدا کرنے کے لیے ریسرچ کررہے ہیں جب کہ امریکہ اور فرانس کے محققین ایسا کمپیوٹر بنارہے ہیں جس میں ٹیلی فون ڈائریکٹری موجود ہوگی جب آپ فون کرکے کسی کمپنی کا فون نمبر معلوم کریں گے تو یہ کمپیوٹر آپ کو جواب دے گا۔ 1988ء میں برٹش ٹیلی کام گھریلو بنکاری کا ایسا نظام تجرباتی بنیادوں پر متعارف کراچکا ہے جس سے گھر بیٹھے ٹیلی فون پر اپنے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے یہ تو تھی سننے، سمجھنے اور بولنے میں مشین کی کارکردگی جس نے ذہانت کے معاملے میں انسان کو ابھی مات تو نہیں دی ہے مگر ایک پہلو کے لحاظ سے یہ مشینیں اکثر انسانوں سے آگے ہیں وہ جانتے کیا؟...... وہ یہ کہ جو یہ سنتی ہیں وہی یہ سمجھتی ہیں اور جو سمجھتی ہیں اس میں اپنے

مفادات کی آمیزش کیے بغیر بولتی ہیں۔

الفاظ کا سحر:- اب ایسے مترجم کمپیوٹر بھی سامنے آرہے ہیں جو ایک زبان سے دوسری زبان کا ترجمہ کرلیتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ انھوں نے 100% درستگی حاصل نہیں کی ہے اس لئے کہ بہت سی زبانیں ذو معنی الفاظ سے بھری ہوئی ہیں اور ایک زبان میں درجنوں الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کے ایک سے زیادہ مطلب ہوتے ہیں مثال کے طور پر ایک آدمی سے پوچھا گیا کہ گانا کیوں نہیں گایا؟ اس نے جواب دیا "گلا نہیں تھا"۔

ایک اور صاحب سے پوچھا گیا کہ گوشت کیوں نہیں کھایا؟ انھوں نے جواباً کہا کہ "گلا نہیں تھا" اب یہ جملے الفاظ کے اعتبار سے بالکل ایک ہیں مگر ان کے دو الگ معنی ہیں۔ ایک کمپیوٹر کے لیے یہ بہت مشکل کام ہے کہ وہ ان میں کس طرح امتیاز کرے۔

1954ء میں I.B.M. نے پہلا مترجم پروگرام بنایا جو کامیاب نہ ہوسکا مگر اب موجودہ مترجم پروگرام ایک لاکھ سے زیادہ الفاظ کے مالک ہوتے ہیں 1970ء میں ہی امریکی فضائیہ نے روسی نشریاتی اداروں پر نظر رکھنے کے لیے مترجم پروگرام Systran بنایا تھا جو 360,000 الفاظ کا ترجمہ ایک گھنٹے میں 80% درستگی کے ساتھ کرتا تھا جب کہ دنیا کا سب سے جدید مترجم یوروٹرا Eurotra ہے جو ہر سال دس لاکھ صفحات کا ترجمہ کرتا ہے۔ برٹش ٹیلی کام ایسا مترجم سسٹم بنانے کے لئے کوشاں ہے جو فون پر ہی ایک زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کردے گا ایک جانب سے انگلش میں بات کی جارہی ہوگی اور دوسرا آدمی جاپانی زبان میں یہ گفتگو سن رہا ہوگا۔ اس طرح کے سسٹم جاپانی ہوٹلوں میں آج بھی بکنگ کے لیے استعمال ہورہے ہیں۔

فلوریڈا میں ہونے والے اریل روبوٹ مقابلہ میں جاپان ساختہ روبوٹ، جو فٹبال کے کھیل کا مظاہرہ کررہے ہیں۔

کمپیوٹر بطور ماہر معاون:- مصنوعی ذہانت A.I کے شعبے کا ایک اور موضوع Expert System ہے جس میں سافٹ ویئر آپ کی فیصلہ کرنے میں رہنمائی کرتا ہے ایک ایسا سافٹ ویئر Caduceus ہے جس میں 4000 مختلف علامتیں تقریباً 600 بیماریوں کی تشخیص کے لیے موجود ہیں مریض ایک کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ جاتا ہے سافٹ ویئر بیماری کی علامتیں اور مختلف سوالات مریض سے پوچھتا ہے جسے وہ پھر ڈاکٹر کے سامنے پیش کردیتا ہے ڈاکٹر اپنی رائے اور کمپیوٹر کے بیان پر فیصلہ کرکے دوا تجویز کردیتا ہے اس طرح کے پیکجز انجینئرنگ اور ارضیات وغیرہ میں بھی استعمال ہورہے ہیں۔ اب جناب دیکھتے ہیں کہ کسی کو پہچان لینے کے معاملے میں کمپیوٹر کہاں تک ترقی پاچکے ہیں۔

پہچان اور سمجھ بوجھ:- کمپیوٹر بھی اب کسی شے کو شناخت کرلینے، خصوصیات اور خوبیوں کو سمجھ لینے کے معاملے میں آگے بڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ 1970ء میں ایڈنبرگ یونیورسٹی نے ایسا کمپیوٹر بنایا جو روزمرہ استعمال کی اشیاء مثلاً چائے کا کپ، گلاس، جگ اور ٹرالی وغیرہ کو باآسانی شناخت کرلیتا تھا پھر تو کمپیوٹر کو سمجھ بوجھ عطا کردینے کے لیے انسان کمر بستہ ہوگیا 1980ء میں بالٹی مور کی جان ہوپکن یونیورسٹی میں ڈاکٹر

ٹیرنس نے نیورال نیٹ ورک Neural network (کمپیوٹر کی ایک جدید قسم) بنایا جو ٹائپ کئے جانے والے انگریزی کے الفاظ کو بالکل صحیح تلفظ کے ساتھ بول سکتا تھا امپریل کالج لندن کے پروفیسر اگور الیگزینڈر نیورال نیٹ ورک جس کا نام Wisardرکھا گیا، بنایا جو انسانی ہنسی کو بآسانی شناخت کرلیتا ہے۔ جب کہ انسانی بچہ اپنے ابتدائی دنوں ہی میں یہ قابلیت حاصل کرلیتا ہے کہ وہ ماں باپ کی ہنسی، مسکراہٹ پہچان لے۔ جاپانی نشریاتی ادارے NHK نے ایسا نیورال نیٹ ورک بنالیا جو جاپانی رسم الخط، حروف تہجی کو 95% درستگی کے ساتھ شناخت کرلیتا ہے چاہے وہ کسی بھی سائز اور حجم کے ہوں اب مصنوعی ذہانت کے اس موضوع کا تذکرہ کرتے ہیں جس کا تذکرہ فلم اور ناول میں بکثرت ملتا ہے۔

روبوٹ:- روبوٹ کے لفظ کو چیکو سلاویہ کے ڈرامہ نگار کارل کاپک نے پہلی مرتبہ 1920ء میں اپنے ڈرامے "روسم کا کائناتی روبوٹ" میں متعارف کرلیا۔ آج کل روبوٹ کارخانوں فیکٹریوں میں استعمال کئے جارہے ہیں اس کے علاوہ بم ڈسپوزل اسکواڈ میں اور اسکول میں بچوں کو پڑھانے کے لیے بھی ان کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ 1979ء میں امریکہ میں نیوکلیئر پلانٹ کے حادثے میں روبوٹ ہی پلانٹ میں بھیجے گئے تھے روبوٹ اور خود کار مشینوں میں یہ فرق ہوتا ہے کہ خود کار مشین Auto-matic Machine ایک کام کو بار بار کرتی رہتی ہے جب کہ روبوٹ مختلف کام سرانجام دے سکتا ہے اس کا دماغ ایک چھوٹا کمپیوٹر ہوتا ہے جو اس کی حرکات کو کنٹرول کرتا ہے۔ روبوٹ کو ہدایات دینے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اس سے جو کام لینا ہے اس کی ہدایات اس کے کمپیوٹر میں ڈال دی جائیں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مطلوبہ کام روبوٹ کو کر کے دکھایا جائے روبوٹ اس کو ذہن نشین کرے گا اور وہی کام شروع کردے گا مثلاً ایک کار پر اسپرے کرنا ہے تو روبوٹ کے ہاتھ کو پکڑ کر اسے اسپرے کا طریقہ کار بتایا جائے جیسے بچے کو لکھنا سکھایا جاتا ہے۔ لندن کی نوٹنگھم یونیورسٹی میں پروفیسر ہیجن بوتھم اور پروفیسر ویلف نے دیکھنے کی صلاحیت رکھنے والا پہلا روبوٹ بنایا ایسے روبوٹ میں ایک کیمرہ اور دو کمپیوٹر ہوتے ہیں ایک کمپیوٹر ٹی وی کیمرے سے آنے والی اطلاعات کو سمجھتا ہے اور دوسرا کمپیوٹر روبوٹ کنٹرول کرتا ہے جاپان میں 1987ء کے آخر تک 118,000روبوٹ کام کررہے تھے جب کہ جاپان کی واسیڈا یونیورسٹی کے پروفیسر ایچیرو کاٹو نے انسان نما Hu-manoid روبوٹ بنایا ہے جو نہ صرف گانا گاتا ہے بلکہ آرگن بھی بجاسکتا ہے روبوٹ کو انسانوں کے سامنے کامل برتری تو حاصل نہیں ہوئی مگر پھر بھی جن معاملات میں وہ برتر ہیں وہ یہ کہ روبوٹ اپنے جیسے کسی روبوٹ بھائی کی پیٹھ میں خنجر نہیں گھونپتا انتہائی محنت مشقت کے کام بغیر جی چرائے چپ چاپ دم سادھے سرانجام دیتا رہتا ہے۔ احتجاج کرتا ہے نہ ہڑتالوں پر جاتا ہے اور تو اور چائے، کافی اور کھانے کے وقفے بھی نہیں لیتا اب مصنوعی ذہانت کے حوالے سے ذہانت کے کچھ کھیلوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

ذہانت کے کھیل:- 1968ء میں پروفیسر میک کارتھی جس نے پہلی مرتبہ مصنوعی ذہانت کی اصطلاح استعمال کی تھی وہ شطرنج کے عالمی چیمپئین لیوی سے ہار گیا اسی وقت میک کارتھی اور لیوی میں 250برٹش پونڈ کی شرط لگ گئی میک کارتھی نے دعویٰ کیا کہ وہ دس سال کے اندر ایک ایسا شطرنج کا کمپیوٹر پروگرام تیار کرلے گا جو عالمی چیمپئین لیوی کو ہرادے گا۔ خیر صاحب 1978ء میں لیوی، میک کارتھی کے شطرنج پروگرام نارتھ ویسٹرن شطرنج 4.7سے مقابلہ کرتا ہے شطرنج کا یہ کمپیوٹر پروگرام ایک راؤنڈ جیت لیتا ہے مگر بقیہ چار راؤنڈ لیوی جیت جاتا ہے اب تو ایسے کئی جدید کمپیوٹر پروگرام بن چکے ہیں جو شطرنج کے منجھے ہوئے کھلاڑیوں کو مات دے دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور دلچسپ کھیل جو کمپیوٹر کی ذہانت جانچنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اسے Turing's

Test کہتے ہیں جس میں کسی فرد سے کمپیوٹر کی سوال و جواب کی نشست ہوتی ہے مگر اس فرد کو نہیں بتایا جاتا کہ آیا وہ کسی مشین سے بات کررہا ہے یا جواب دینے والا کوئی انسان ہے آخر میں اس سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ جواب دینے والا شخص کون ہے اس طرح کے کچھ سوال و جواب ملاحظہ فرمائیں۔

کمپیوٹر: کیا تمہارے ساتھ کوئی مسئلہ ہے؟

انسان: ہاں میں مایوس ہوں

کمپیوٹر: مجھے یہ سن کر دکھ ہوا

انسان: میرے دوست نے مجھے ناخوش کردیا ہے

کمپیوٹر: مجھے اپنے دوست کے بارے میں بتاؤ

ان دلچسپ مکالمات کے آخر میں جب لوگوں سے پوچھا گیا کہ جواب دینے والا کوئی انسان تھا یا کمپیوٹر تو اکثریت نے کہا کہ ہم کسی انسان سے بات کررہے تھے۔

فاتح کمپیوٹر......؟ خیر صاحب یہ بات تو آپ کو ماننی ہی پڑے گی کہ کچھ صلاحیتوں کے مقابلے میں کمپیوٹر نے انسان کی ناک نیچے کردی ہے اور اپنی ذہانت کے متعلق انسان کا مبالغہ آمیز ہوائی قلعہ اُن کے سامنے زمین بوس ہوجاتا ہے مثال کے طور پر کمپیوٹر کو جو کام کرنے کی رفتار حاصل ہے وہ انسان کے پاس معدوم ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ایک سپر کمپیوٹر لاکھوں سے زائد حسابی عمل صرف ایک سیکنڈ میں سرانجام دے سکتا ہے اسی طرح ایک مترجم پروگرام 1000الفاظ کو صرف تیس منٹ کی مدت میں ترجمہ کرلیتا ہے جب کہ وہی کام ایک انسان کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں آدھا دن لگے گا رفتار کے ساتھ کمپیوٹر کو کام کرنے میں حد درجہ درستگی بھی حاصل ہے اگر ایک کمپیوٹر ایک منٹ میں ایک ہزار حسابی عمل سرانجام دیتا ہے تو اس کے تمام کے تمام حسابی عمل صحیح ہوں گے بشرطیکہ اس میں کوئی خرابی نہ پائی جاتی ہو مگر انسان وہی کچھ نہ صرف وقت کا کثیر سرمایہ صرف کرکے کرے گا بلکہ اس میں غلطیوں کے امکانات بھی روشن ہوں گے مزید برآں کمپیوٹر جس توجہ کے ساتھ کام Operation کرتا ہے وہ انسانی بس سے باہر ہے مگر آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ایسے کارنامے سرانجام دینے والا کمپیوٹر بچوں کی ذہانت کے سامنے شکست کھانے پر مجبور ہے اور وہ یہ کہ بچہ جس طرح اپنے والدین اور ماحول کے تلخ و شیریں تجربات سے سیکھ کر آگے بڑھتا ہے کمپیوٹر اس سے ہنوز محروم ہے کمپیوٹر میں ایسی صلاحیتیں پیدا کرنے کے لیے جینیٹک ایلگور تھم Genet-ic Algorithem اور نیورال نیٹ ورک کی ٹیکنالوجیز پر کام ہورہا ہے۔

کمپیوٹر کا ارتقاء:- کچھ مفکر صاحبان کے نظریہ کے مطابق انسان نے اپنے تجربات و مشاہدات سے بہت کچھ سیکھا ہے اور نہ صرف اس سے خود فائدہ اٹھایا ہے بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کو بھی یہ چیز منتقل کی ہے جس کی بدولت ارتقاء ہوا ہے ڈاروِن کے نظریہ ارتقاء کے مطابق انسان بندر کی تبدیل شدہ شکل ہے اور اپنی بقا کے لیے وہ خود کو تبدیل کرتا ہوا اس حالت میں پہنچا ہے۔ موجودہ دور میں کمپیوٹر کو ذہین بنانے کے لیے Genetic Algori-them کی ٹیکنالوجی کا خیال ڈاروِن کے نظریہ ارتقاء سے ہی لیا گیا ہے جس میں ایسے پروگرام بنانے پر توجہ دی جارہی ہے جو تجربات سے سیکھیں اپنے آپ میں بہتری لائیں پرانے پروگرام فنا ہوجائیں اور نئے پروگرام جو اپنے آپ کو تبدیل کرچکے ہوں قائم رہیں۔

مشینی ذہن بمقابلہ انسانی ذہن:- موجودہ دور کے سائنسدان اس حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ اس جدید دور میں بھی انسانی دماغ کو مکمل طور پر سمجھا نہیں گیا اور اس کے تمام گوشوں کی پردہ کشائی عمل میں نہیں آئی ہے پھر انسانی دماغ کی بناوٹ اور کمپیوٹر کی ساخت میں بھی فرق ہے انسانی دماغ 100بلین نیورون سے مل کر بنا ہوتا ہے اور ہر نیوران دس ہزار دوسرے نیوران سے جڑا ہوتا ہے جب کہ کمپیوٹر میں ایک ملین (دس لاکھ) کے قریب قریب سرکٹ ہوتے ہیں اور

ہر سرکٹ صرف دوسرے ایک سرکٹ سے ملا ہوا ہوتا ہے اطلاع جو کمپیوٹر میں بجلی کے ذریعے سفر کرتی ہے وہ صرف ایک راستہ پر چلتی ہے کمپیوٹر کی رفتار تو انسانی ذہن سے زیادہ ہوتی ہے مگر انسانی ذہن شناخت کرلینے اور سیکھنے کے معاملے میں کمپیوٹرز سے زیادہ قابل ہوتا ہے اسی وجہ سے اب ایسے **Neural network** بنائے جارہے ہیں جو انسانوں کی طرح اشیاء شناخت کرسکیں اور ان میں سیکھنے کا عمل بھی واقع ہو۔ نیورال نیٹ ورک دراصل انسانی دماغ کی ساخت کو ملحوظ خاطر رکھ کر بنایا جاتا ہے۔ پروفیسر ایگور امپیریل کالج، لندن نے **1981**ء میں ایسا نیورال نیٹ ورک بنالیا تھا جو انسانی ہنسی کی بآسانی شناخت کرلیتا ہے اس کام میں مزید بہتری لانے کے لیے تحقیقات کی جارہی ہیں۔

ترقی کا راز:۔ ڈونالڈ ایچ سینڈر اپنی کتاب "کمپیوٹر ٹوڈے" میں لکھتا ہے کہ ذہانت کے معاملے میں انسانی ذہن کو کمپیوٹر کے مقابلے میں امتیاز حاصل ہے وہ یہ کہ انسان کے پاس "تخلیقی سوچ" ہے مسائل کے حل کے لیے "فہم وفکر" ہے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ انسانی ذہن "وجدانی صلاحیتوں" سے بھی مالامال ہے جب کہ کمپیوٹر رفتار، ورنگی اور توجہ میں آگے ہے اب ایسا عمل بنانے کی کوششیں کی جارہی ہیں جس میں صلاحیتوں کا یہ تمام مجموعہ موجود ہو اور ایسے عمل کو مصنوعی ذہانت **A.I** کی اصطلاح میں **Synergy**- سائنرجی کہا جاتا ہے۔ اب ذرا اپنے ذہن کو غیر جانبدار کرکے سوچیے اگر کوئی انسان تخلیقی سوچ، فکر و دانش اور وجدانی صلاحیتوں سے بے بہرہ اعتدال کی زندگی سے ہٹ کر دنیا، دنیا اور دنیا کا نعرہ لگاتا ہے اور اسی میں تن من دھن سے کولہو کے بیل کی طرح جُتا رہتا ہے تو کیا وہ مشینی زندگی نہیں گزار رہا؟ کیا وہ اپنے آپ کو اس مقام سے نیچے نہیں پھینک دیتا جو خالق کائنات نے اس کے لیے متعین اور مخصوص کیا ہے؟ ان باتوں میں ہمارے لیے بہت سی نئی دنیاؤں کے راستے پوشیدہ ہیں بشرطیکہ ہم انہیں تلاش کریں!!!

*

سن ریز ہربل شیمپو کی ہوم ڈیلیوری اسکیم

بالوں کی دیکھ بھال، انہیں مضبوط بنانے، خشکی و سکری سے نجات اور بالوں کو لمبا کرنے میں قدرتی جڑی بوٹیوں اور بلیو سن ریز کے ذریعے تیار کیا جانے والے

عظیمی کا

سن ریز ہربل شیمپو

کراچی و حیدرآباد میں بڑے میڈیکل و جنرل اسٹورز پر دستیاب ہے۔ دیگر شہروں میں مسلسل بڑھتی ہوئی طلب کو دیکھتے ہوئے بذریعہ ڈاک ہوم ڈیلیوری اسکیم کا آغاز کیا جارہا ہے۔ اس اسکیم سے آپ بھی فائدہ اٹھایئے۔ ہوم ڈیلیوری اسکیم کے تحت آپ

اگر **1** بوتل منگوانا چاہیں تو **50/=** روپے

یا **2** بوتل منگوانا چاہیں تو **75/=** روپے

یا **3** بوتل منگوانا چاہیں تو **105/=** روپے

بذریعہ منی آرڈر بنام

عظیمی ہربل **1-J-34/1** ناظم آباد کو ارسال کیجئے۔

شیمپو آپ کو رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کردیا جائے گا۔

آپ کی خدمت ہمارا افتخار ہے

عظیمی ہربل

رمضان المبارک میں روحانی فون سروس کے نظام الاوقات

رمضان المبارک میں کراچی کی روحانی فون سروس کے اوقات دوپہر **2:00** بجے سے شام **4:00** بجے تک ہوں گے۔ جمعہ، ہفتہ اور اتوار تعطیل ہوگی۔

جذبہ اور اس کی تکمیل

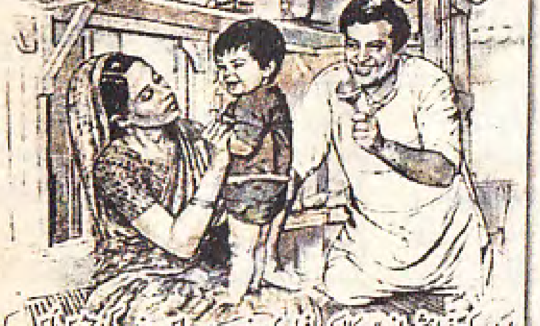

اولاد کی خواہش انسان کا ایک فطری جذبہ ہے۔ اس جذبہ کی جڑیں اس کے شعور میں اس قدر گہری ہیں کہ اسے کم یا ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس مضمون میں اس جذبہ کی تکمیل کے بارے میں بہت اہم نکات اٹھائے گئے ہیں۔ شادی شدہ حضرات و خواتین اس مضمون کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

محمد اقبال جیلانی

شادی کے بعد ماں بننا کسی عورت کا حسین ترین خواب ہوتا ہے۔ اس طرح عورت ایک نئے انسان کو دنیا میں لانے کے تخلیقی عمل میں داخل ہوجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کو انسانی معاشرے میں اہم ترین حیثیت حاصل ہے۔ اس حقیقت کو یقیناً کوئی نہیں جھٹلا سکتا کہ یہ عورت کے لئے ایک نازک امتحان ہوتا ہے۔ ایک ایسی کڑی آزمائش ہوتی ہے جس سے صرف عورت کو گزرنا پڑتا ہے۔ اس صبر آزما صورت حال میں عورت نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی تبدیلیوں سے بھی دوچار ہوتی ہے۔ اس دور کے مسائل میں سب سے زیادہ متاثر کرنے والی بعض جسمانی تکالیف ہیں جس میں سے اکثر کا حتمی علاج موجود نہیں اس لئے ان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ وہ خود کو کمزور نڈھال اور توانائی کی کمی کا شکار محسوس کرتی ہے۔ کچھ دن گزر جانے کے بعد سر چکرانے یا بعض اوقات بے ہوشی طاری ہونے کی شکایت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رحم میں خون کی نالیاں کشادہ ہوجاتی ہیں تاکہ بچے کی نشوونما کے لئے معقول اور ضروری مقدار میں خون کی رسد جاری رہے۔ اضافی خون کی اس ضرورت کے پورا ہونے سے عورت کے بالائی جسم کو خون کی کمی ہوجاتی ہے۔ جب دماغ کو خون کی کم مقدار ملتی ہے تو سر چکرانے اور بے ہوشی طاری ہونے کے واقعات پیش آتے ہیں۔

تخلیقی عمل کے تیسرے یا چوتھے ہفتے سے متلی اور قے کی شکایت پیدا ہوسکتی ہے یہ کیفیت چھ سے بارہ ہفتے تک جاری رہ سکتی ہے۔ یہ علامات جسم میں ہارمونز سے پیدا ہونے والی تبدیلیوں کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔

تخلیق کا عرصہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ دل پر بوجھ میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ دل پر پڑنے والے اس بوجھ کا براہ راست تعلق جسم کے وزن سے ہے۔ ماہرین کے مطابق تخلیق کے عمل کے دوران دل عام حالات کی نسبت تین گنا زیادہ طاقت سے دھڑکتا ہے۔ کچھ خواتین کو سینے میں جلن کا احساس رہتا ہے۔ اس کی وجہ غذا کی نالی کا نچلا حصہ تنگ ہوجاتا ہے۔ معدے میں گیس اور تیزابیت پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ گیس سانس کی نالی اور سینے پر زبردست بوجھ ڈالتی ہے۔

بدن میں پیدا ہونے والے ہارمونز میں تبدیلیاں آجانے سے جلد کا رنگ تبدیل ہوجاتا ہے اور جسم کے کئی حصوں کا رنگ گہرا ہوجاتا ہے۔ بعض اوقات جلد کے رنگ کی یہ تبدیلی زچگی کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔

تخلیقی مرحلہ شروع ہونے کے بعد عورت کے منہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے۔ کچھ ایسی چیزیں کھانے کو جی چاہتا ہے جو عام حالات میں خواتین پسند نہیں کرتیں۔ بالخصوص

انتہائی عجیب چیزوں کی خواہش، مٹی، کچے چاول، چونا وغیرہ کی رغبت۔ یہ جسمانی تقاضا جسم میں کیلشیم کی ضرورت بڑھنے کا اشارہ کرتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اب کیلشیم کی مقدار میں اضافہ ہونا چاہیے۔

ماں بننے والی خواتین کو گرمی بہت لگتی ہے۔ عموماً انہیں بے تحاشا پسینہ آتا ہے تاہم اس علامت کو بے ضرر قرار دیا جاتا ہے اس دورانیہ میں عورت کے ذہنی تناؤ اور دباؤ میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ وہ بہت جلدی غصے میں آجاتی ہے یا معمولی بات پر رونا شروع کردیتی ہے۔ اس موقع پر اسے گھر والوں خصوصاً شوہر کی خاص توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی خواتین کو بار بار قبض کی شکایت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ بعض اوقات اس کا سبب آئرن والی ادویات کا زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ جسم میں پیدا ہونے والے ہارمونز بھی آنتوں کو خشک کردیتے ہیں۔ بچے کی نشوونما سے آنتوں پر بوجھ بڑھ جاتا ہے۔ اس وجہ سے بعض دفعہ بواسیر کی تکلیف بھی ہوجاتی ہے بعض اوقات حاملہ خواتین کو بازوؤں اور ٹانگوں کے جوڑوں میں سوجن تکلیف دہ صورتحال پیدا کردیتی ہے اس دوران خون کی مقدار میں پچاس فیصد اضافہ ہوجاتا ہے لیکن یہ بہت پتلا اور رقیق ہوجاتا ہے۔ خون میں اضافی سیّال مادے جوڑوں میں ذخیرہ ہونے لگتے ہیں اور سوجن پیدا کردیتے ہیں۔ پروگیسٹرون نامی ہارمون اور رحم کا بڑھنا ٹانگوں کی وریدوں میں سوجن پیدا کرتے ہیں۔

تخلیقی عمل کی ایک اور تکلیف میں ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصہ میں درد (کمر درد) بھی عام شکایت ہے یہ درد آخری مہینوں میں زیادہ شدید ہوجاتا ہے۔ اس کیفیت کو طبّی زبان میں Lordosis کہتے ہیں۔

دیگر پریشانیوں کے ساتھ ساتھ اس دوران اضافی طور پر سر، پیٹ، ٹانگوں اور پسلیوں کے جوڑوں میں درد لاحق ہوجاتے ہیں۔ بعض اوقات ایسی خواتین کو کچھ اعضاء کے سُن ہوجانے کی شکایت کے علاوہ ناک سے خون آنا اور بینائی میں گڑبڑ کے مسائل بھی پیش آتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ جلدی مسائل، انفیکشن وغیرہ بھی لاحق ہوسکتا ہے۔

یہاں تک وہ تکالیف بیان کی گئی ہیں جو نوماہ پر مشتمل تخلیقی دورانیہ میں یکے بعد دیگرے عورت کو لاحق رہتی ہیں۔ اس سے صحیح طور پر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عورت کے جسمانی اور ذہنی نظام پر اس مرحلہ سے کس قدر گہرا اثر پڑتا ہے۔ جسم کی کیمسٹری میں تبدیلی آجاتی ہے، جسم کے کسی نہ کسی حصہ یا کئی حصوں میں مختلف نوعیت کا درد اور پھر سب سے اہم وہ بوجھ جو وہ اس دورانیہ میں اٹھائے پھرتی ہے۔ یہ تمام وہ معلومات ہیں جو ماہرین نے مرتب کی ہیں ان سے کسی قدر تخلیق کے عمل میں عورت کی بے پناہ جسمانی و ذہنی صحت کی قربانی کا اندازہ کرنا قدرے آسان ہے ورنہ عورت تو دنیا پر پیدا ہوتے ہی اس کربناک دور سے گزر رہی ہے۔ عورت کی یہ ذمہ داری انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے جس کا حق وہ کسی بھی صورت میں پورا نہیں کرسکتی۔ اس پورے مرحلہ کے بعد ولادت کا مرحلہ جس کرب اور تکلیف کا مظہر ہے اس کے بارے میں کوئی مرد تصور ہی نہیں کرسکتا۔ انسانیت پر عورت کے اس احسان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔

"ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں ہدایت کی۔ اس کی ماں تکلیف پر تکلیف برداشت کرکے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑاتا"۔ (سورہ لقمان)

"اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف سے ہی جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھڑانا ڈھائی برس میں ہے"۔ (سورہ احقاف)

اس تمام گفتگو کے ذریعے عورت کی عزت و منزلت اور انسانیت پر احسان کی یاددہانی کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ہمارے معاشرے میں ماں بننے والی اکثر خواتین کو یہ عزت و منزلت حاصل نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ان تکالیف پر ہمدردی کے بجائے ایک مجرمانہ بے حسی طاری

ہے۔ بات آگے بڑھانے سے پہلے آیئے اس بے حسی کے چند عملی نمونے ملاحظہ فرمایئے۔

ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں ہر سال پچیس ہزار عورتیں زچگی یا اس سے متعلقہ اسباب کی بناء پر موت سے ہمکنار ہوجاتی ہیں۔ اس حساب سے ہر گھنٹے میں 2.89 یعنی تین عورتیں زچگی میں موت سے ہمکنار ہوجاتی ہیں۔ یعنی ہر بیس منٹ میں ایک پاکستانی عورت جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ زچگی کی اموات میں خون کا زیادہ مقدار میں بہہ جانا 50 فیصد ہے جو موت کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ 21 فیصد اموات کی وجہ خون میں زہر پھیل جاتا ہے۔ 19 فیصد اموات ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ دیگر 18 فیصد اموات رحم میں سوراخ ہوجانے، سوزشِ جگر، ذیابیطس یا دل کی بیماریوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

ترقی یافتہ ممالک میں موت کی یہ شرح بہت کم ہے جس کی وجوہات یہ ہیں

1- وہاں عورت کا معاشرتی مقام بلند ہے۔ اسے انسان سمجھا جاتا ہے جب کہ ہمارے یہاں بیشتر عورتوں کے ساتھ جانور سے بدتر سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ عورت کو پیر کی جوتی سمجھا جاتا ہے۔

2- ترقی یافتہ ممالک میں ہر زچگی اسپتال میں ڈاکٹروں اور تربیت یافتہ طبّی عملے کی نگرانی میں ہوتی ہے جب کہ ہمارے یہاں آج بھی بہت بڑی تعداد گھروں میں ہی ولادت کو ترجیح دیتی ہے۔ کراچی جیسے شہر میں ایسے علاقے موجود ہیں جہاں 81 فیصد کیسز ہسپتالوں میں نہیں ہوتے۔

3- وہاں بہتر غذا کی بدولت عورت کی صحت بہتر ہے جب کہ ہمارے یہاں مرد کا بچا کھچا کھانا عورت کے حصے میں آتا ہے۔ گھر کی مفلسی میں عورت سے ہی ایثار کی توقع کی جاتی ہے جب کہ یہ اس کی صحت کا انتہائی اہم مرحلہ ہے کہ مرد اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ مرد اپنے پیٹ میں دو سی گیس سے بے حال ہوجاتا ہے جب کہ عورت کئی پونڈ حرکت کرتا وزن لئے گھر کے سارے کام کاج بھی کرتی ہے دوسری طرف گھر کی پریشانیوں کا بوجھ بھی اسی کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

4- بیرونی ممالک میں بچوں کی پیدائش کی شرح کم ہے اور وقفہ زیادہ جب کہ ہمارے یہاں شرح پیدائش فی عورت 6.7 ہے۔

5- وہاں تعلیم کی شرح سو فیصد ہے جب کہ ہمارے ملک میں سرکاری دعووں کے مطابق خواتین کی تعلیم کی شرح محض 19 فیصد ہے۔

یہ تمام وجوہات اجتماعی بھی ہیں اور انفرادی بھی۔ حکومتی سطح کی بھی ہیں اور عوامی سطح کی بھی۔ ہم یہاں پر یہ جائزہ لیتے ہے کہ اس مسئلہ کے انسداد میں ہم انفرادی طور پر کیا کرسکتے ہیں۔ ہر بیس منٹ میں مرنے والی ماؤں کو بچانے کے لئے ہمارا کردار کیا ہوسکتا ہے؟

تخلیقی مرحلے میں داخل ہوتے ہی عورت کا جسمانی نظام کئی بڑی تبدیلیوں سے گزرتا ہے۔ کئی طرح کی کمزوریاں، تکالیف اور بیماریاں (جن کا تذکرہ پچھلی سطور میں کیا گیا) اسے گھیرے رہتی ہیں، پھر ولادت کا اعصاب شکن مرحلہ آتا ہے اس کے بعد پندرہ دن تک مکمل بیڈ ریسٹ کی تاکید کی جاتی ہے۔ اس کے بعد چالیس روز تک اس کے جسم سے فاسد مادے خارج ہوتے رہتے ہیں اس لئے اسے بہت احتیاط کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ اس موقع پر عورت اتنی نازک ہوجاتی ہے کہ کوئی معمولی بے احتیاطی اسے ساری عمر کے لئے کسی تکلیف میں مبتلا کرسکتی ہے مثلاً گرمی، سردی، برسات، بہ لحاظ موسم اس کی احتیاط بہت ضروری ہے۔ ٹھنڈا اور یخ پانی، ٹھنڈ اور ٹھنڈی ہوا سے بچنا چاہئے ورنہ یہ بات لازمی ہے کہ عمر بھر کے لئے ٹانگوں اور پنجوں کا درد لاحق ہوجائے گا۔ اسی طرح اگر ایسی عورت کی صحیح طریقے سے مالش نہ کی جائے تو جسم کے کئی حصے مثلاً پیٹ ہمیشہ کے لئے بے ڈول ہوجاتا ہے۔ ولادت کے بعد بچے کو دودھ پلانا بہت ضروری ہے اور اس کی مدت دو سے ڈھائی سال ہے۔

ولادت سے پہلے یا بعد عورت کی جسمانی حفاظت اور ذہنی تحفظ شوہر کی ذمہ داری ہے۔ یہ حکم قرآن مجید نے بھی دیا ہے یوں اس موقع پر شوہر کی بے حسی اور لاتعلقی قرآنی نقطہ نگاہ سے قابل گرفت ہے۔

"اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے اور دودھ پلانے والی ماؤں کا نان و نفقہ دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہے۔ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی"۔ (سورہ البقرہ)

اس اہم ذمہ داری کی مزید وضاحت سورہ طلاق میں ملتی ہے جس میں یہ روشنی ملتی ہے کہ اگر بیوی تقاضا کرے تو شوہر کو دودھ پلانے کی اجرت دینی پڑے گی۔ اور اگر وہ دودھ نہ پلانا چاہے تو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانے کی ذمہ داری بھی مرد کی ہے۔

"اور اگر حمل سے ہوں تو بچہ جننے تک ان کا خرچ دیتے رہو۔ پھر اگر وہ بچے کو تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو اور اچھے طریقے سے موافقت رکھو اور اگر باہم ضد کرو گے تو کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔ (سورہ طلاق)

عورت جس کربناک دور سے گزرتی ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اسے کچھ عرصہ تک جسمانی اور ذہنی آرام مہیا کیا جائے اور اسے فوری نئی تخلیق پر مجبور نہ کیا جائے۔ بعثت نبی ﷺ کے وقت عرب میں بچے کو پیدا ہونے کے بعد معاوضے پر بدوی عورتوں کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ تو مولود بچے کے بے شمار کام ہوتے ہے وہ بدوی عورتیں بچوں کو دودھ پلایا کرتی تھیں اور ان کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ یہ بہت اچھی حکمتِ عملی تھی جس سے ماں کو جسمانی اور ذہنی آرام ملتا تھا اور دوبارہ تخلیقی عمل کے لئے کچھ وقت یا وقفہ مل جاتا تھا جس میں وہ جسمانی کمزوریوں پر قابو پالیتی تھی اور دوبارہ اس عمل کے لئے وہ جسمانی طور پر بالکل تیار ہوتی لیکن اس کے برعکس ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے؟

اکثر ڈیلیوری سے گزرنے والی خواتین کی صحت عام پیمانے سے بہت کم ہوتی ہے، اس کا وزن اور خوراک کم ہوتی ہے اس کے علاوہ اکثر ڈیلیوری کے چند ماہ کے بعد ہی اسے دوبارہ تخلیقی عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ اس کی صحت اور جان کے لئے براہ راست خطرہ ہے۔

ان مسائل سے نمٹنے کے لئے ہمارے سامنے دو حل ہیں۔ پہلا حل تو عورت کو بہتر خوراک اور پوری کیلوریز مہیا کرنا ہے اور دوسرا ڈیلیوری کے بعد تقریباً کم سے کم دو سال کا وقفہ کیا جائے۔ اولاد میں وقفہ کے نام سے بہت سے لوگوں کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگتی ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کے اوپر تنقید شروع ہو جاتی ہے۔ ہم خاندانی منصوبہ بندی کی موافقت یا مخالفت میں پڑ کر اس اہم موضوع کو لایعنی بحث کی صورت نہیں دینا چاہتے۔ ایسے تمام لوگوں سے ہماری عرض ہے کہ اولادیں آپ کو جتنی بھی پیدا کرنے کی خواہش ہے اس میں کم از کم عورت کی صحت کا ضرور خیال رکھیں۔ اگر زیادہ اولاد کو آپ افضل جانتے ہیں تو اس سے کہیں زیادہ افضل انسانی جان ہے اور انسانی جان کی حرمت کعبہ سے زیادہ ہے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ "انسانی جان کی حرمت کعبے کو ڈھا دینے سے زیادہ ہے"۔ ہم ایک مشین خریدتے ہیں تو اسے بھی بنا سنوار کر رکھتے ہیں کہ اس سے ہمیں اپنی ضرورت پوری کرنی ہے پھر عورت جو اشرف المخلوقات انسان ہے، اس کی صحت کو کیوں بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔

ہر چیز میں اعتدال ضروری ہے۔ خراب مالی پوزیشن میں کثرتِ اولاد سے ہمارے پیارے نبی ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے۔ منہاج شرح مسلم جلد دوئم کے صفحہ 347 میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا پڑھتے تھے "اے اللہ میں جہد البلاء سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ جہد البلاء سے کیا مراد ہے حضور ﷺ نے فرمایا "مال کی کمی اور اولاد کی کثرت"۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں بعض اکابر صحابہ ایسے طریقے پر عمل کرتے تھے جس سے ضبطِ ولادت کا پہلو نکلتا ہے۔ مثلاً حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی ایک روایت میں حضرت جابرؓ ایسے ہی ایک طریقے کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ بات حضور ﷺ کے علم میں تھی لیکن آپ ﷺ نے کبھی ہمیں منع نہیں کیا۔ (بخاری جلد دوئم صفحہ 784)

تاہم حضور ﷺ نے براہ راست اس ضبطِ ولادت کی تائید نہیں کی۔ اگر یہ منع ہوتا یا اسے قتل اولاد سمجھا جاتا تو ضرور اس کی ممانعت کی جاتی۔ اس کے علاوہ کسی جگہ اس کی ممانعت بھی نہیں کی گئی ہے۔ یعنی ایک چیز کی ممانعت نہیں کی گئی لیکن جب اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو براہ راست تائید بھی نہیں کی گئی۔ ایک اور حدیث میں ایک صحابی کے غلط موقف کی تصحیح فرمائی جس میں سرزنش نہیں بلکہ تعلیم کا پہلو نکلتا ہے۔ مسلم جلد چہارم صفحہ 162 میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک صاحب نے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر بتایا کہ ان صاحب کو اولاد کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے اس لئے وہ ضبطِ ولادت کے ایک طریقے پر عمل کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اگر یہ مضر ہوتا تو فارس اور روم کے لوگوں کے لئے بھی مضر ہوتا"۔ یعنی یہاں صرف ان صاحب کے غلط خیال کی تصحیح کی گئی ضبطِ ولادت کی ممانعت نہیں کی گئی حالانکہ اگر ضبطِ ولادت قابل گرفت ہوتا تو یہ اس سرزنش کے لئے بہترین موقع تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی احادیث ہیں اور صحابہ کرام، فقہائے کرام اور اکابر علمائے کرام کے بیانات ہیں جن کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

اس مسئلہ کے حوالہ سے کئی احادیث میں تعلیم دی گئی ہے کہ جو روح دنیا میں اترنی ہے وہ تو اُتر کر رہے گی۔ اہلِ روحانیت اس حوالہ سے فرماتے ہیں روح کا اترنا تقدیر مبرم ہے جس میں انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے لیکن کس گھر میں اُترے تقدیر معلق ہے جس میں انسان کو کسی قدر اختیار دیا گیا ہے۔ یعنی ایک ہی عورت کے گھر بارہ بچے پیدا ہو جائیں اور وہ ان پر توجہ نہ دے سکے۔ اس سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ بارہ بچے بارہ ماؤں کے گھر پیدا ہوں تاکہ وہ ان پر انفرادی توجہ دے سکیں۔

تمام فقہائے کرام اور علمائے کرام نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ولادت کے لئے عورت کی صحت کا لحاظ کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ ایک انسانی اور فطری موقف ہے۔ ایک عام اور صحت مند عورت بھی جب اس دور سے گزرتی ہے تو حمل سے بچے کے دودھ چھڑانے تک یعنی تین سال کے بعد جسمانی طور پر اس قابل ہوتی ہے کہ وہ دوبارہ اس عمل سے گزرے۔ چنانچہ فقہائے کرام کے بیانات میں عورت کی صحت کا لحاظ رکھنے سے مراد صرف ایسی عورت کی طرف اشارہ نہیں جو ہڈیوں کا پنجر ہو یا بیماری میں مبتلا ہو بلکہ ایک نارمل عورت بھی اس دور سے گزرنے کے بعد اسی اسٹیج پر پہنچ سکتی ہے۔

اولاد کی خواہش انسان کا ایک فطری جذبہ ہے۔ اس جذبہ کی جڑیں انسان کی اپنی ہستی میں اتنی گہری ہیں کہ اسے کسی طرح کم یا ختم نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ہم جانتے ہیں ہر جذبے و تقاضے کی تکمیل حالات و ماحول کو دیکھ کر کی جاتی ہے۔ مثلاً سفر کے دوران آپ کو بھوک لگی۔ پہلے آپ اپنی جیب میں رقم دیکھتے ہیں کہ کتنی رقم موجود ہے۔ آپ یہ حساب لگاتے ہیں کہ اس رقم کے مطابق کتنے مہنگے ہوٹل کا انتخاب کیا جائے اور کس قسم کی ڈش منگوائی جائے۔ قورمہ، چکن بریانی یا پھر دال۔ جب ایک آدمی محض بھوک مٹانے کے لئے اتنا سوچ و بچار کرتا ہے تو اولاد کی خواہش کرنے سے پہلے کیوں نہیں سوچا جاتا کہ ہماری آمدنی کتنی ہے، کتنے بچوں کے اخراجات آسانی سے پورے کیے جا سکتے ہیں۔ ان کی اچھی تعلیم و تربیت کی جا سکتی ہے اور ان پر توجہ دی جا سکتی ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ عورت کی صحت بھی اس کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟! اس جذبہ کی تکمیل سے پہلے وسائل پر ایک نظر ضرور ڈالئے......

گورا رنگ ہر ایک کو بھاتا ہے

صحت و تندرستی آپ کی جِلد سے جھلکتی ہے

دھوپ کی تمازت، گرد و غبار، آلودگی، تھکان سے آپ کی جلد کی قدرتی چمک دمک ماند پڑ سکتی ہے۔

ماند پڑتے ہوئے رنگ، چہرہ پر داغ دھبے،

چھائیوں سے آپ کی دلکشی متاثر ہوتی ہے۔

عظیمی ہربل نے قدرتی جڑی بوٹیوں اور کلر تھراپی

کے اُصولوں کی مدد سے

آپ کی جِلد کے لئے ایک حسن افزا کریم شین سم تیار کی ہے

کریم شین سم میں افزائشِ حسن کے لئے صدیوں سے استعمال ہونے والی

مفید و موثر جڑی بوٹیاں شامل ہیں۔

شین سم کا مسلسل استعمال رنگ گورا کرتا ہے چہرہ اور جسم پر پڑ جانے والے داغ دھبوں سے نجات دلاتا ہے۔

کریم شین سم دانوں کے نشانات صاف کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ اس کے استعمال سے

جلد نرم و نازک تر و تازہ اور شاداب رہتی ہے۔ قیمت : 84:00روپے

ہول سیل اسٹاکسٹ		
اتحاد انٹر پرائزز۔ ڈینسو ہال	صدر میڈیکل اسٹور۔ صدر	طٰہٰ ٹریڈرز۔ واٹر پمپ فیڈرل بی ایریا
دار الشفاء ٹریڈرز۔ ڈینسو ہال	ایم ایم سنز۔ لیاقت مارکیٹ، ملیر	خالد یونانی اسٹور۔ میٹروول سائٹ
ربانی یونانی اسٹور۔ نیپیئر روڈ	مسلم اسٹور۔ لیاقت مارکیٹ، ملیر	ماریہ دواخانہ۔ حیدر آباد
خواجہ اسٹور۔ صدر	قادری جڑی بوٹی اسٹور۔ لانڈھی	عظیمیہ دواخانہ۔ مریڑ حسن راولپنڈی
	عرفان قادری اسٹور۔ لانڈھی	میاں ٹریڈرز۔ مین بازار مزنگ لاہور

بذریعہ رجسٹرڈ پارسل منگوانے کیلئے
ایک شیشی کیلئے=/90روپے دو شیشی کیلئے=/165روپے
تین شیشی کیلئے=/240روپے
بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر عظیمی ہربل
1-J-34/1 ناظم آباد کے پتہ پر بھیجے جائیں۔

عظیمی ہربل ناظم آباد۔ کراچی

ای کامرس

اشیاء کی خرید و فروخت، تبدیلی، سروسز اور معلومات جو کمپیوٹر انٹرنیٹ کے ذریعے حاصل کی جائیں ای کامرس کہلاتی ہے۔

فیصل بن اقبال

کاروبار کی اہم ضرورت کمیونی کیشن ہے۔ ایک صاحب کوئی پروڈکٹ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پہلے لیبر سے رابطہ کرتے ہیں۔ میٹریل خریدتے ہیں پھر پروڈکٹ کو مارکیٹ میں لانے سے پہلے بہت سے دکانداروں سے رابطہ کرتے ہیں۔ ان سے ڈیل کرتے ہیں۔ یوں چیز مارکیٹ میں آنے کے بعد پبلک میں آجاتی ہے۔

کمیونی کیشن اور رابطہ کے بغیر کاروبار کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ رابطہ کے بعد پبلسٹی بہت ضروری ہے۔ فرض کریں مارکیٹ میں آپ کا اثر و رسوخ تو ہے مگر لوگ آپ کی پروڈکٹ کو جانتے نہیں ہیں تو آپ کا کاروبار دن دگنی رات چوگنی ترقی نہیں کرسکتا۔ اسی اصول کے تحت دنیا کی نامور کمپنیاں اشتہار سازی پر بے پناہ سرمایہ خرچ کرتی ہیں۔ ٹی وی اور ریڈیو پر نشر ہونے والے چند منٹ کی ایڈورٹائزمنٹ پر لاکھوں روپے خرچ آتا ہے چونکہ اس کے بہترین نتائج سامنے آتے ہیں اس لئے سرمایہ دار پبلسٹی پر اتنے اخراجات خوشی برداشت کرتے ہیں۔

یہاں ہم آپ کو کسی کاروبار میں کوئی مشورہ نہیں دیں گے۔ بلکہ کاروبار کے پھیلاؤ کے آسان طریقے بتائیں گے۔ جن سے محض معمولی خرچ سے آپ راتوں رات امیر بن سکتے ہیں۔ فرض کریں آپ ایک ٹوتھ پیسٹ تیار کرتے ہیں۔ اگر آپ اس کی پبلسٹی ایک گاؤں میں کریں تو نسبتاً کم کسٹمر ملیں گے۔ یہی کام آپ ایک شہر میں کریں تو مزید زیادہ گاہک ملنے کی قوی امید ہے۔ یہی پروڈکٹ اگر ملکی سطح پر ہو تو پورے ملک سے کسٹمرز ملیں گے۔ فرض کریں آپ یہ پروڈکٹ پوری دنیا کے سامنے پیش کریں تو امید کی جاسکتی ہے کہ سب سے زیادہ مال کی کھپت ہوگی۔ لیکن اس میں قباحت یہ ہے کہ روایتی طریقوں (مثلاً ریڈیو، ٹی وی، اخبار و جرائد) سے اتنے بڑے پیمانے کی پبلسٹی پر بہت زیادہ اخراجات آسکتے ہیں۔ ممکن ہے ریڈیو، ٹی وی اور اخبار و جرائد کی اشتہار سازی کو روایتی طریقہ قرار دینے کو آپ نے حیرت سے پڑھا ہو۔ ہم آپ کی حیرانگی دور کرتے ہوئے آپ کو ایسی ٹیکنیک سے آگاہ کرتے ہیں کہ جس سے نہایت کم سرمائے سے اپنا پیغام پوری دنیا تک پہنچا سکتے ہیں اور راتوں رات امیر بن سکتے ہیں۔

اس نئی ٹیکنالوجی کا نام ہے ای کامرس...... جی ہاں اس ٹیکنالوجی کے ذریعے آپ اپنی تشہیر نہایت کم خرچ میں کر کے پروڈکٹ پوری دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ ان ممکنہ اخراجات کی تفصیل میں جانے سے پہلے دیکھتے ہیں کہ ای کامرس دراصل کیا ہے؟ کمپیوٹر میں انٹرنیٹ ٹیکنالوجی نے جہاں مواصلات کے بہتر ذرائع پیدا کیے ہیں وہاں لین دین کے لئے بھی جدید طریقے روشناس کرائے ہیں۔ لین دین کو آن لائن ٹریڈنگ کا نام دیا گیا ہے۔ آن لائن ٹریڈنگ کا رجحان پوری دنیا میں عام ہوتا جارہا ہے۔ اس کی مدد سے کوئی بھی شخص گھر بیٹھے ہر قسم کی اشیاء کی خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ ایئر ٹکٹ بک کروا سکتا ہے اور اسٹاک ایکسچینج سے کاروبار کر سکتا ہے۔ یہ عمل "ای کامرس" یا الیکٹرانکس کامرس" کہلاتا ہے۔ ای کامرس کی دو شاخیں ہیں ایک B2B بزنس ٹو بزنس اور دوسری B2C۔

ای کامرس کی تعریف یہ کی جاتی ہے "اشیاء کی خرید و فروخت، تبدیلی، سروسز اور معلومات جو کمپیوٹر انٹرنیٹ کے ذریعے حاصل کی جائیں ای کامرس کہلاتی ہے"۔

جب سے ای کامرس کا آغاز ہوا ہے بزنس کے طریقہ کار میں حیرت انگیز انقلاب رونما ہوئے ہیں۔ اس سے صنعتوں کی ہیئت میں بھی تبدیلی ہو رہی ہے۔ ای کامرس کا سادہ لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ وہ کاروباری معاملات جو اداروں کے درمیان ہوں یا افراد کے درمیان بذریعہ کمپیوٹر انٹرنیٹ طے پائیں۔ اس میں کامرس کو آرگنائزیشن مینجمنٹ، کاروباری گفت و شنید، قانونی کاغذات و معاہدے اور فنانشل اسٹیٹمنٹس میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ای کامرس کے بعد اب ایم کامرس کی اصطلاح بھی استعمال ہو رہی ہے۔ یہ دراصل موبائل کامرس ہے جس میں موبائل فون کے ذریعے مالیاتی روابط استوار کئے جا سکتے ہیں۔

ای کامرس کے فوائد:۔ اشتہاری لاگت میں کمی، اشیاء کی جلد ڈیلیوری، فوری آرڈر یا ڈیل، ڈیزائننگ اور مینو فیکچرنگ کی لاگت میں کمی، بڑی کمپنیوں کی طرح چھوٹی کمپنیوں کی گلوبل مارکیٹ تک رسائی، نئی مارکیٹوں تک پہنچ صارفین کی اشیاء کی ڈیزائننگ و تیاری میں شمولیت اور فوری رد عمل کا اظہار، گھر بیٹھے خرید و فروخت کی سہولت، زیادہ سے زیادہ ورائٹی کا حصول، مقابلہ کے رجحان سے معیار میں بہتری وغیرہ وغیرہ۔

ترقی یافتہ ممالک میں ای کامرس سے بھر پور فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔ لز اسٹون نامی خاتون کا کہنا ہے "ای کامرس نے میری زندگی تبدیل کر کے رکھ دی ہے۔ اب میں بار بار دکانوں کی بھاگ دوڑ سے بچ گئی ہوں۔ کمپیوٹر پر ایک کلک کرتے ہی ایک ہی جیسی اشیاء کی بیسیوں لسٹیں آجاتی ہیں۔ جن میں اپنی پسند کی چیز دیکھ کر آرڈر کر دیتی ہوں اور وہ چیز گھر پر پہنچادی جاتی ہے"۔

کاروباری مواقع:۔ ای کامرس میں بے شمار کاروباری مواقع ہیں جن کو اپنا کر کتنے ہی لوگ راتوں رات امیر بن گئے۔ کاروبار کرنے میں مشرق و مغرب کی قید نہیں ہے۔ آپ دنیا کے کسی کونے پر موجود ہوں اپنی پروڈکٹ انٹرنیٹ پر پیش کر کے اپنا کاروبار شروع کر سکتے ہیں۔ ہم آپ کو ایک صاحب کی مثال پیش کرتے ہیں۔

پریئر اومی ڈائر نامی امریکی ایک عام سا شہری تھا۔ اس کے ایک دوست پیئر ڈیلیمانے اسے ایک مشورہ دیا کہ انٹرنیٹ پر نیلامی کی ایک ویب سائٹ بنائی جائے۔ 1995ء میں اس نے ایک ویب سائٹ بنائی جس میں لوگوں کو اپنی چیزوں کی خرید و فروخت کی دعوت دی۔ اس نے ہر کمپنی یا پارٹی کے لئے مخصوص رقم مختص کر دی۔ اس کی یہ ترکیب لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول نہ کرا سکی۔ اس موقع پر پریئر نے ایک بڑا رسک لیا۔ اس نے صارفین سے چارجز ختم کر کے سائٹ پر رجسٹریشن مفت کر دی۔ اس سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس کی سائٹ کی طرف متوجہ ہوئی اور دھڑا دھڑ رجسٹریشن ہونے لگی۔ لیکن اس فیاضی میں پریئر کو پہلے مہینے میں 250 ڈالر کا نقصان برداشت کرنا پڑا جو انٹرنیٹ سروس کا بل تھا۔ ایک مہینے کے اندر

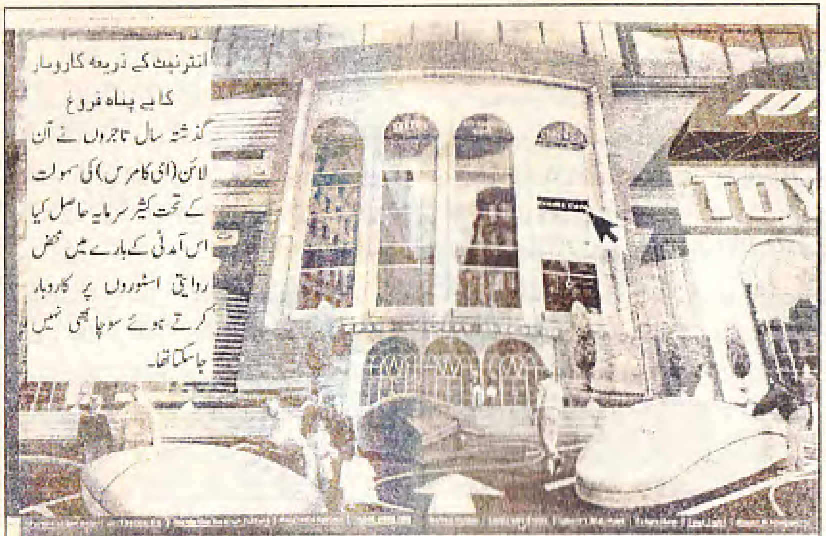

کھلونوں پر مبنی صرف تین معروف سائٹس پر روزانہ وزٹ کرنے والوں کی تعداد 9 لاکھ 35 ہزار رہی۔ کتابوں اور موسیقی پر 18 لاکھ 51 ہزار، لباس کی سائٹس پر 2 لاکھ 9 ہزار، فنانس پر 37 لاکھ 8 ہزار، کمپیوٹرز پر 4 لاکھ 2 ہزار، بگ باکس اسٹورز 3 لاکھ اور ہیلتھ پر ایک لاکھ 73 ہزار افراد نے وزٹ کیا۔

صارفین کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی تو پریئر نے 10 سے 25 سینٹ کی معمولی فیس مختص کر دی (ایک ڈالر میں 100 سینٹ ہوتے ہیں)۔ یہ انتہائی معمولی فیس تھی صارفین نے اس کا نوٹس بھی نہ لیا۔ اس نئی حکمت عملی سے اسے دوسرے مہینے میں ایک ہزار ڈالر کی آمدنی ہوئی۔ اگلے مہینے ڈھائی ہزار ڈالر، پھر پانچ ہزار ڈالر اور پانچویں مہینے میں دس ہزار ڈالر۔ اس کی کاروباری حالی کے ساتھ ہی نئی نئی اصلاحات بھی ہوتی رہیں۔ پھر اس نے جیف اسکال نامی ایک MBA کوالیفائڈ کو پارٹنر بنا کر اپنی سائٹ پر ایمپلائز ٹیکنیک، کسٹمر سپورٹ اسٹاف اور فنانس کے دیگر لوگوں کو ملازم رکھا۔ اس طرح ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے دو سال بعد یعنی 1997ء میں اس سائٹ پر 65 لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری کی گئی۔ تین سال بعد یعنی اب پریئر کی سائٹ دنیا کی چند مستحکم مایہ ناز کاروباری مراکز میں سے ایک ہے جہاں ہر لمحہ کاروباری لین دین یا ڈیل ہوتی ہے۔ اگر آپ بھی زمین سے آسمان پر پہنچنے والے اس شخص کی ویب سائٹ کا وزٹ کرنا چاہتے ہیں تو www.ebay.com پر کلک کیجئے۔ پریئر اومی ڈائر جیسے لاکھوں لوگ ای کامرس کی بدولت معمولی شخص سے امیر ترین شخص بن گئے۔ اس جیسی دیگر ویب سائٹس پر ہر لمحہ نیلامی ہوتی رہتی ہے۔ آپ بھی اس گلوبل مارکیٹ میں داخل ہو کر مالی فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

اس سال ای کامرس کے ذریعے امریکیوں نے 15 بلین ڈالر کی خریداری کی۔ ایک بلین دس کھرب کے برابر ہوتا ہے یعنی ڈیڑھ سو کھرب ڈالر۔ ان ڈیڑھ سو کھرب ڈالر کو اگر پاکستان روپوں میں تبدیل کرنا ہو تو اس رقم کو 61 سے ضرب کر دیں کیونکہ آج کل ڈالر کی پاکستان میں قیمت 61 روپے ہے۔ اس طرح جو امریکیوں کی خریداری کی کل رقم بنتی ہے اسے ہمارا کیلکولیٹر سمجھنے سے قاصر

ہے۔ انگلینڈ نے 1999ء میں ای کامرس پر 3 بلین پاؤنڈ (یعنی تیس لاکھ پاؤنڈ) خرچ کئے یاد رہے برطانوی پاؤنڈ آج کل 88 پاکستانی روپے کا ہے۔ دنیا بھر میں انٹرنیٹ اکانومی 1999ء میں 184 بلین پاؤنڈ رہی۔ امید کی جارہی ہے 2000ء کے آخری دنوں میں یہ 792 بلین پاؤنڈ تک پہنچ جائے گی۔

پاکستان میں ای کامرس:- خوش قسمتی سے پاکستان میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کے فروغ پر کافی کام ہورہا ہے اور اس کا شعور بیدار کیا جارہا ہے جس سے یہاں ای کامرس کی مدد سے تجارت کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ موجودہ بجٹ میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے پندرہ بلین روپے مختص کئے گئے ہیں۔ جس کے تحت ایکشن پلان کی منظوری بھی دی گئی ہے اور انٹرنیٹ ریٹ بھی کم کئے جارہے ہیں جس سے گھریلو صارفین کے ساتھ ساتھ ای کامرس کے تحت کام کرنے والے کاروباری اداروں کو بھی سہولت ملے گی۔ کاروباری اداروں کو ای کامرس کی طرف راغب کرنے کے لئے حکومت نے کئی انقلابی اقدامات کئے ہیں اور سرمایہ کاروں کو مزید مراعات دینے کا فیصلہ کیا ہے جن میں انٹرنیٹ کے ذریعے L C حاصل کرنے کی سہولت، انٹرنیٹ بینکنگ کی سہولت، بینکوں کو انفارمیشن ٹیکنالوجی کے شعبوں میں سرمایہ کاری کی اجازت دینا وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ اس ٹیکنالوجی کو عوام میں عام کرنے کی پالیسی کا فقدان نظر آتا ہے۔

ای کامرس کے لئے سرمایہ :- ای کامرس کے لئے سرمایہ کاری کا کوئی پیمانہ مختص نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے پاس کتنا ہی سرمایہ کیوں نہ ہو وہ اونٹ کے منہ میں زیرہ کے برابر ہے۔ تاہم ابتدائی طور پر کاروبار شروع کرنے کے لئے ضروری چیزیں بتائی جارہی ہیں۔ سب سے پہلی چیز ڈومین (سائٹ) کی تیاری ہے۔ اس کے بعد ہوسٹنگ پے منٹ، سوفٹ ویئر پے منٹ، مرچنٹ اکاؤنٹس پے منٹ، چند ٹیکس اور آخر میں مارکیٹنگ یا سیل کے لئے پروڈکٹ کا نمبر آتا ہے اس طرح اندازاً کم از کم پچاس ہزار سے ایک لاکھ کے درمیان سرمایہ خرچ ہو سکتا ہے۔

اپنی پروڈکٹ متعارف کرائیے:- دنیا بھر میں ای کامرس میں جن شعبوں کی سائٹس زیادہ مقبول ہیں ان میں آن لائن کمپیوٹرز، کلب، کیسینو، پبلک سروسز، گفٹ، کنزیومر آئٹم، شاپنگ، یوٹیلیٹی بلز (الیکٹرک، فون، گیس) بینکنگ، اسٹاک ایکسچینج، کرنسی، جائداد کی خرید فروخت، نیلامی، آن لائن ٹکٹنگ، ہوٹل ریزرویشن، ٹوریزم، آن لائن بائنڈنگ زیادہ مقبول ہیں۔ پہلے تو آپ کو یہ تلاش کرنا ہے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ فرض کیجئے آپ نے ایسی سائٹ بنائی ہے جس میں کوئی پروڈکٹ فروخت کرنا ہے تو اس سائٹ کا شعبہ شاپنگ ہے۔

سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کونسی پروڈکٹ متعارف کرائی جائے۔ پاکستانی روپے کی قیمت ڈالر مقابلے میں کم ہونے کے کئی نقصانات ہوئے ہیں یعنی عالمی منڈیوں میں فروخت ہونے والی اشیاء کے ریٹ بڑھتے جارہے ہیں لیکن کاروباری لحاظ سے اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ مقامی اشیاء جو بہت سستے داموں میں تیار ہو جاتی ہیں، ڈالروں میں فروخت کی جاسکتی ہیں۔

مثلاً پاکستانی روایتی لباس کے مختلف ڈیزائن دنیا کے لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کراسکتے ہیں۔ ثقافتی اشیاء بہت اہم ثابت ہوسکتی ہیں۔ پاکستانی مصنوعات ای کامرس کے صارفین کی توجہ حاصل کرسکتی ہیں۔

ایک اور طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ اپنی سائٹ کو اشتہاری شکل دے دی جائے۔ مثلاً سائٹ کو بے روزگاری سے متعلق کر کے دو حصے کر دیئے جائیں۔ ایک میں بے روزگاروں کے اشتہار لگائے جائیں کہ اس شعبہ میں روزگار کے متمنی موجود ہیں۔ ان امیدواروں کا نام، پتہ، ای میل ایڈریس، پوسٹل ایڈریس، تعلیم، شعبہ اور تجربہ کی معلومات ہوں۔ دوسرا حصہ ایسے اداروں کے لئے مخصوص ہو جن کو ملازمین کی ضرورت ہے۔ ان تمام اشتہارات کی

معمولی فیس رکھ کر پوری دنیا کے لئے عام کردیا جائے۔ دنیا میں بے روزگاروں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ فرض کریں آپ نے اشتہار کی فیس دس سینٹ (اندازاً بارہ روپیہ) رکھی ہے۔ ہر مہینہ ایک ہزار لوگوں نے رجسٹریشن کرائی تو بارہ ہزار ہوگئے۔ یہ صرف ملازمت کے حوالے سے سائٹ بنانے کی ایک تجویز تھی ایسے کتنے ہی آئیڈیاز موجود ہیں۔

ای کامرس ایک ٹیکنالوجی ہے۔ پاکستان میں اس کا شعور نہ ہونے کے برابر ہے اور اس سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کیا جارہا ہے۔ جس کی کئی وجوہات ہیں مثلاً ٹیلی فون کا حصول ہی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے (جو انٹرنیٹ کے لئے ضروری ہے) لوگ کئی کئی سال انتظار کرتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف ٹیلی فون چارجز اتنے زیادہ ہیں کہ غریب لوگ تو ایک طرف متوسط طبقے کے لوگ بھی مشکلات کا شکار رہتے ہیں۔ ٹیکسز نے لوگوں کو مزید پریشان کیا ہوا ہے۔ دوسرے ای کامرس کے حوالے سے کوئی واضح سرکاری پالیسی سامنے نہیں آئی ہے۔ اس میں کئی قانونی ضابطوں کی ضرورت ہے جن سے ای کامرس سے وابستہ تاجر کو پورا تحفظ اور بھرپور مواقع حاصل ہوں۔ اب تک جو لوگ اس کام سے وابستہ ہیں وہ فری لانس خود اختیاری طور پر کام کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق لیلۃ القدر ایک ہزار مہینوں کے دن اور رات کے حواس سے افضل ہے، اس رات انسان کے خوابیدہ حواس کی رفتار ساٹھ ہزار گنا بڑھ جاتی ہے۔ رمضان المبارک میں سحر اور افطار پوری مسلمان قوم ایک ساتھ کرتی ہے۔ رمضان کے اجتماعی پروگرام سے انوار و تجلیات کا بے پناہ نزول ہوتا ہے اور بارگاہِ الٰہی میں اجتماعی دعائیں جلدی قبول ہوتی ہیں۔

مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن کے زیر اہتمام عظیمیہ جامعہ مسجد میں

رمضان المبارک کی طاق راتوں میں

شب بیداری

کا اجتماعی پروگرام منعقد کیا جارہا ہے۔ اجتماعی عبادت کا آغاز بعد از نماز تراویح ہوگا پروگرام کے اختتام پر

حضرت **خواجہ شمس الدین عظیمی** صاحب اجتماعی دعا کرائیں گے۔

شب بیداری میں شرکت کے خواہش مند خواتین و حضرات غسل کر کے صاف ستھرا لباس زیب تن کر کے اور عمدہ قسم کی خوشبو لگا کر تشریف لائیں۔

(ایسے افراد جو شب بیداری میں شرکت سے قاصر ہوں دعا میں شرکت کے لئے نام ارسال کر سکتے ہیں۔ تفصیلات آئندہ صفحات پر تلاش کیجئے)

منجانب: مرکزی مراقبہ ہال۔ سرجانی ٹاؤن، کراچی

انتخاب

کوثر معین رضوان

وقت کی پابندی

اسلام میں جو عبادتیں فرض کی گئی ہیں۔ وہ سب کی سب وقت اور مدت کے ساتھ فرض کی گئی ہیں۔ مثلاً روزہ اور حج کی فرضیت سال کے مخصوص مہینوں میں ہے۔ ایسا نہیں کیا گیا کہ جب چاہے روزہ رکھ لو اور جب چاہے حج ادا کر لو۔ نماز کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ

ترجمہ: ”بے شک نماز اہل ایمان پر مقرر وقت کے ساتھ فرض ہے“

نماز کو متعین وقت پر ادا کرنے کا حکم کوئی سادہ بات نہیں، یہ نمازیوں کی پوری زندگی کی تنظیم و تربیت ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ”مسجدیں متقیوں کا گھر ہیں“ دوسرے لفظوں میں یہ کہ مسجد تقویٰ کی تربیت کا مرکز ہے۔ اس تربیت کا ایک اہم جز بلاشبہ وقت کی پابندی ہے۔ اہل ایمان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اپنی عبادتوں کو ان کے مقرر وقت پر ادا کریں۔ یوں اپنی زندگی کے تمام معاملات کو نظم وضبط اور ڈسپلن کے اصول پر قائم کریں۔

اہل ایمان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ گھڑی کے مطابق اپنے رات اور دن کا ٹائم ٹیبل مرتب کریں۔ ہر کام کو اس کے متعین وقت پر ادا کریں۔ جب بھی کوئی وعدہ کریں تو ٹھیک وقت پر اس کو پورا کریں۔ ہر وہ معاملہ جس کا تعلق وقت سے ہو اس کو وہ عین اس کے مقرر وقت پر انجام دیں۔ عبادتوں کو وقت کے ساتھ باندھ کر یہ سبق دیا گیا ہے کہ مومن کی پوری زندگی اوقات کے نظام کے ساتھ بندھی ہوئی ہونی چاہئے۔ دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ اکثر صوم وصلوٰۃ کے پابند افراد بھی بہت سے دنیاوی معاملات میں وقت کی پابندی نہیں کرتے جب کہ حقیقت یہ ہے عام زندگی میں وقت کی پابندی نہ کرنا بھی اتنا ہی غیر اسلامی ہے جتنا نماز کے معاملہ میں وقت کی پابندی نہ کرنا۔

اپنی کارکردگی بہتر بنائیے

مشعل رحیم

ہمارے ملک کے کچھ طلباء و طالبات اعلیٰ صلاحیت ہونے کے باوجود بعض اوقات ان کا صحیح طور پر اظہار نہیں کرپاتے۔ ایسے طلباء کے لئے چند ضروری مشورے اور آسان مشقیں پیش کی جارہی ہیں۔

صفدر بہت تیز دوڑ سکتا ہے مگر جب ایتھلیٹ کے لئے ہونے والے ٹرائلز میں شریک ہوا تو بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہ کر سکا۔

مظفر بہت ذہین لڑکا ہے مگر امتحانات کے دنوں میں اپنی کارکردگی کو برقرار نہ رکھ سکا اور اچھے نمبر حاصل نہ کر سکا۔

زارا بہت اچھی نعت پڑھ سکتی ہے مگر اسکول میں ہونے والی میلاد میں اس کی آواز میں ارتعاش پیدا ہو گیا جس سے حاضرین پر اس کا گہرا تاثر نہ پڑا۔ شمشیر بہت اچھی تقریر کر سکتا ہے مگر جب اسے بڑے مقابلہ میں موقع ملا تو خاطر خواہ صلاحیت کا مظاہرہ نہ کر سکا۔

اس طرح کے بہت سے واقعات ہمارے بعض نوجوان طلباء و طالبات کے ساتھ پیش آتے رہتے ہیں کہ وہ صلاحیت تو رکھتے ہیں مگر جب کام انجام دینے کا موقع ملے تو گھبرا جاتے ہیں، ڈپریس ہو جاتے ہیں یا اچانک اعتماد سے بوکھلا کر اپنی صلاحیت کا اظہار نہیں کرپاتے۔ اگر ہم اپنی صلاحیتوں کی سطح کے برابر کام کر کے نہ دکھا سکیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری کامیابی غیر یقینی ہے۔ تعلیمی ادارے میں استاد آپ کو ایک یا چند مواقع دیں گے اگر آپ بہتر کارکردگی نہ دکھا سکے تو ان پر یہ غلط تاثر پڑ سکتا ہے کہ آپ کے اندر یہ صلاحیت ہی نہیں ہے۔

خراب کارکردگی ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے ہمارے ملک کے بہت سے لوگ دوچار ہیں۔ اسکولوں اور کالجوں میں طلباء کی خراب کارکردگی کا تذکرہ تو ہم سنتے رہتے ہیں لیکن دراصل یہ مسئلہ تعلیمی اداروں تک ہی محدود نہیں ہے۔ کسی بھی جگہ ہم اپنی صلاحیتوں کے مطابق کام نہیں کرتے تو دوسرے لوگ ہماری جانب تنقیدی نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں۔ مثلاً استاد کوئی سوال سمجھانا چاہتے ہیں مگر آپ کی سمجھ میں نہیں آتا تو ایک حد تک وہ آپ پر توجہ دیں گے بصورت دیگر بار بار کے اسی عمل سے ان کے اندر ناگواری جنم لینے لگے گی۔ اسی بات کو زیادہ واضح انداز میں اس طرح سمجھئے کہ ایک صاحب کسی کمپنی میں آوٹ ڈور سیلزمین کی حیثیت سے مامور ہیں مگر وہ کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کرپاتے تو ان کے سینئر ایک حد تک تو اصلاح کرنے کی کوشش کریں گے اس کے بعد ناگواری پیدا ہونے لگے گی جو انتہائی شکل میں سیلزمین کی برخاستگی پر بھی ختم ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے خاص چیزیں ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر بعض لوگ اپنی صلاحیتوں کے مطابق کام کا مظاہرہ کیوں نہیں کرپاتے!! اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ان کے ذہن کے کسی گوشے میں کسی پریشانی کا شدید اثر ہو جسے ہم عام زبان میں

کمتر کہتے ہیں۔ کسی وجہ سے وہ ڈپریشن کا شکار ہوں جس کی وجہ سے وہ غیر فعال نظر آتے ہیں۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں جو کچھ پڑھایا جارہا ہے اس میں زبردستی کا بھی بہت اثر ہے۔ بچے پر ایک طرح کا ذہنی دباؤ رہتا ہے۔ بس کتابیں پڑھادی جاتی ہیں۔ اب چاہے سمجھے یا نہ سمجھے۔ پھر اسے امتحان دینا ہے۔ اس وجہ سے سیکھنے کا عمل رک جاتا ہے اور صرف پڑھنے یا رٹا لگانے کا مرحلہ رہ جاتا ہے۔ جو ظاہر ہے اس کے ذہنی ارتقاء کو روک دیتا ہے۔ اسے زبردستی تعلیمی زینے عبور کرنے پڑتے ہیں حالانکہ وہ جذباتی طور پر خالی اور ذہنی لحاظ سے کورا ہوتا ہے۔ ایک معنی میں اسے سیکھنے اور سمجھنے کے تجربے سے گزرنے ہی نہیں دیا جاتا۔ ایسی صورت میں کس طرح ممکن ہے کہ بچہ اپنی صلاحیت کا اظہار کر سکے۔

ہمارے ملک میں ایسے بھی بے شمار خاندان ہیں جہاں بچے کے کسی کام یا کارنامے کو سرے سے اہمیت ہی نہیں دی جاتی۔ بعض گھرانوں میں تو بچوں کی جذباتی دل آزاری کی جاتی ہے۔ اس کے سامنے کہا جاتا ہے کہ فلاں بچے کو دیکھو اتنا ذہین ہے، یہ کرتا ہے، وہ کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس سے بچہ ذہنی طور پر خود کو کمتر سمجھنے لگتا ہے۔ اب اس کے اندر صلاحیت بیان کردہ بچے سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو وہ کبھی بھی اس بچے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور خود کو اس سے کمتر سمجھتا ہے۔ یہ احساس کمتری اس کے سیکھنے کے عمل کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔

بعض خاندانوں میں روایات کا بہت شہرہ ہے۔ روایات اچھی بھی ہو سکتی ہیں اور نمائشی و جھوٹی شان بھی مگر بچے کو اپنی طرح اس میں قید کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسے ان کی اندھی تقلید پر مجبور کیا جاتا ہے۔ بعض جگہ بچے پر زبردستی اپنے مطلب کے مضامین مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ بچہ میڈیکل میں دلچسپی رکھتا ہے مگر ماں باپ نے اسے انجینئرنگ کے شعبے میں ڈال دیا۔ ان وجوہات کے علاوہ بھی کئی وجوہ ہیں جو کسی شخص کی کارکردگی پر منفی اثر ڈالتی ہیں۔

ان اثرات کو بڑی حد تک ختم یا کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات بہر حال اہمیت رکھتی ہے کہ معاشرے، خاندان اور دوسرے پس منظر کا بھی دباؤ ہوتا ہے پھر بھی اگر ایسے شخص کی قوت ارادی بحال کر دی جائے تو یہ مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔

اگر آپ بھی اپنی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کرپاتے تو ذہن نشین رکھئے کہ جو کام آپ کو ملا ہے وہ آپ ہی کی انفرادیت ہے۔ یہ موقع آپ ہی کو ملا ہے اگر کوئی اور اسے کرنے کے قابل ہوتا ہے تو یہ موقع آپ کو کیوں ملتا؟ فیصلہ تو آپ ہی کرتے ہیں کہ عمل کیا جائے یا نہیں۔ پُرامید رہیں یا ناامید ہو جائیں۔ یہ سارے فیصلے آپ خود کرتے ہیں بیرونی دباؤ کو اس کا براہ راست ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اپنی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے چند باتیں ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

1- کوئی بھی کارنامہ ہو اس میں رسک اور محنت دونوں کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ عام طور پر گھبراہٹ اور پیچھے ہٹ جانا آپ کی کارکردگی کو خراب کر دیتا ہے۔ اپنی ذمہ داریاں کو انجام دینے میں کبھی پیچھے ہٹنے کی کوشش نہ کریں۔ یہ سمجھیں کہ یہ آپ کے لئے ایک ٹاسک ایک ٹارگٹ ہے اور آپ کو بھرپور محنت کے ساتھ اس ٹارگٹ کو حاصل کرنا ہے۔ ہر بڑا کام رسکی ہوتا ہے اور اسے کرنے میں محنت بھی کرنی پڑتی ہے۔ صلاحیت دراصل توانائی کی طرح ہے، جو کبھی ضائع نہیں ہوتی ہاں اگر اسے استعمال نہ کیا جائے تو غیر استعمال شدہ رہ جاتی ہے۔ لیکن یہی توانائی استعمال ہونے کے بعد ٹنوں وزنی طیاروں اور خلائی جہازوں کو کشش ثقل سے بعید لے جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح آپ کے اندر بھی صلاحیت تو موجود ہے مگر آپ اسے استعمال نہیں کر رہے۔

2- ہر کام طے شدہ منصوبے کے تحت کریں۔ ٹائم مینجمنٹ کی بھی اپنی حیثیت ہے۔ ان کاموں کی فہرست بنائیں جو آپ کو کرنا ہیں۔ ان میں سب سے آسان کام پہلے کریں اور پھر اسی نسبت سے ذرا مشکل کام اور ہر کام کرنے

سے پہلے اس کا پورا نوٹ ذہن میں بنالیں۔ کسی بڑے تقریری مقابلے میں آپ کو حصہ لینا ہے تو پہلے اس کی خوب پریکٹس کرلیں۔ گھر کے چھوٹوں اور بڑوں کے سامنے ریہرسل کریں۔ اگر وہ کوئی تنقیدی نکتہ نکالیں تو بلاکان ہو کر بیٹھ نہ جائیں اس پر غور کریں۔ اپنے دوستوں کے سامنے فن کا مظاہرہ کریں اس طرح آپ کی جھجک کم ہوگی۔ اسی طرح آپ جو کام کرنا چاہتے ہیں پہلے اس کی خوب پریکٹس کریں۔ بعض طلباء و طالبات کو حد سے زیادہ شرمیلا دیکھا گیا ہے۔ ذہن میں کوئی سوال ہو مگر استاد یا بڑوں سے نہیں پوچھتے۔ یہ آپ کے کیریئر کا معاملہ ہے اور کون سا وہ آپ کے سوال پر بخش کر دیں گے۔ اس کا جواب دے کر خوشی محسوس کریں گے۔ امتحان میں آپ کو بیٹھنا ہے ان لوگوں کو تھوڑا ہی دینا ہے۔

3- بعض طلباء و طالبات میں خود اعتمادی کا فقدان ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ بڑوں کی ہر بات قبول کرتے چلے جاتے ہیں چاہے وہ کسی قدر غلط ہی کیوں نہ ہو۔ اپنے اندر اتنی ہمت پیدا کیجئے کہ کسی موقف پر خود بھی کچھ سوچ سکیں۔ دوسروں کے کہنے پر چل چل کر ہی اس حال کو پہنچے ہیں۔ کسی کا مشورہ اچھا ہو یا برا یہ آپ پر منحصر ہے کہ اسے قبول یا رد کریں۔ اپنا موقف پیش کرتے ہوئے ادب کو بھی فراموش نہ کریں۔ ہمیشہ ذمہ دارانہ زبان میں بات کریں۔ ذمہ دار شخص تدبر کے ساتھ بولتا ہے۔ اگر کوئی اپنا فیصلہ مسلط کرنے پر مصر ہو تو یہ کہہ دیں "میں سوچوں گا" یا "کوشش کروں گا"۔

4- مستقل مزاجی کی اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ایسے بے شمار لوگوں سے واقف ہیں جنہوں نے بہت بڑے بڑے منصوبوں میں ہاتھ ڈالا جس کے ذریعے وہ معاشرے میں بہت بڑا مقام حاصل کر سکتے تھے مگر محض اپنی غیر مستقل مزاجی کی وجہ سے کچھ ہی دن میں ان کا جی بھر گیا۔ کام چاہے چھوٹا ہو یا بڑا اس کی انجام دہی میں مستقل مزاجی کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور یہ یاد رکھیں کہ یہ نہایت صبر آزما مرحلہ ہے۔ اگر آپ نے یہ صبر آزما مرحلہ انجام دے دیا تو سمجھئے آپ کی کارکردگی سے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔

دماغی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے ایک آسان مشق دی جارہی ہے جو آپ کی کارکردگی میں اضافے کا سبب بنے گی۔ صبح سویرے بیدار ہو جائیے۔ ہری زمین یا گھاس پر کچھ دیر چہل قدمی کیجئے۔ اس دوران طویل سانس لیں۔ پانچ منٹ کے بعد تازہ وضو کرکے صحن یا کسی ایسی جگہ بیٹھ جائیں جہاں تازہ ہوا کا گزر ہو۔ انداز نشست ایسا ہو کہ جسم کو تکلیف نہ ہو۔ آنکھیں بند کرکے دل ہی دل میں آہستہ آہستہ یاحی یاقیوم کا ورد کریں۔ ورد میں جلدی نہ کریں۔ اس دوران ناک سے سانس لیں اور بند آنکھوں کا رخ ناک کی نوک پر ہو۔ اب یہ تصور کریں کہ یاحی یاقیوم کی بازگشت آپ کے پورے جسم میں ہو رہی ہے۔ اس عمل میں خیالات آتے ہیں تو ان کی پرواہ مت کریں۔ اس مشق کے لئے پانچ

سے دس منٹ کا وقت کافی ہے۔

ذہنی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لئے جناب خواجہ شمس الدین عظیمی اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، وضو بے وضو یاحی یاقیوم کے ورد کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس سے ہزاروں لوگوں نے استفادہ کیا ہے۔ آپ بھی تجربہ کرکے دیکھیں۔

ذہنی دباؤ سے نجات پائیے :۔ بائیں ہاتھ کی سب سے بڑی انگلی کے درمیانے جوڑ کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور انگشت شہادت سے ہلکے دباؤ کے ساتھ پکڑیں۔ تین منٹ تک دباؤ کے بعد یہی عمل دائیں ہاتھ کی بڑی انگلی کے ساتھ کریں۔ ایکوپریشر کی یہ مشق جسم کے ٹینشن اور اسٹریس کو ختم کرنے کا بہت آسان ذریعہ ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں چھ منٹ آپ کسی بھی وقت نکال سکتے ہیں۔ دیکھئے تصویر A

حیاتی توانائی میں اضافہ کیجئے :۔ اپنے بائیں ہاتھ کی چوتھی انگلی (چھوٹی انگلی کے برابر والی) کے آخری جوڑ کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور ہاتھ سے تین منٹ کے لئے ہلکا دباؤ دیں۔ پھر یہی عمل دوسرے ہاتھ کے ساتھ کریں۔ یہ آپ کو جسمانی سکون عطا کرے گا اور آپ ٹینشن و اسٹریس سے نکل کر نئی توانائی پائیں گے۔ یہ مشق جسمانی اعضاء کو نئی قوت بخشتی ہے۔ یہ مشق بھی آپ دن کے کسی بھی حصہ میں کرسکتے ہیں۔ دیکھئے تصویر B

یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ آپ کی صلاحیتوں اور کارکردگی کو اوپر لانے میں جہاں دوسرے عوامل کارفرما ہیں اسی طرح اس خرابی کے سب سے بڑے ذمہ دار آپ خود ہیں۔ اگر آپ کو اپنے اوپر بھروسہ اور یقین ہے تو یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے۔ کسی مفکر کا قول ہے اپنی زندگی مشن کی طرح گزارنی چاہئے اور مشن کے لئے آدمی دیوانہ وار کام کرتا ہے، کچھ بھی کر گزرتا ہے تو کیا آپ اپنی صلاحیتوں کا لوہا نہیں منوا سکتے؟

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی وطن واپسی

پاکستان کے معروف روحانی اسکالر حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی روحانیت کی تبلیغ اور دنیا کے مختلف ممالک میں اپنے شاگردوں کو روحانی علوم کی تعلیم کی غرض سے گذشتہ چند ماہ سے بیرونی ممالک کے دورے پر ہیں۔ اس دوران عظیمی صاحب کا قیام زیادہ تر برطانیہ میں رہا جہاں آپ نے قلندر شعور اکیڈمی کے زیر اہتمام روحانی کلاسوں کا اجراء فرمایا۔ محترمہ سعیدہ خاتون عظیمی صاحبہ قلندر شعور اکیڈمی برطانیہ کی پرنسپل جبکہ جناب اخلاق احمد مغل صاحب وائس پرنسپل مقرر کئے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب اس دوران تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے ڈنمارک، ناروے، سویڈن اور امریکہ بھی تشریف لے گئے۔ عظیمی صاحب انشاء اللہ 26 نومبر کو برطانیہ سے روانہ ہو کر عمرہ کی ادائیگی اور روضہ رسول ﷺ حاضری کے بعد دسمبر 2000ء کے دوسرے ہفتے میں پاکستان واپس تشریف لے آئیں گے۔

حضرت عظیمی صاحب مرکزی مراقبہ ہال شب قدر کے اجتماعات میں شرکت فرمائیں گے اور جمعۃ الوداع کو سلسلہ عظیمیہ کی روایتی افطار عشائیہ کی میزبانی فرمائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

تصوف حقائق کی روشنی میں

صوفیاء کرام کی سوانح حیات کا مطالعہ کیا جائے تو روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے دنیا کو ترک کرنے کی تلقین نہیں کی بلکہ دنیا کے بے اعتدالانہ استعمال اور اس کی محبت میں کھو جانے سے منع کیا ہے۔ انہوں نے شادیاں کیں، ان کے اہل و عیال تھے، ان کے ذاتی مکانات اور مزروعہ اراضی تھے ان حقائق کی موجودگی میں ان پر رہبانیت کا الزام کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔

گذشتہ سے پیوستہ

اور وہ شخص جو اپنی زندگی اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کرنا چاہتا ہو اور دنیا کے گوشے گوشے میں اس پیغام حق کو پہنچانے کے لیے میدان میں نکلنا چاہتا ہو، اس کے لیے ناگزیر ہے کہ پہلے وہ تزکیہ قلب اور تربیتِ نفس کے کٹھن مرحلہ کو کامیابی سے طے کرلے اگر اس میں ذرا بھی خامی باقی ہو گی تو اس کی ادنیٰ سی لغزش اسلام کے وقار کو سخت نقصان پہنچانے کا باعث بنے گی۔

آج جب کہ ہم تبلیغ کے لیے تحصیلِ علم کو ہی کافی سمجھتے ہیں اور ریاضت و مجاہدہ کو غیر ضروری بلکہ خلافِ اسلام قرار دیتے ہیں تو ہماری تبلیغ کا رنگ ہی بدل گیا ہے۔ نہ کلام میں اثر ہے نہ وعظ و نصیحت کا کوئی نتیجہ برآمد ہوتا ہے اور ہماری اخلاقی کمزوریاں قدم قدم پر عیاں ہوتی ہیں اور اسلامی تضحیک کا باعث بنتی ہیں۔ آپ یوں سمجھئے کہ کفار کے ساتھ گھمسان کی لڑائی شروع ہے۔ آپ سپاہی بھرتی کرتے ہیں۔ کیا آپ انہیں بھرتی کرنے کے بعد فوراً میدان جنگ کی طرف روانہ کریں گے۔ میدان جنگ سے بہت دور ایک چھاؤنی میں بھیجیں گے جہاں وہ فوجی نظم و ضبط کے علاوہ اس کے استعمال کے ڈھنگ سیکھیں گے اور جب وہ تربیت کے اس مرحلہ کو مکمل کرلیں گے تب وہ اس قابل ہوں گے کہ انہیں میدان جنگ میں کسی محاذ پر متعین کیا جائے۔ اگر آپ جنگ میں سپاہیوں کو فوراً جھونک دیں گے تو وہ دشمن کے بجائے اپنے دوستوں کو نقصان پہنچائیں گے اور کوئی بعید نہیں کہ وہ خود ہی اپنی گولی کا نشانہ بن جائیں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری

عیسائیوں کے نزدیک رہبانیت مقصد حیات ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے دنیا سے الگ تھلگ زندگی بسر کرنے میں سلامتی اور نجات سمجھتے ہیں صوفیاء کرام کے ہاں اس قسم کا قطعاً کوئی تصور نہیں۔ صوفیاء کرام کی سوانح حیات کا مطالعہ کیا جائے تو روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے دنیا کو ترک کرنے کی تلقین نہیں کی بلکہ دنیا کے بے اعتدالانہ استعمال اور اس کی محبت میں کھو جانے سے منع کیا ہے۔ انہوں نے شادیاں کیں، ان کے اہل و عیال تھے، ان کے ذاتی مکانات اور مزروعہ اراضی تھے ان حقائق کی موجودگی میں ان پر رہبانیت کا الزام کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا حکم ہے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی ان الفاظ میں ثناگستری فرماتا ہے:

"یعنی یہ وہ مردان پاکباز ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انہیں نہ تجارت غافل کر سکتی ہے اور نہ خرید و فروخت"۔

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا ارشاد بھی سماعت فرمائیے:

"ترک دنیا کے یہ معنی نہیں کہ کوئی آدمی اپنے آپ کو برہنہ اور لنگوٹہ باندھ کر بیٹھ جائے بلکہ ہمارے نزدیک ترک دنیا یہ ہے کہ لباس بھی پہنے، کھانا بھی کھائے اور حلال کی جو چیز دستیاب ہو اسے استعمال بھی کرے۔ لیکن

دولت کو جمع کرنے کی طرف راغب نہ ہو اور نہ دل میں اس کو جگہ دے۔"

چوتھا اعتراض: یہ اعتراض بڑے زور شور سے تصوف اور صوفیاء پر کیا جاتا ہے اور اس زمانہ میں تو اس اعتراض نے بڑی اہمیت اختیار کرلی ہے اور ہر شخص جو چند سطریں لکھنے کی صلاحیت حاصل کرلیتا ہے وہ اہلِ حق پر یہ اعتراض کرنا اپنا فرض بھی سمجھتا ہے۔ آیئے پہلے معترضین کی بات سنیں اور اس کے بعد حقیقت کی کسوٹی پر اسے پرکھیں۔

معترضین حضرات کہتے ہیں کہ تصوف ایک افیون ہے اور صوفیاء نے ملت کے قوائے عمل کو معطل بلکہ مفلوج کرکے رکھ دیا ہے۔ ان کو اس بات پر اصرار ہے کہ ملت کو چاہیے کہ تصوف کی بنائی ہوئی روپہلی اور سنہری زنجیروں سے اپنے آپ کو رہا کرائیں اور تصوف کی پیدا کردہ خواب آلود فضا سے نکل کر حقائق کی تلخیوں سے دوچار ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔ بات کچھ اور ہے لیکن معترضین نے اسے نئے نئے جاذبِ قلب و نظر اسالیب میں بیان کرکے بڑی غلط آمیزیاں کی ہیں۔

ہم تمام ذمہ داری اور وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ یہ الزام سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان بزرگوں نے ملت کے عروقِ مُردہ میں ہمیشہ نئی روح پھونکی ہے۔ ان کی فیض نگاہ سے حوصلوں میں بلندی، عزائم میں پختگی، ولولوں میں جولانی اور قوتِ عمل میں برق نما سرعت اور چمک پیدا ہوتی ہے۔ آپ ذرا تعصب کی پٹی اتار دیجیے اور تبلیغ اسلام کی تحریک کے جوانمرد علمبرداروں کے نقوشِ پا کو تو دیکھتے ہوئے ان میدانوں تک پہنچنے کی کوشش کیجیے جہاں حق نے باطل پر ابدی فتح حاصل کی ہے۔ برصغیر پاک و ہند پر ذرا سرسری نظر ڈالیے ریگستان کا ایک درویش تبلیغ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے وطن کو چھوڑتا ہے، اپنے اقارب و احباب کو الوداع کہتا ہے۔ اپنی منقولہ اور غیر منقولہ املاک سے دست کش ہوتا ہے اور ظلمت کدۂ ہند کا رخ کرتا ہے۔ یہاں بھی کئی ایسے گوشے تھے جہاں اسلام نے اپنے قدم جمالیے تھے لیکن اس کے حوصلہ کی بلندی اور اس کے عزائم کی پختگی اور اس کے جوش کی جولانی اسے راجپوتانہ کے اس علاقہ میں لے جاتی ہے جہاں کفر کی کالی رات چھائی ہوئی ہے۔ ایک آمرِ مطلق راجہ وہاں کا حکمران ہے وہ ظالم راجہ کی اس ریاست کے کسی دور افتادہ گوشے کو اپنا مسکن نہیں بناتے، بلکہ اس کی راجدھانی میں جاکر اپنا مصلّیٰ بچھا دیتے ہیں۔ ساری آبادی بت پرست اور اپنے ان مشرکانہ عقائد میں حد درجہ غلو رکھتی ہے۔ اپنے ان معبودوں کے خلاف کوئی بات سننا گوارا تک نہیں کرسکتی جگہ جگہ مندر موجود ہیں۔ بڑے بڑے برہمن ان لوگوں کے عقائد اور نظریات کی حفاظت کے لیے ہر قسم کے علوم و فنون سے مسلح ہیں۔ مسندِ حکومت پر پرتھوی راج جیسا جابر ظالم اور متعصب ہندو راجہ براجمان ہے۔ اس ناسازگار ماحول میں جو شخص حق کی دعوت دیتا ہے اور ہر قسم کے خطرات کے سامنے سینہ سپر ہوتا ہے۔ پھر اسلام کے پرچم کو یوں لہراتا ہے کہ اسے صدیوں کے انقلابات بھی سرنگوں نہیں کرسکے ہیں۔ وہ شخص کون ہے؟ وہ ایک صوفی ہے۔ تصوف کے رنگ میں اس کا ظاہر اور باطن، اس کا ذہن، اس کا دل اس کی سوچ اور اس کا نطق سب رنگے ہوئے ہیں۔ کیا ایسے شخص کو میں یا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی تعلیمات قوائے عمل کو مفلوج کردینے والی ہیں، وہ مشاہدہ حیات سے فرار کا راستہ بتاتا ہے۔ اگر آپ میں یہ جرأت ہے تو آپ کہیے اور کہتے رہیے۔ لیکن آپ کے غل مچانے سے حقیقت مسخ نہیں ہوسکتی۔ اس کی خانقاہ کے فیض یافتہ ہندوستان کے شرق و غرب میں پھیل جاتے ہیں اور کفر و شرک کا اندھیرا جو صدیوں سے یہاں خیمہ زن تھا اس کو اپنے نعرۂ قلندرانہ سے نیست و نابود کرکے رکھ دیتے ہیں۔ کاش اس قسم کے نفوسِ قدسیہ ملت کو ہمیشہ نصیب ہوتے!

شاید معترضین کے علم میں نہ ہو کہ جب چنگیزی

طوفان نے دنیائے اسلام کو تہ و بالا کرکے رکھ دیا تھا۔ ہزاروں شہر ویران کردیے گئے تھے۔ لاکھوں بے گناہوں کو تہ تیغ کردیا گیا تھا۔ عروس البلاد بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی تھی۔ عقل و دانش کے پرستار اسلام کے مستقبل سے مایوس ہوگئے تھے۔ معلوم ہے آپ کو کہ کس نے ان سرکش طوفانوں کا رخ موڑا تھا، کس نے ان وحشیوں کو اسلام کی شمع کا پروانہ بنادیا تھا۔ وہ انہی صوفیاء کے گروہ کا فرد تھا جس کی ایک نظر نے ساری فضا کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ ایک خراسانی بزرگ جو سلسلہ عالیہ قادریہ سے نسبت رکھتے تھے۔ اشارہ غیبی کے تحت بلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کو دعوت اسلام دینے کے لیے تشریف لائے۔ وہ شکار سے واپس آرہا تھا۔ اپنے محل کے دروازے پر ایک درویش کو دیکھ کر اس نے ازراہِ تمسخر پوچھا "اے درویش! تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم؟" اس بے ہودہ سوال پر آپ قطعاً برہم نہ ہوئے۔ بڑے تحمل سے فرمایا "اگر میں اپنی جاں نثاری اور وفاداری سے اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرلوں تو یہ داڑھی کے بال اچھے ہیں ورنہ آپ کے کتے کی دم اچھی ہے جو آپ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور آپ کے لیے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے۔"

تگودار خان اس غیر متوقع جواب سے بہت متاثر ہوا اور آپ کو مہمان کی حیثیت سے اپنے پاس ٹھہرالیا اور آپ کی تبلیغ سے اس نے درپردہ اسلام قبول کرلیا، لیکن اپنی قوم کی مخالفت کے خوف سے اس کا اظہار نہ کیا پھر انہیں یہ کہہ کر رخصت کیا کہ سردست آپ تشریف لے جائیں میں اپنی قوم کو ذہنی طور پر اسلام قبول کرنے پر آمادہ کروں گا۔ چنانچہ آپ وطن واپس آگئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کا انتقال ہوگیا وفات سے پہلے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ وہ تگودار خان کے پاس جائے اور اسے اپنا وعدہ یاد دلائے کچھ عرصہ بعد وہ تگودار خان کے پاس پہنچے، اس سے اپنا تعارف کرایا اور اپنے آنے کی وجہ بیان کی اس نے کہا کہ دوسرے تمام سردار اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہیں لیکن فلاں سردار ابھی اسلام قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اگر وہ راہِ راست پر آجائے تو مشکل آسان ہوسکتی ہے۔ آپ نے اسے بلا بھیجا اور تبلیغ کی۔ اس نے کہا میری ساری عمر میدانِ جنگ میں گزری ہے میں علمی دلائل کو نہیں سمجھ سکتا۔ میرا ایک ہی مطالبہ ہے کہ یہ درویش میرے پہلوان سے مقابلہ کرے۔ اگر اسے پچھاڑ دے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ تگودار خان نے آپ کا نحیف و لاغر جسم دیکھ کر اس مطالبہ کو مسترد کرنا چاہا، لیکن آپ نے اس کا چیلنج منظور کرلیا۔ مقابلہ کے لیے تاریخ اور جگہ کا تعین ہوگیا۔ مقررہ دن بے شمار مخلوقات یہ عجیب و غریب دنگل دیکھنے کے لیے جمع ہوگئی۔ ایک طرف نحیف و کمزور پیر فرتوت اور دوسری طرف ایک چیل تن گرانڈیل نوجوان۔ تگودار خان نے بڑی کوشش کی کہ یہ مقابلہ نہ ہو لیکن وہ درویش مقابلہ کرنے کے لیے مصر تھا۔ جب دونوں پہلوان اکھاڑے میں نکلے تو آپ نے اس زور سے اپنے حریف کو ایک طمانچہ مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا وہ غش کھاکر زمین پر آگرا۔ وہ سردار حسب وعدہ میدان میں نکل آیا۔ آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا۔ تگودار خان نے بھی اپنے ایمان کا اظہار کرکے اپنا نام احمد رکھا۔

بلاکو خان کا ایک چچازاد بھائی تھا، جس کا نام برکہ تھا۔ اسے بھی حضرت شیخ شمس الدین باخوریؒ نے مشرف بہ اسلام کیا۔ اس طرح ان پاکیزہ نفس صوفیاء کی جرأت ایمانی اور دلآویز اسلوب تبلیغ کے طفیل۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

فتح قسطنطنیہ اسلامی فتوحات کی تاریخ کا ایک لافانی واقعہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بائیس سالہ سلطان محمد کو کس نے اس کٹھن مہم کو سر کرنے کے لیے برانگیختہ کیا۔ وہ ایک صوفی تھے، حضرت آق شمس الدینؒ جو سلطان محمد کے مرشد طریقت تھے انہیں کی ترغیب اور بشارت سے سلطان نے یہ بے نظیر کارنامہ انجام دیا۔

جن صوفیاء کی مساعیٔ جمیلہ کے صدقے دنیا میں

اسلام پھیلا، قلعے اور شہر فتح ہوئے قوموں اور ملکوں کے مقدر سنور گئے۔ ان کے بارے میں اسی ملت کے افراد اگر یہ کہیں کہ تصوف ایک افیون ہے، یہ غور و فکر کی قوتوں کو شل کر دیتا ہے، قوائے عمل کو اپاہج بنا دیتا ہے تو اس زیادتی پر کس سے شکوہ کیا جائے؟

آیئے بیگانوں سے پوچھیے کہ وہ صوفیاء کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"یورپ کے مستشرق جب اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی زوال بھی ان کے دینی نظام کو تباہ نہ کر سکا بلکہ بقول پروفیسر ہٹی (HITTI) اکثر ایسا ہوا کہ سیاسی اسلام کے تاریک ترین لمحات میں مذہبی اسلام نے بعض نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ ہالینڈ کے ایک فاضل لوکے گارو نے دبے انداز میں اس بات پر استعجاب کا اظہار کیا ہے کہ گو اسلام کا سیاسی زوال تو بارہا ہوا، لیکن روحانی اسلام میں ترقی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا"۔

پروفیسر موصوف نے ایک مشہور مستشرق ایچ اے آر گب (GIBB) کی ایک تقریر کا حوالہ بھی دیا ہے جو انہوں نے آکسفورڈ یونیورسٹی کی مجلس کے سامنے کی تھی۔ گب نے کہا: "تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا، لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیاء کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی"۔

اسلام کے مخالف اور بدخواہ تو اس طوفانی قوت کا اندازہ کر کے لرزہ براندام ہیں جو تصوف کے چشمہ شیریں سے ملت کو حاصل ہوتی ہے۔ ادھر ہم ہیں کہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں اور شکوک و شبہات کے خس و خاشاک سے اس چشمہ صافی کو گدلا کرنے کے درپے ہیں۔

تحریکِ پاکستان میں صوفیاء کرام نے جو شاندار کردار انجام دیا ہے، یہ تو کل کی بات ہے۔ اس کا کون انکار کر سکتا ہے۔

ہر حاضر مادیت گزیدہ ہے ہر شخص مادی ثروت، مادی لذتوں اور مسرتوں اور مادی جاہ و منصب کے حصول کے لیے دیوانہ وار مصروفِ عمل ہے۔ اس دور میں اسے اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کہ پاکیزہ اخلاقی قدریں کس طرح پامال ہو رہی ہیں۔ روحانیت کا رخِ زیبا کیونکر مسخ ہو رہا ہے اور دل کی دنیا طمع و حرص اور حسد و بغض کی آلائشوں سے کس قدر متعفن ہو رہی ہے۔ اگر یہ دیوانگی ہمیں کسی اچھے انجام سے دوچار کر دیتی تو ہم قطعاً اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کرتے، لیکن ہم کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہم بڑی سرعت سے زوال و انحطاط کے گڑھے کے قریب ہوتے جا رہے ہیں اور یہ ایسا گڑھا ہے جس میں جو قوم گری ہے پھر اسے ابھرنا نصیب نہیں ہوا۔ ملت کے بہی خواہوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی جملہ علمی، روحانی اور عملی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنی ملت کو اس گڑھے میں گرنے سے بچائیں۔ اس کا موثر ترین طریقہ یہ ہے کہ ان پاکیزہ فطرت ہستیوں کی زندگی کا مرقعِ زیبا پیش کریں جہاں للٰہیت، خلوص، قناعت، استغنا، عالی حوصلگی، جرأت، سخاوت اور ہر انسان سے بے پناہ ہمدردی کے انوار قلب و نظر کو روشنی بخش رہے ہوں اور یہ ساری خوبیاں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ صوفیاء کرام کی سوانح حیات میں ہی دستیاب ہو سکتی ہیں۔

اسی فرض کی ادائیگی کے احساس نے مجھے مجبور کیا ہے کہ اپنے نوجوانوں کی خدمت میں ان یگانہ درویشوں، فقید المثال مردانِ حق، سراپا نور و ضیاء مرشد ہادی کی سیرت طیبہ کے چند دلنواز پہلو پیش کر کے ان وارفتگانِ حسنِ غیر کو یہ کہہ کر جھنجھوڑ سکوں۔

اے تماشاگاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

(ختم شد)

ایوانِ فکر

مختلف معاشرتی موضوعات پر اجتماعی لحاظ سے غور و فکر اور اظہارِ رائے کے لیے اوپن فورم......

آخر کیوں؟

قرۃ العین - کراچی

اس مضمون میں قرۃ العین صاحبہ نے معاشرے کے نوجوان طبقے میں پیدا ہونے والے جرائم و تشدد کے رجحانات پر چند سوالات اٹھائے ہیں - ہم قارئین کرام خصوصاً والدین کو دعوت دیتے ہیں اس موضوع پر اپنی رائے کا اظہار کریں - اپنی نگارشات ہمیں اس طرح ارسال کیجئے کہ ہمیں دسمبر کی 12تاریخ تک موصول ہوجائیں۔

میں کئی سالوں سے روحانی ڈائجسٹ کی قاری ہوں اور جب تک پورا نہ پڑھ لوں سکون نہیں ملتا۔ دو مرتبہ عظیمی صاحب سے میری ملاقات بھی ہوئی۔ ان کی باتوں میں جو پیار کی جھلک ملی تو اپنے والد کا چہرہ نظروں کے سامنے آگیا۔ کچھ واقعات انسان کی زندگی میں اتنے شدید تاثرات چھوڑ جاتے ہیں کہ اس کا اثر ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔ ان واقعات کی وجہ سے کچھ سوالات بھی بار بار ذہن میں گردش کرتے ہیں مگر ان کا جواب نہیں مل پاتا۔ یہ واقعہ جو میں لکھنے جا رہی ہوں۔ اس نے میری سوچوں کے رخ کو بدل کر رکھ دیا ہے کتنے ہی عرصہ تک اس کے اثرات میرے ذہن سے ختم نہیں ہو سکے اب کچھ دھندلا سے گئے ہیں تو اس کو لکھنے کی ہمت کر رہی ہوں۔

کئی بار سوچا کہ ان واقعات کو لکھوں مگر دوبارہ یاد کرنے کی ہمت نہیں کر پارہی تھی مگر آپ کے روحانی ڈائجسٹ میں "ایوانِ فکر" کا سلسلہ دیکھ کر سوچا کہ شاید میرے سوالوں کے جواب مل جائیں۔

میری فیملی میرے شوہر، تین بیٹے اور ایک بیٹی پر مشتمل ہے۔ شوہر سعودیہ میں ملازمت کرتے ہیں۔ میرے دونوں بڑے بیٹوں نے اپنی تعلیم ایک ساتھ ہی مکمل کی اور اچھی نوکریوں پر لگ گئے جیسا کہ ہر والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ بچوں کی جلد شادیاں ہوں گھر میں رونق ہو۔ میں نے بھی دونوں بیٹوں کی شادیاں ایک ساتھ ایک ہفتہ کے وقفہ سے کر دیں۔ شادی پر میرے شوہر دو مہینے کی چھٹی پر آئے بہت رونق ہوگئی۔ شادی کے بعد دونوں بہوئیں جو بہت گھریلو اور اچھی طبیعت کی ہیں بہت جلد ہی سب میں گھل مل گئیں دو مہینے کیسے کٹے معلوم نہیں ہوا اور شوہر کی چھٹی ختم ہوگئی وہ واپس سعودیہ چلے گئے۔ ان کے سامنے ہی بڑے بیٹے کو بھی سعودیہ میں نوکری مل گئی تھی۔ وہ بھی اپنے ابو کے جانے کے بعد سعودیہ چلا گیا۔ اس طرح مزے سے 4 مہینے کٹ گئے۔ پھر چھوٹے بیٹے نے بھی کوشش کر کے سعودیہ میں ملازمت حاصل کر لی اور اسے بھی وہاں ملازمت مل گئی۔ دوسرے دن میرے بیٹے کی فلائٹ تھی۔ رات کو ہم نے گھر پر کباب پارٹی رکھی سارے رشتہ دار جمع ہوئے خوب انجوائے کیا۔ سب لوگ بارہ بجے تک واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ بیٹے نے دوبارہ اپنا سوٹ کیس چیک کیا ہم سب اس کے کمرہ ہی میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ کوئی ڈھائی بجے سب سونے کے لئے اپنے اپنے کمروں میں گئے۔ میرا کمرہ اوپر تھا میں اپنے سب سے چھوٹے بیٹے اور بیٹی کو لے کر اوپر آگئی اور ابھی ہم سب کی نیند لگی ہی تھی کہ بڑے زور

سے آواز آئی۔ ایسا لگا کہ کسی نے دروازہ توڑا ہو۔ پھر میرے بیٹے کی چیخنے کی آواز آنے لگی۔ ابھی میں اٹھ کر سوچ ہی رہی تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اوپر ہمارے کمرے پر دستک کی آواز آئی۔ جیسے ہی میں نے دروازہ کھولا آگے میرا بیٹا اور اس کے پیچھے تین افراد منہ پر کپڑا باندھے ہاتھ میں پستول لئے ہوئے اندر آگئے۔ آتے ہی کہنے لگے "اماں پریشان مت ہونا ہم بھی مسلمان تم بھی مسلمان سب نیچے چلو" اس وقت میرے بیٹے کی آنکھوں میں بے چارگی کی جو شدت تھی وہ میں بیان نہیں کر سکتی ہوں۔ ان لوگوں نے ہم سب کو نیچے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا۔ ایک آدمی پستول تانے ہمارے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا باقی تینوں نے اوپر نیچے تمام کمروں کو کھنگالنا شروع کر دیا۔ میری دونوں بہوؤں کے تمام زیورات اور جو کچھ ان کو ہاتھ آ رہا تھا جمع کرتے جا رہے تھے۔ صبح میرے بیٹے کی فلائٹ تھی۔ اس کا سوٹ کیس کھنگال دیا تمام کیش سمیٹ لیا یہاں تک کہ قرآن شریف تک نہیں چھوڑا اس کا غلاف تک اتار کر دیکھا جب قرآن شریف کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے تو اس میں سے ایک چھوٹی کتاب نیچے گر گئی۔

میں نے زور سے کہا کہ "کیا کر رہے ہو سب نیچے گرا کر بے ادبی کر رہے ہو"۔ فوراً کہنے لگے "کہاں اماں کہاں" اور فوراً وہ کتاب اٹھا کر دوبارہ چوم کر رکھ دی۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی وہ قرآن کی اہمیت اس کا ادب کرنا سب کچھ جانتے ہیں مگر پھر ایسے کام کرنے کی کیا وجہ ہے؟ وہ کونسی مجبوری ہے جو ان کو ایسے گھناؤنے کام کرنے پر اکساتی ہے مجبور کرتی ہے۔ بار بار میرے پوچھنے پر کہ "تم لوگ یہ کیوں کر رہے ہو؟" ان کا ایک ہی جواب تھا "ہمیں اوپر سے آرڈر ملا ہے۔ ہم مجبور ہیں"۔ بہر حال انہوں نے صبح 6 بجے تک تمام سامان اکٹھا کر کے تھیلوں میں بھر لیا۔ کسی کو ڈرائنگ روم سے اٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔ بار بار فرج سے پانی نکال کر پلاتے اماں پانی پیو، بہن پانی پیو۔ ہم مسلمان ہیں ہم کسی کو تکلیف دینا نہیں چاہتے۔

میری بہوؤں اور بیٹی کے چہرہ پر ایک رنگ آتا اور ایک رنگ جاتا۔ بار بار میرے بیٹے کو بلاتے اور پوچھتے "کیش کہاں ہے" اس کا یہی جواب تھا "تم نے تو سب کچھ لے ہی لیا ہے" غصہ کی شدت سے اس کا منہ سرخ ہو جاتا مگر وہ بڑا صبر اور ضبط سے کام لے رہا تھا۔ اس کی بیوی کا رنگ فق ہو جاتا۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آجاتا میں کہتی کہ "اس سے کیا پوچھنا ہے مجھ سے پوچھو"

کہتے "اماں فکر مت کرو یہ ہمارا بھی بھائی ہے ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے"۔ میری بیٹی اور بہوؤں کے ہاتھوں سے چوڑیاں کانوں سے بالیاں اُتروالیں۔ جب میں نے اپنی بالیاں دیں تو منع کر دیا "اماں تمہاری نہیں چاہئے"۔

ماں کا احترام اور اس کی عزت جاننے والے لوگ آخر اتنے گھناؤنے جرم میں کیوں ملوث ہیں؟ وہ کون سے کردار ہیں جو ان سے یہ سب کروا رہے ہیں۔ جب زیادہ بات کرو تو کہتے "اماں زیادہ مت بولو سب سے پہلے تم ہی کو گولی مار دیں گے"۔ معلوم نہیں کیوں بار بار مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ یہ سب مجبوری میں کر رہے ہیں کتنی ہی بار میں نے ان کی آنکھوں میں شرمندگی کی جھلک بھی دیکھی ہے۔ صبح 6 بجے انہوں نے ہماری گاڑی کی چابی لی ہم سب کے ہاتھ ایک دوسرے سے بندھوائے ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ اب آخری وقت آگیا یہ گولی مار دیں گے۔ سب نے یہی سوچ لیا کہ اگر اللہ کی مرضی یہی ہے تو ٹھیک ہے۔ سب نے دل ہی دل میں کلمہ پڑھا۔ خدایا لکھتے وقت بھی اب دوبارہ وہی منظر نظروں کے سامنے آگیا ہے۔ اس وقت جو بے بسی میں نے بچوں کے چہروں پر دیکھی ان گنت سوالات جو ان کی خاموش نظریں کر رہی تھی اگر لکھوں تو صفحات بھر جائیں۔ امی ہمارا کیا قصور ہے کیا ہم اتنی ہی زندگی لے کر آئے تھے۔ کیا ہماری خوشیوں کی حد یہیں تک تھی۔ میری دونوں بہوؤں کی سوالیہ نظریں میرے دل کو کاٹے جا رہی تھی۔ میں کس کس کے سوال کا جواب دیتی کوئی مجھ سے تو پوچھتا میرے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ میری یہی دعا تھی

کاش سب کی موت مجھے لگ جائے۔ یہ کیا ہو رہا ہے کیوں ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنا مجبور اور بے بس کیوں کر دیا ہے۔

معلوم نہیں اُنہوں نے کب گاڑی اسٹارٹ کی کب وہ گئے۔ بیٹے سے کہہ گئے فلاں جگہ سے آدھے گھنٹے بعد گاڑی لے جانا۔ جب بچوں نے آواز دی امی امی وہ لوگ چلے گئے تو مجھے ہوش آیا۔ یہ دو ڈھائی گھنٹے کا عرصہ ایک صدی سے بھی زیادہ عرصہ کو محیط کر گیا تھا۔ وہ پل تھا کہ ختم ہی نہیں ہو پا رہا تھا۔ ان کی موجودگی کے وقت اللہ تعالیٰ کے کلام کے ورد ہی کی بدولت ہم سب کی جانیں اور عزتیں محفوظ رہیں۔

میں اب بھی یہ دعا کرتی ہوں کہ یہ جن ماؤں کے بیٹے ہیں خدا انہیں عقل و شعور دے وہ محنت کی عظمت حلال روٹی کی لذت کو جانیں۔ کہیں نہ کہیں ان کے دل کے کسی گوشے میں نیکی کرنے کی تمنا ضرور تھی۔ یا تو وہ اپنے حالات سے یا پھر کسی اور وجہ سے مجبور تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اور نیک ہدایت دے۔ یہ سوال بار بار میرے ذہن میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے۔ اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ ہمارے اندر کہیں نہ کہیں تو ضرور بہت کچھ غلط موجود ہے تب ہی تو ہم پستیوں میں گرتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ ہم نمازیں بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں۔ عمرے کا تو اب فیشن چل پڑا ہے۔ دھڑا دھڑ لوگ عمرے کے لئے جا رہے ہیں۔ لیکن کیا ایسی نمازیں، ایسے حج اور ایسے عمرے بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو سکیں گے جبکہ ہم آئندہ نسل کی تربیت اور ان کے خوش آئند مستقبل کا خاطر خواہ بندوبست نہیں کر سکے ہوں اور ہمارے بے روزگار اور ڈگری یافتہ جاہل نوجوان سازشی عناصر کے ہاتھوں کھلونا بن رہے ہیں۔ کیا آپ کے پاس میرے سوال کا جواب ہے؟

گذشتہ ماہ ایوانِ فکر میں "عورتیں مہنگائی کی ذمہ دار ہیں" کے عنوان سے سلطان انجم نے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ اس پر قارئین کرام کی بڑی تعداد نے اپنے تاثرات ارسال کئے۔ یہاں ہم منتخب تاثرات پیش کر رہے ہیں۔

سر ننگے ہیں اور پیر سینڈلوں سے عاری

(حاکم علی حاکم۔ حیدر آباد)

ہم لوگ بعض قیاس آرائیاں محض مفروضوں کی بنیاد پر کرتے ہیں جن کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ایک خانہ دار خاتون اپنے گھر کو جس محنت اور مشقت سے چلاتی ہے یہ تو وہی جانتی ہے جس کا سابقہ روزانہ گھریلو ضروریات سے پڑتا ہے گھر کے افراد کی بہتات اور کم آمدنی میں گھر کے چولہے کو روشن رکھنے کے عذاب کو ہنسی خوشی سہنا اور کم پیسوں میں پورے گھر کو ساتھ لے کر چلنا ایک سلیقہ مند اور مشرقی عورت کا ہی حصہ ہے۔ ورنہ مرد کے ہاتھ میں آئی رقم اس طرح اُڑتی ہے جس طرح بے جان پرندے کے جسم میں جان آجاتی ہے اور وہ پھر سے اُڑ جاتا ہے۔ اگر ہم اپنے ارد گرد کا جائزہ لیں اور اعداد و شمار کے ذریعے مہنگائی کے گورکھ دھندے کو سلجھانا چاہیں تو یہ بات ہمارے دماغ میں فوراً آجاتی ہے کہ پورے پاکستان میں خواتین کا تناسب قریب قریب مردوں کے برابر ہے ان میں سے کتنے فی صد مرد ایسے ہیں جن کے ذرائع آمدنی اتنے زیادہ ہیں کہ وہ اپنی عورتوں کو الٹے سیدھے پر خرچ کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟ اس کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھئے اس ملک کی اکثر خواتین وہ ہیں جنہوں نے سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کا منہ تک نہیں دیکھا۔ ریشم و کمخواب کے کپڑے نہیں پہنے، ڈائننگ ٹیبلوں پر بیٹھ کر چھری کانٹوں سے کھانا نہیں کھایا۔ مرسیڈیز کاروں میں بیٹھ کر سیر سپاٹے نہیں کئے، سروں پر اُڑتے ہوئے ہوائی جہازوں کی گھن گرج سنی ہے لیکن اُن میں سفر کرنے کا کبھی موقع نہیں ملا۔ وہ خواتین جن کے سر ننگے اور پاؤں جوتوں اور سینڈلوں سے عاری ہیں جن کے آنگن روشن نہ گھر کی دیواریں جگمگاتی ہیں مہنگائی میں کیا اضافہ کریں گی؟ ایسی شریف النفس خواتین اپنے دکھوں میں تو اضافہ کر سکتی ہیں مہنگائی میں اضافہ نہیں کر سکتیں۔ جس کے گھر میں ایک درجن کھانے والے اور صرف ایک فرد کمانے والا ہو وہ بھی گنی بندھی رقم اپنی بیوی کے ہاتھ پر رکھ کر مہینے بھر کے لئے بے فکر ہو جاتا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی چاہے کہ اس معمولی رقم میں گھریلو ٹھاٹ باٹ بھی ہوں اور کچھ رقم پس انداز بھی کرلی جائے تو یہ پتھر میں جونک لگانے والی بات ہوگی۔ رہی بات

ان خواتین کی جو پیسے خرچ کرنے کی راہیں نکالتی رہتی ہیں اور ایئر کنڈیشنڈ کوٹھی بنگلوں میں رہتی ہیں ان کی تعداد ہزار میں چھ سے زیادہ نہیں ہے نہ تو ان کے بنک بیلنس کا کوئی حساب ہے اور نہ ہی آمدنی کا کوئی اندازہ ہے۔ اس کے برعکس ایک متوسط اور پس ماندہ طبقے کی خاتون جب خریداری کے لئے گھر سے نکلتی ہے تو اس کے پیش نظر کم پیسوں میں زیادہ چیزیں خریدنے کی تمنا ہوتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ جو رقم اس کے پاس ہے اس میں مہینہ گذارنا ہے وہ دکاندار کو ایک پیسہ بھی زیادہ نہیں دے سکتی اور نہ ہی اس میں یہ حوصلہ ہوتا ہے کہ ضرورت سے زیادہ پیر پھیلائے اور اگر کبھی ایسا ہو بھی جاتا ہے تو اس غلطی کا خمیازہ مہینوں تک بھگتنا پڑتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ بڑھتی ہوئی گرانی میں عورتوں کا ہاتھ ہے، حقیقت کو جھٹلانے کے مترادف ہوگا۔

آئیے اب دیکھتے ہیں کہ عام دکاندار عورتوں کی خریداری کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں ہم نے جب ایک پرچون فروش سے یہ سوال کیا تو اس نے بغیر کسی تبصرے کے کہا کہ عورتیں سودا کم لیتی ہیں اور مین میخ زیادہ نکالتی ہیں جب کہ مرد خاموشی سے سودا لے کر چلا جاتا ہے، عورتیں تو خریدا ہوا سودا بھی ذرا سے شک کی بنا پر واپس کر جاتی ہیں۔ اسی طرح ایک کپڑے کے بیوپاری نے بتایا کہ خواتین کپڑے کے ایک ایک تار کا جائزہ لیتی ہیں جب کہ بیشتر خواتین کپڑے کے کٹ پیس سستے داموں خرید کر لے جاتی ہیں اور دوسرے کپڑے کو ہاتھ تک نہیں لگاتیں۔ اس کے بعد ہم نے ان مردوں سے جنہوں نے کبھی کسی قسم کی خریداری میں حصہ نہیں لیا، رابطہ کیا تو ایک صاحب نے جواباً ہمیں بتایا کہ میں نے اپنے پہننے کے چپل بھی خود نہیں خریدے یہاں تک جو کپڑے میں پہنے ہوئے ہوں یہ بھی میری بیگم نے درزی سے سلوا کر مجھے دیئے ہیں۔

اس طرح کم از کم ہمیں کوئی ایک مرد بھی ایسا نہیں ملا جو گھر کے لئے پورے مہینے کا راشن یا سودا خرید کر لاتا ہو۔ البتہ چند ایک نے یہ اعتراف ضرور کیا کہ ہم صرف بطور عیاشی کبھی کبھار پھل یا کھانے کی نئی چیز ضرور خرید لیتے ہیں ورنہ گھر کا سارا خرچ گھر کی خواتین ہی چلاتی ہیں یہاں تک کہ بچوں کی تعلیم پر اٹھنے والے سارے اخراجات کی ذمہ داری بھی عورتوں کے سر ہوتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مہنگائی کی ذمہ دار عورتیں نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔

ہر عورت لالچی نہیں ہے

(شیخ رضوان طارق۔ گوجرخان)

میں سلطان انجم کی بات سے متفق نہیں ہوں۔ آج کل مہنگائی اس قدر ہو گئی ہے کہ 30ہزار روپے ماہانہ تنخواہ ہو تو بھی خرچ پورا نہیں ہوتا۔ ہر عورت زیور کی لالچی نہیں ہوتی۔ ہمارے درمیانے طبقے کی اکثر خواتین ایسا نہیں کرتیں بلکہ انہیں تو اپنے شوہر اور سب سے زیادہ بچوں سے پیار ہوتا ہے۔ وہ خود کچھ کھائے نہ کھائے لیکن بچوں کو ضرور کھلاتی ہے۔ بچوں کو اچھے کپڑے پہناتی ہے کیا اولاد کے لیے یہ سب کرنا جرم ہے۔ یا اس سے مہنگائی زیادہ ہو جاتی ہے؟

ہر فرد ذمے دار ہے

(ڈاکٹر شاہد رحمٰن۔ فیصل آباد)

اس معاملے میں ہر انسان ذمے دار ہے۔ آج کل لوگوں کی اکثریت چاہتی ہے کہ وہ راتوں رات دولت مند ہو جائے۔ دولت کے حصول کی خاطر وہ جائز ناجائز کی بھی پرواہ نہیں کرتے اکثر دکاندار اپنے منہ مانگے دام وصول کرنا چاہتے ہیں۔ ہر آنے والا گاہک چاہے مرد ہو یا عورت ان کا شکار ہوتا ہے۔ گھٹیا اور خراب مال بھی وہ جھوٹ بول کر مہنگا بیچتے ہیں۔ لالچ اور حرص کی خاطر وہ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں۔ لوگوں کے اندر صبر اور قناعت کا مادہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔

عورت شعور رکھتی ہے

(عزیز احمد۔ جہلم)

عورت اگر گھر کو سنوارے تو چھوٹے سے گھر کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے اگر بگاڑے تو دوزخ کی جگہ ...... سب کچھ عورت کی مرضی پر منحصر ہے۔ عورت ذات پڑھی لکھی ہو یا ان پڑھ ہر حال میں وہ بہت کچھ جانتی ہے اور پہچانتی ہے۔ اچھے برے کی تمیز ضرور رکھتی ہے۔ جب اس کو علم ہوگا کہ اس کے شوہر کی اتنی آمدنی نہیں ہے کہ وہ اسے ہر طرح کی سہولت فراہم کرے تو وہ کفایت شعاری سے کام لے گی اور شوہر کا احساس کرے گی۔

بات حسنِ نظر کی ہے

(ثوبیہ کرن، جیل روڈ، حیدرآباد)

جب میں نے "ایوانِ فکر" میں سلطان انجم صاحب کا مضمون "عورتیں مہنگائی کی ذمہ دار ہیں" پڑھا تو یہ اندازہ لگانے میں قطعی دشواری نہیں ہوئی کہ موصوف تصویر کا صرف ایک رخ دیکھنے کے عادی ہیں۔ اس معاملے میں انکا مشاہدہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ مہنگائی کی آڑ میں عورتوں کی جتنی برائیاں ممکن تھیں انہوں نے بیان کر دیں۔ حالانکہ عورتیں جو خود بھی اس دور کی بڑھتی ہوئی مہنگائی سے پریشان ہیں وہ بھلا کیسے مہنگائی کی ذمہ دار ہو سکتی ہیں؟

عورتیں تو اس معاشرے کی اُن کمزور ہستیوں میں شامل ہیں جنہیں معاشرے میں عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے بھی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ سلطان صاحب نے بڑی دیدہ دلیری سے عورتوں پر فضول خرچی کا الزام عائد کیا ہے آپ کیا یہ بھول گئے کہ سگریٹ نوشی اور اس سے متعلق نشہ

آور اشیاء، جن کا مرد حضرات بے دریغ استعمال کرتے ہیں اس قسم کی فضول خرچی کا ذمہ دار کون ہے؟

اس کے علاوہ ایسے نوجوان جن کے پاس گاڑیاں اور موٹر سائیکلیں ہیں وہ لوگ سڑکوں پر آوارہ گردی کرتے ہیں اس طرح نہ صرف قیمتی وقت برباد ہوتا ہے بلکہ پیٹرول کی مد میں خاصی رقم خرچ ہوتی ہے کیا یہ فضول خرچی نہیں ہے؟ رہی بات میک اپ اور کپڑوں پر عورتوں کی فضول خرچی کی تو اگر عورتوں کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ ان کے شوہر اُن کے علاوہ اور کسی بھی رنگین آنچل کی طرف نظر نہیں اٹھائیں گے تو میرا خیال ہے ایسی فضول خرچی میں بھی شاید کمی آجائے۔

مرد سارا دن محنت کر کے کماتا ہے تو عورت بھی برابر گھر اور بچوں کی دیکھ بھال کے لیے اپنے دن رات ایک کر دیتی ہے۔

اگر معاشرے میں بگاڑ کا سبب عورتوں کی بے جا خواہشات اور ان کا پھوہڑپن ہے تو کیا شوہروں کا یہ فرض نہیں بنتا کہ وہ بجائے چیخنے اور شکایات کرنے کے اپنی تدبرانہ سوچ اور بہترین حکمتِ عملی سے عورت کو سمجھائیں۔ محبت اور نرمی سے تو میرا خیال ہے دنیا کا کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔

جس طرح پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اسی طرح دنیا میں بھی ہر طرح کے لوگ موجود ہوتے ہیں اگر بدقسمتی سے ہمارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑ جائے جو دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہر انسان ہی بُرا ہے۔ ہم نادان لوگ یہ جانتے ہوئے بھی کہ خوبیاں اور خامیاں ہر انسان میں موجود ہوتی ہیں پھر بھی لوگوں کی برائیوں پر ہی نظر رکھتے ہیں اس طرح نہ صرف ہم خود پریشانی سے دوچار ہوتے ہیں بلکہ غور کیا جائے تو حق بندگی بھی درست طریقے سے ادا نہیں کر رہے۔

ذاتی تجربہ

(حافظ محمد انور رضوی۔ فیصل آباد)

واقعی عورت ہی گھر کا سکون تباہ کرنے کی ذمہ دار ہے اور عورتوں کی اکثریت اس بات کو نہیں سوچتی کہ ہمارے علاوہ بھی گھر کے اخراجات ہیں وہ کہاں سے پورے ہوں گے عورتوں کو ایسا خاوند چاہیئے کہ جو ان کی مرضی کے مطابق ان کو رقم دیتا رہے اور یہ نہ پوچھے کہ رقم کہاں پر خرچ کی ہے ہر ماہ باقاعدگی سے پیسے دیتے رہیں اگر پورے سال میں ایک دو ماہ خرچ کی رقم نہ ملے یا دیر سے ملے تو گھر کا سکون برباد ہو جاتا ہے اور آدمی کی وحشت آتی ہے کہ گھر میں رہنے کو دل نہیں کرتا۔

یہ میرا ذاتی تجربہ ہے اگر عورت چاہے تو گھر کو جنت بنا سکتی ہے اور چاہے تو اسی زندگی کو جہنم بنا دے۔

پھوہڑ عورتیں ذمہ دار ہیں

(ریحانہ اطہر۔ راولپنڈی)

وہ عورتیں جو گھر کو جنت نہیں بناتیں اور بے ہنگم طریقے سے اپنے خاوندوں کی خون پسینے کی کمائی ظاہری نمود و نمائش پر خرچ کرتی ہیں حقیقت میں اپنے شوہروں کی دشمن ہیں۔ مرد صبح سے لے کر شام تک کولہو کے بیل کی طرح کام کرتا ہے اور بیگم صاحبہ اتنی محنت سے کمائی ہوئی رقم کو زیورات، ملبوسات اور کاسمیٹکس پر ہی خرچ کر دیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ آج کل معاشرے میں حرص کی بیماری عام ہے اور خواتین خاص طور پر اس بیماری کا شکار ہیں۔ دوسری خواتین سے بہتر نظر آنے کی خواہش نے عورتوں کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خواتین اپنے خاوندوں کا احساس کریں اور ایک منظم طریقے سے گھر کا خرچ چلائیں تو کوئی شک نہیں کہ وہ مہینے کے آخری دنوں میں اپنے شوہروں سے جھگڑا بھی نہ کریں اور مہنگائی کا رونا بھی نہ روئیں۔

امن کے سوداگر

(زاہدہ بٹ۔ کراچی)

عموماً عورتوں کو ناقص العقل کا لقب مردوں کی جانب سے دیا جاتا ہے۔ اسلام سے قبل لڑکی کی پیدائش پر مرد ہی اسے زندہ دفن کر دیتے تھے۔

شداد ایک مرد تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور اپنے ماننے والوں کے لئے جنت بنائی اور بالآخر اپنے انجام کو پہنچا۔ نمرود، فرعون بھی مرد تھے جنہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ مخلوقِ خدا کو پریشان کیا۔ بتایئے تاریخ میں ایسے کتنے واقعات موجود ہیں کہ کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ کیا ہو؟

میر صادق، قمر الدین، معین الدین میر جعفر جیسے بے ضمیر کرداروں سے ہمیشہ قوم کو مذہب کو نقصان پہنچا یہ وہ غدار ہیں جنہوں نے نہ صرف قوم کی آزادی، قوم کے شہیدوں کی قیمت ہی وصول نہیں کی بلکہ اپنی بہو بیٹیوں تک کی عزت کا بھی سودا کیا۔ یہ کردار ہر دور میں موجود ہیں۔ یہ کردار کسی عورت نے نہیں بلکہ مردوں نے ہی ادا کیئے اور نہ جانے کب تک ادا کرتے رہیں گے۔

شراب و شباب کے نشے میں بدمست ہو کر ملک و قوم کی عزت کا سودا کسی عورت نے نہیں کیا بلکہ حکمران مردوں نے کیا۔ تاریخ کا ہر ورق مردوں کی ایسی کارکردگی سے بھرا پڑا ہے۔

معاشروں کو ہیروئین، چرس، وغیرہ کا تعارف کس نے کروایا؟ چوری ڈاکے قتل و غارت کی کتنی ایسی وارداتیں ہیں جس میں عورتوں نے عملی قدم اٹھایا یہ تمام خرافات یہ تمام خرابیاں مردوں نے ہی ایجاد کر کے فروغ

انسانی کو متعارف کرائیں۔

عرب ممالک میں ہر سال اونٹ کی ریس کے لئے بچے خرید کر مرد ہی ہلاک کرتے ہیں۔ کلیجہ تو ماں کا کٹتا ہے مرد اتنا سفاک ہے کہ اسے معصوم بچوں پر ترس بھی نہیں آتا۔ اسے ماں کی ممتا کا خیال کیا آئے گا؟!

پچھلے دنوں لاہور میں 100 بچوں کا قاتل پکڑا گیا جس نے انتہائی بے دردی سے بچوں کو قتل کیا پھر اس کا اعتراف بھی کیا یہ کردار بھی ایک مرد نے ہی ادا کیا۔

معاشروں کو کلاشنکوف سے کس نے متعارف کروایا؟ دنیا ہزاروں ایٹم بموں کی زد میں کھڑی کانپ رہی ہے یہ بھی تو مردوں کی کارکردگی ہے؟

بعض جگہ غیر اخلاقی فلمیں دکھانے کے لئے منی سینما گھر قائم کئے گئے جس کی پشت پناہی قانون کے رکھوالے خود کرتے ہیں محض چند سکوں کی خاطر ملک و قوم کے معماروں کو تباہی کی طرف گامزن کر دیا جاتا ہے اس کے ذمہ دار کون ہیں یہ تمام کام مرد ہی تو انجام دیتے ہیں۔ عورت ہمیشہ صبر کرتی رہی مردوں نے اس کے صبر کا نتیجہ یہ اخذ کیا کہ عورت ناقص العقل ہے۔ میں نے تو صرف چند صفات بیان کی ہیں اگر تفصیل سے لکھ دوں تو شاید بہت سے مرد سر اٹھا کر چلنا بھول جائیں۔

کہکشائیں بھی نظر آئیں گی

(جمال کھوکھر، فیصل آباد)

پاکستان کے مختلف علاقوں میں ایسے لوگ بھی بستے ہیں جن کی بیویاں محنت و مشقت کر کے گھر کا خرچ بھی چلاتی ہیں اور شوہروں سے مار بھی کھاتی ہیں۔ جب کہ بعض کفایت شعاری کا مظاہرہ کر کے ہر ماہ خرچ میں سے کچھ نہ کچھ ضرور بچا لیتی ہیں۔ اور ایسی خواتین بھی ہیں جو خود بھوکی رہتی ہیں لیکن شوہر اور بچوں کو بھوکا نہیں رہنے دیتیں۔ اگر مردوں کو صرف ایک دن گھر کا خرچ انتظام و انصرام سنبھالنا پڑے، بیویوں سے مار کھانی پڑے اور خود بھوکا رہنا پڑے تو انہیں دن میں ستارے تو کیا کہکشائیں اور سیارے بھی نظر آئیں گے۔ رہی بات ڈش اور بچوں کی تربیت کی تو اس کا ذمہ دار بھی مرد ہے۔ وہ اپنی تفریح کے لئے ڈش لگواتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ وہ اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر گھر میں بیوی اور بچوں کو ٹائم دے لیکن وہ ڈش لگا کر بیٹھ جائے گا اور چاند چڑھے گا تو سب گھر والے بھی دیکھیں گے۔

ضرورت اس چیز کی ہے کہ دونوں خواہ امیر ہوں یا غریب اعتدال، صبر اور قناعت کے ساتھ دوستوں کی طرح خوش و خرم زندگی بسر کریں اور یہ اس وقت ممکن ہوگا جب دونوں قرآن مجید کے بتلائے ہوئے آداب معاشرت کے باب اور رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ میں غور و فکر کر کے اسے مشعلِ راہ بنائیں گے۔

عورت کی خرابی کے ذمہ دار مرد ہیں

(سیدہ شمائلہ ربانی، پتوکی)

معاشرہ میں کوئی بھی خرابی صرف ایک فرد یا طبقے کی وجہ سے نہیں آتی بلکہ تمام افراد معاشرہ اس میں شریک ہوتے ہیں۔ ہمارے اس معاشرے میں آج کل صرف ان لوگوں کو اہمیت ملتی ہے جو امیرانہ اور شاہانہ طرز زندگی کے مالک ہوں۔ سادہ اور غریب کو تو کوئی دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا اور کوئی شخص یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ اسے رد کر دیا جائے۔ اگر عورتوں کو بیوٹی پارلر جانے اور ضرورت سے زیادہ سونا پہننے کا شوق ہے تو اس میں مرد کا بھی قصور ہے۔ مردوں کو صرف وہی خواتین بھاتی ہیں جو سونے سے لدی چمک دمک رہی ہوں۔ سادگی کا تو مذاق اڑایا جاتا ہے، اس لئے کوئی بھی بیوی پسند نہیں کرتی کہ اس کا شوہر کسی محفل میں اس کے بجائے کسی اور عورت کی طرف متوجہ ہو۔ اس لئے اتنا اہتمام اور خرچہ ہوتا ہے۔

وہی عورت جب لڑکی کی ماں بن جاتی ہے تو اسے بھی وہی کچھ سکھاتی ہے کیونکہ اسے معلوم ہے اگر یہ فیشن نہ اپنایا تو کوئی بھی اس کی لڑکی سے شادی کرنا پسند نہ کرے گا۔ یہاں بھی مرد کا قصور ہے۔ جو لڑکیاں سادہ رہنا چاہتی ہیں تو انہیں مجبوراً وہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہاں ظاہری حسن کو اہمیت حاصل ہے۔

دوسری وجہ نفسیاتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے ایسی خواتین جنہیں خاوند کا پیار اور تحفظ نہیں ملتا۔ وہ دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے یہ سب کچھ کرتی ہیں، وہ سمجھتی ہیں شاید ان میں کوئی ظاہری خامی ہے وجہ سے ان کا شوہر لاپرواہ ہے۔

جہاں تک ڈش دیکھنے کا تعلق ہے تو وہ اکثر مرد حضرات ہی اپنی دل لگی کے لئے لگواتے ہیں ساتھ میں خواتین کو بھی دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ نہ ڈش لگوائیں نہ بچے خراب ہوں۔ بچوں کو آپ جتنا مرضی سبق پڑھالیں۔ جتنی مرضی اچھی باتیں بتادیں وہ کریں گے وہی جو دوسروں کو کرتا دیکھتے ہیں۔ بچوں کی تربیت کی ذمہ داری صرف عورتوں پر ہی نہیں مردوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔

تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ بچوں کو خراب کرنے میں یا بنانے میں دونوں برابر کے شریک ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ اکثر مرد حضرات گھر سے باہر کاروبار میں خود کو اتنا مصروف کر لیتے ہیں کہ بچوں کے اسکول اور پڑھائی کے بارے میں انہیں کچھ علم نہیں ہوتا۔

دوسری طرف ہمارے معاشرے میں

تعلیم کی کمی ہے اگر عورتوں میں تعلیم عام ہو جائے تو بھی کافی مثبت اثرات پیدا ہوں گے۔ میں یہ ڈگریوں والی تعلیم کی بات نہیں بلکہ باطن کی تعلیم کی بات کر رہی ہوں۔ اگر مرد ان باتوں کا خیال کریں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے تو 50 فیصد مہنگائی سے پیدا ہونے والے مسائل حل ہو جائیں۔

حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے

(عبد الکریم منصوری، بالہ)

سلطان انجم بھائی نے عورتوں پر الزام نہیں لگایا بلکہ حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے عورتوں کو یہ بات ناگوار گذری ہوگی اور وہ شاید سلطان بھائی کو اس انمول مشورے سے بھی نوازیں گی کہ مرد اپنے گریباں میں بھی جھانکیں ...... لیکن سچ تو پھر سچ ہوتا ہے پرانے زمانے میں عورتیں فقیروں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتی تھیں لیکن فیشن کے عذاب میں مبتلا عورتیں اس اجر سے محروم ہو گئی ہیں فیشن کی دلدل اتنی دلفریب ہے کہ آج کی عورت اس میں دھنس جانے کو بے تاب ہے۔

پہلے عورتیں سادگی میں زندگی گذارتی تھیں اور اس لئے مرد بھی پرسکون زندگی گذارتے تھے لیکن آج کل کی عورت نے مرد کی ناک میں دم کر رکھا ہے جو مرد مجازی خدا کا رتبہ رکھتا تھا ان کا مرید ہو کے رہ گیا ہے عورت کو کتنا بھی دو اگر تھوڑی ناراضگی ہوئی تو یہی کہیں گی کہ تم نے مجھے دیا ہی کیا ہے۔

یہ محض الزام ہے

(عائشہ ملک، پشاور)

عورتیں مہنگائی کی ذمہ دار ہیں یہ موضوع ایک طرف، جس طرح کی زبان سلطان انجم صاحب نے حوا کی بیٹی کے لیے استعمال کی ہے ایک پڑھے لکھے انسان کو زیب نہیں دیتی۔ لکھنے سے پہلے شاید وہ بھول گئے کہ وہ بھی کسی عورت کی ہی اولاد ہیں انجم صاحب کا یہ کہنا کہ خواتین اندھا دھند خرچ کرتی ہیں اور پھر یہ کہنا کہ اولاد کو خراب کرنے اور بگاڑنے میں ماں کا ہاتھ یعنی کے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے بھلا ایک ہوش و حواس میں رہنے والا انسان کم از کم یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ ماں (عورت) کبھی بھی اولاد کا بُرا نہیں سوچتی۔

ہر انسان (عورت اور مرد دونوں) میں کچھ نہ کچھ خامیاں ہوتی ہیں قصوروار صرف عورت نہیں اس موضوع میں سراسر عورت کو الزام دیا گیا ہے۔ تصویر کا صرف ایک رخ پیش کیا گیا ہے۔

جو رخ عورت کا اس موضوع میں پیش کیا گیا ہے وہ تقریباً آٹے میں نمک کے برابر والی بات ہے میں نے ایسی ایسی عورتوں کو دیکھا ہے جو شادی شدہ ہوں یا بیوہ نہایت سلیقے سے اپنا گھر چلا رہی ہیں اور فرصت میں بھی کپڑے سی سی کر اپنے بچوں کے اسکولوں کا خرچہ برداشت کرتی ہیں اور کم از کم ہمارا مذہب کسی بھی معاملے میں مار پیٹ کی اجازت نہیں دیتا۔ ہمارا مذہب اسلام ہمیشہ امن پیار و محبت کا درس دیتا ہے اگر مار پیٹ ہی سے سب کچھ صحیح ہوتا ہے تو میرے خیال سے جیل میں سزا کاٹنے والے مجرم مار پیٹ سے درست ہو چکے ہوتے۔ میں سمجھتی ہوں کہ کسی موضوع پر لکھنے سے پہلے اس کے تمام پہلوؤں پر غور کر لینا چاہیے۔

حقائق کی روشنی میں

(ڈاکٹر فہمینہ برڑو، مکلی، ٹھٹھہ)

مہنگائی کی سب سے بڑی وجہ بڑھتی ہوئی آبادی ہے۔ کل یہی زمین تھی اور ہم دو کروڑ تھے اور آج یہی زمین ہے ہم 12 کروڑ ہیں وہی زمین جو کل تک 2 کروڑ لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتی تھی آج 12 کروڑ لوگوں کی ضروریات کو کیسے پورا کرے۔ نتیجہ ہے مہنگائی۔ ہمارے یہاں اولاد کو جنم تو عورت ہی دیتی ہے مگر اولاد کی تعداد کا فیصلہ کرنے کا حق ہمارے معاشرے نے اسے دیا ہی کب ہے یہ بات سب پر عیاں ہے ہمارے ملک میں Contraception Prev-alence Rate یعنی CPR 18% ہے باقی 82% کو یہ سوچنے کا حق بھی نہیں۔ اب جب کہ مہنگائی کی سب سے بڑی وجہ بڑھتی ہوئی آبادی ہے جس میں عورت کی ذمہ داری نہیں اور اگر ہے بھی تو چند فیصد۔ اب آپ فیصلہ کریں بڑھتی ہوئی مہنگائی کا ذمہ دار کون ہے عورت نے تو مہنگائی کو کم کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کیا وہ بھی مرد کے ساتھ کام کرنے نکل کھڑی ہوئی ہے حالانکہ Working Women کی ذمہ داریاں اس طرح دگنی ہو جاتی ہیں وہ گھر کی بہتر Economy کے لئے نوکری بھی کرتی ہے لیکن گھر کی دیکھ بھال بچوں کی دیکھ بھال سے پھر بھی فارغ نہیں ہوتی۔ اپنے اعصاب پر بوجھ بڑھا کر وہ اپنے گھر کی بہتری کے لیے کام کرتی ہے کل وہ دور تھا جب نوجوان لڑکوں کی خواہش گھریلو، سگھڑ اور مشرقی لڑکی تھی۔ آج ہر لڑکا یہی کہتا نظر آتا ہے مہنگائی کے دور میں کون بیوی af-ford کرے مجھے تو نوکری کرنے والی بیوی چاہیے۔ اب آپ بتائیں کیا مہنگائی کی ذمہ دار عورت ہے؟؟ چلیں یہ تو شہری آبادی کا قصہ ہے دیہی عورت کی تو بات ہی نہ پوچھیں وہ منہ اندھیرے اٹھ کر کام کاج میں جت جاتی ہے۔ کھیتوں میں کام کرتی ہے گھر میں کام کرتی ہے۔ ذرا سوچیں کھیتوں میں کام کرنے والی ملک کی 71% فیصد آبادی کی خواتین ملک کی Economy کے لیے کتنا کام کرتی ہیں انہیں جواب میں کیا ملتا ہے...... پوری روٹی بھی تو نہیں ملتی اور وہ صدیوں سے بلا معاوضہ اتنا کام کر رہی ہے اگر یہ عورت اپنا معاوضہ مانگے تو اس ملک میں مہنگائی کی کیا

صورت ہو جائے گی۔ شاید عورت کو مہنگائی کا ذمہ دار قرار دینے والے اس کا تصور بھی نہ کر سکیں۔ پاکستان کی Export میں کپڑے، چمڑے، کھیلوں کے سامان اور قالین وغیرہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے پاکستان میں 500 سے زائد کھڈیوں پر کام کرنے والی زیادہ تر خواتین ہیں یا پھر بچے۔ پاکستان کے کپڑے، لباس اور دیگر اشیاء دنیا بھر میں مقبول ہیں یہ کیسے حاصل کیے جاتے ہیں چند روپوں کے عوض غریب عورتیں یہ کام کرتی ہیں اور پھر یہ ہزاروں روپے مالیت کے ہو کر فروخت ہوتے ہیں اسی طرح دیگر صنعتوں میں بھی عورتوں کا انتہائی کام ہے لیکن ان کا معاوضہ کوڑیوں کے برابر ہے۔ اس طرح پاکستان کی مظلوم عورت ملک کے زرمبادلہ میں اضافہ کا باعث بنتی ہے لیکن اس کے اپنے پاس کیا ہے؟؟ یہ عورت کو مہنگائی کا ذمہ دار ٹھہرانے والے سوچیں۔

صرف چند فیصد عورتوں کا ذکر کر کے آپ ملک کی 50% فیصد آبادی یعنی عورتوں کو مہنگائی کا ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتے۔ مہنگائی زیورات، آٹا، چینی کے بھاؤ سے آگے ایک بہت نازک چیز ہے جسے صرف حقائق کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔

240 گھنٹے کی آمدنی

(راجہ سجاد علی۔ نواب شاہ)

سلطان صاحب نے جو الزام پھوہڑ خواتین پر عائد کیا ہے وہ بجا درست ہے لیکن ہمارے اس معاشرے میں ایسی خواتین بھی ہیں جنہوں نے اپنے شوہر کی آمدنی کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے سگھڑپن کا ثبوت دیا اور نہایت احسن طریقے سے گھر کا خرچ چلا رہی ہیں۔ اور ان کی ازدواجی زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے۔ خواتین کو سجنے سنورنے کا پورا حق ہے لیکن پیسوں کا بے رحمانہ استعمال بھی کسی طرح درست نہیں۔ 240 گھنٹے کی کمائی کو محض دو تین گھنٹے میں اڑا دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ روپیہ کس جاں سوزی کے ساتھ کمایا جاتا ہے یہ کمانے والا ہی جانتا ہے۔

عمل اور ردِ عمل

(شہناز کوثر۔ گوجرہ)

سلطان انجم صاحب نے جس خوبصورتی سے اپنے مضمون میں عورتوں کو قابلِ مذمت قرار دینے کی کوشش کی ہے اس سے معاشرے اور خصوصاً مرد کی نظر میں عورت کی اہمیت خوب واضح ہو رہی ہے یہ کہنے میں ہر عورت حق بجانب ہے کہ آئینہ کا ایک رُخ صرف وہی عکس ظاہر کرتا ہے جو سامنے ہو۔ عمل اور ردِ عمل کا انحصار اس کے پیچھے کار فرما عناصر پر ہوتا ہے۔

آج کی عورت اپنے حقوق کے حصول کے لئے جن حربوں کی قید میں ہے اس نے اسے فطری زندگی سے دور کر دیا ہے اور مرد جو عورت کو پاک بیبیوں کی زندگیوں کی مثالیں دیتا ہے وہ خود بھی حضرت عمرؓ و عثمان غنیؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ کی ایک خوبی بھی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ مرد اپنی برتری کے زعم میں ہے جس کا اندازہ سلطان انجم صاحب کے خط سے خوبی لگایا جا سکتا ہے۔

مرد خود کو پیسہ کمانے کی مشین بنائے رکھے گا تو گھر داخل ہونے تک کے فاصلے میں وہ خود کو کیا ایسا انسان بنا سکے گا۔ جو اپنے دن بھر کی روداد بیوی کو سنا سکے اور بیوی سے اس کی باتیں سن سکے۔ مشین نما انسان کی پہلی ترجیح ایک پر سکون نیند ہو گی۔ جب کہ بیوی سارا دن اس انتظار میں گزارے گی کہ رات کو کچھ گھنٹے ہنسنے کے چند لمحات اس کی زندگی میں بھی کچھ رنگ بھر دیں اور جب بیوی کو اس کے خاوند سے محبت بھرے جملوں اور صرف اپنے لمحوں کی بجائے سکوں کی جھنکار میں صبح جلد اٹھا دینے کی تلقین ملے گی تو وہ خود کو جھوٹی نمود و نمائش میں کھو دے گی۔ انہی چھوٹی چھوٹی وجوہات نے میاں بیوی کے پُر خلوص و پُر اعتماد و محبت و ایثار سے لبریز رشتے کو کاغذ کی کشتی بنا دیا گیا ہے جو نہ خود پار لگتی ہے اور نہ ہی مسافروں کو منزل کا نشان بتاتی ہے۔

مرد سختی سے کام لیں

(افضل عزیز۔ ملیر، کراچی)

میں سلطان انجم صاحب کی بات سے بالکل اتفاق کروں گا کہ مہنگائی کی ذمہ دار عورتیں بھی ہیں جب وہ ہر مہینے کپڑے سینڈل، کاسمیٹکس، زیورات وغیرہ پر ہزاروں روپیہ خرچ کریں گی تو گھر کا بجٹ تو متاثر ہو گا۔ عورتوں میں حرص و لالچ بھی بہت ہوتی ہے اگر بیٹے کی شادی میں جہیز کم ملا تو بہو کا جینا حرام کر دیتی ہیں عورتوں میں دکھاوا نمائش کی عادت بھی ہوتی ہے۔ اگر انہیں معمولی تقریبات یا قریبی رشتے دار کے گھر بھی جانا ہو تو وہ نئے کپڑوں میں جانا پسند کرتی ہیں۔ مرد عورتوں کی وجہ سے ہی کرپشن رشوت اور بے ایمانی پر مجبور ہو جاتا ہے۔ عورتیں اگر چاہیں تو فضول خرچی ختم کر کے مہنگائی کم کر سکتی ہیں۔ مردوں کو بھی چاہیے کہ وہ عورتوں کی ناجائز و فضول خرچی پر سختی کریں۔

زیور عورت کی کمزوری ہے

(ضیغم عباس رانجھا۔ پھالیہ)

کسی عقلمند نے کیا خوب کہا ہے کہ زیور اور پیسہ عورت کی کمزوری ہے اور انسان اپنی کمزوری کو چھپانے کے لئے باقی سب کچھ داؤ پر لگا دیتا ہے یہی حال ہمارے معاشرے میں خواتین کا ہے وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اندھا دھند روپیہ پیسہ لٹاتی ہیں اور یوں دکاندار حضرات منہ مانگے دام وصول کرتے ہیں ظاہر ہے اس طرح مہنگائی میں اضافہ یقینی ہو گا۔

* * *

ایک پنتھ دو کاج

ایک امریکی اخبار کی خبر سے متاثر ہو کر لکھی گئی مختصر تحریر جس میں ایک ہی چیز سے دو فائدے حاصل کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

شاہ محی الحق فاروقی

شکاگو (امریکا) کے ایک اخبار نے خبر دی ہے کہ وہاں بیرون ملک ملازمتیں دلانے والی ایک فرم نے افرادی قوت کی ضرورت پڑنے پر شہر کے کئی بیت الخلاؤں کی دیواروں پر ہاتھ سے اشتہارات لکھوائے تھے اس طریقہ کار کے تحت کمپنی کو دس ہزار افراد کی طرف سے درخواستیں موصول ہوئیں کمپنی کا کہنا ہے کہ یہ طریقہ اخباروں میں اشتہار دینے سے زیادہ کامیاب ثابت ہوا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ عوامی بیت الخلاؤں کے ذریعہ اپنی بات کثیر تعداد میں لوگوں تک پہنچانے کا جو علم ایک ترقی یافتہ ملک کو آج ہوا ہے اس سے ہم پاک و ہند کے غیر ترقی یافتہ لوگ معلوم نہیں کب سے واقف ہیں۔

بیت الخلاء کی ایک قسم وہ ہوتی ہے جس کا تعلق لوگوں کے ذاتی گھروں سے ہوتا ہے ظاہر ہے گھر میں رہنے والوں کی تعداد اتنی محدود ہوتی ہے اور ایک دوسرے کی تحریر اور مزاج سے گھر والے اتنا واقف ہوتے ہیں کہ وہاں کوئی شخص کسی مسئلے پر اپنی رائے کا اظہار تحریری انداز میں نہیں کر سکتا۔ یہ ضرور ہے کہ کسی گھر کا کوئی بیت الخلاء اگر صاف ستھرا ہو تو وہاں بیٹھ کر نہ صرف زمانے کی بھولی بسری باتیں یاد کی جا سکتی ہیں بلکہ اخبار اور ناول بھی پڑھے جا سکتے ہیں اور اسی اثنا میں بیت الخلاء اپنی اصل غرض کے لئے بھی استعمال ہو جاتا ہے بلکہ "یاد" کے لفظ پر یاد آیا کہ وہاں جوش ملیح آبادی کی "یادوں کی برات" بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

گاندھی جی نے ایک بار بیت الخلاء کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ اسے اتنا صاف ستھرا ہونا چاہئے کہ انسان کا جی چاہے کہ وہاں بیٹھ کر گیتا (ہندوؤں کی ایک مذہبی کتاب) کا ایک پاٹھ (باب) پڑھ لے۔

اب تک بات ہو رہی تھی گھریلو بیت الخلاؤں کی۔ اب کچھ ذکر ہو جائے عوامی بیت الخلاؤں کا جو عموماً مختلف دفتروں، اجتماعی عمارتوں یا عوامی اداروں میں پائے جاتے ہیں اور پچھلے دنوں میں بلدیاتی اداروں کے بنوائے ہوئے ایسے بیت الخلاء سڑکوں کے کنارے بھی پائے جاتے ہیں جنہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تعفنات میں داخل

بچہ کر مسمار کر دیا گیا اور اب ان کی جگہوں پر دکانیں بنادی گئیں ایسے بعض بیت الخلاؤں پر جمعدار بھی تعینات کردیے جاتے تھے جو انہیں استعمال کرنے والوں سے چونّی اٹھنّی لیتے رہتے تھے اور کنستر سے پانی پھینک پھینک کر انہیں صاف کرتے رہتے تھے۔

بہر حال ان بیت الخلاؤں کا ایک استعمال تو ہم مہذب لوگ زمانہ قدیم سے کرتے آئے ہیں یعنی ان میں علاقے کی تمام اہانت آمیز کہانیاں لکھی جاتی ہیں علاقے کے رہنے والے بعض وی آئی پی لڑکوں لڑکیوں کے لئے ایسی ایسی (جھوٹی سچی) کہانیاں لکھی جاتی ہیں جو اگر ان کے باپ ماں سن لیں تو شرم کے مارے مرجائیں دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں بعض کہانیاں باتصویر بھی ہوتی ہیں اور تصویریں بھی ایسی نفیس کہ انہیں دیکھ کر ان کے مصوروں کی چابک دستی کے بارے میں بے ساختہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔

ایسی چنگاری بھی یا رب اپنے خاکستر میں تھی

1940ء کے لگ بھگ مجھے ایک دینی مدرسے کے بیت الخلاء میں جانے کا اتفاق ہوا بیٹھتے ہی سامنے کی دیوار پر جلی حروف میں لکھے ہوئے ایک حکم پر نظر پڑی "دائیں دیکھئے" بے ساختہ داہنی طرف کی دیوار پر نظر پڑی تو وہاں بائیں دیکھنے کا حکم تھا۔ بائیں طرف کی دیوار کو دیکھا تو وہاں اوپر دیکھنے کی ہدایت درج تھی۔ اس ہدایت کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے کے لئے میں نے اوپر دیکھا تو وہاں ایک "دشنام آمیز خطاب" کے ساتھ لکھا ہوا تھا کہ "...... پیخانہ کرنے آیا ہے یا ادھر اُدھر دیکھنے آیا ہے"۔

اس کے بعد ہندوستان پاکستان دونوں ہی ملکوں کے متعدد شہروں میں کسی نہ کسی ایسے بیت الخلاء میں جانے کا اتفاق اکثر ہوا جہاں یہی ہدایت درج تھی، گویا "زریں نصیحتیں زمان و مکان کی قیود سے بے نیاز ہوتی ہیں"۔

اب یہ شکاگو سے اشتہار والی جو خبر مشتہر ہوئی ہے اس نے مجھے تمام معاملات پر ایک دوسرے طریقے سے غور کرنے پر مجبور کر دیا ہے یعنی کیا ہم لوگ اس طریقے کو اختیار نہیں کرسکتے؟ مثلاً ایسا کوئی بیت الخلاء جس ادارے یا فرد کی ملکیت میں ہو وہ ایک معقول رقم کے عوض اس کی اندرونی دیواروں پر اشیا ساز کمپنیوں کو اشتہار لکھنے کی اجازت دے دے جیسے "ہاتھ دھونے کے لئے فلاں جراثیم کش صابن استعمال کیجئے" یا "ہاتھ پونچھنے کے لئے فلاں تولیہ استعمال کیجئے"۔ ایک اشتہار اور بہت اچھا ہو سکتا ہے "فلاں سگریٹ پیجئے، منٹوں میں مقصد حل"۔ لیکن اس اشتہار کے ساتھ باریک حروف میں یہ لکھنا قانوناً ضروری ہونا چاہئے کہ (تمباکو نوشی صحت کے لئے مضر ہے: وزارتِ صحت)

اگر بالمعاوضہ اشتہار بازی کا یہ سلسلہ شروع ہو جائے تو ہمارے بڑے شہروں میں عوامی بیت الخلاؤں کی عدم موجودگی سے پیدا ہونے والے مسائل دیکھتے ہی دیکھتے حل ہو جائیں گے اور ہمارے بلدیاتی ادارے قدم قدم پر بیت الخلاء بنوا کر اپنی "کمائی" شروع کر دیں گے۔

جہاں عورتوں اور مردوں کے بیت الخلاء الگ ہوں (جو عموماً ہوں گے) وہاں استعمال کنندگان کی ضرورت کے لحاظ سے اشتہار دیئے جاسکتے ہیں مثلاً عورتوں والے بیت الخلاء میں سامان تزئین و آرائش کے اور مردوں کے بیت الخلاؤں میں بلیڈ کے اشتہار دیئے جائیں۔ ہاں، نظر تیز کرنے کے لئے چشموں کے اشتہار دونوں جگہ دیئے جاسکتے ہیں لیکن ان اشتہاروں میں احتیاطاً "چشمے" کی جگہ "عینک" کا لفظ استعمال کرنا ہوگا۔

اگر یہ تجویز قابلِ قبول ہو تو ایک قانون بنا کر سڑکوں کے کنارے دیواروں پر تجارتی اور سیاسی دونوں قسم کے اشتہارات لکھنے پر پابندی لگائی جاسکتی ہے اس صورت میں ہر بیت الخلاء میں تین طرف کی دیواریں تجارتی اشیاء کے بالمعاوضہ اشتہاروں کے لئے مخصوص ہوں اور چوتھی دیوار سیاسی اشتہاروں کے لئے فی سبیل اللہ وقف کر دی جائیں کیونکہ بہر حال وہ بھی ایک ضرورت ہے۔

("امت" سے اقتباس)

* * *

معمہ

کسی کا حق مار کر، ناجائز اور ہیرا پھیری کر کے جب دولت آتی ہے تو بہت سی فکری خرابیاں بھی ساتھ لاتی ہے۔ ایسا ہی حال شاہ جی کا بھی ہوا۔ تمام تر آسائش کے باوجود وہ ایک معمہ حل نہ کرسکے......

ابو ورده

اپنے باپ کی اس حرکت پر حشمت کا خون کھول رہا تھا۔ اُسے تو ویسے بھی ان سے بہت ساری شکایتیں تھیں اور یہ حرکت تو اس کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ لیکن اس کے اندر اتنی بھی جرأت نہ تھی کہ وہ اپنے باپ کے مد مقابل آکر ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرسکے۔ گھر کے دیگر افراد اس معاملے سے یکسر لاتعلق تھے۔ شاید وہ سمجھتے تھے کہ اگر انہوں نے اس حوالے سے کوئی بات کی تو ان کے بہت سے معاملات اور کاموں بلکہ حرکتوں کے حوالے سے باز پرس ہو سکتی ہے یا سب اپنے آپ میں اس قدر مست تھے کہ ان کے پاس فرصت ہی نہ تھی کہ وہ دوسری جانب توجہ دیتے۔

وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا رہتا...... وہ کیا کرے......؟ کیا خودکشی کرلے؟ لیکن خودکشی کرنے کے لئے بھی تو جرأت چاہئے...... بزدلی تو شاید اس کے خون میں رچی بسی تھی...... وہ تو اتنی ہمت بھی نہ کرسکا کہ اسماء سے اظہارِ محبت ہی کردیتا...... پہلی مرتبہ جب اس نے اسماء کو دیکھا تھا تو اس کے دل کی عجیب حالت ہو گئی تھی...... اس کے اندر ایک ہلچل سی مچ گئی تھی۔ وہ عصر کی نماز ادا کر کے گھر آرہا تھا کہ سامنے سے آنے والی اسماء پر بے اختیار نظر پڑ گئی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کے سامنے بجلی سی کوند گئی ہو...... اس نے فوراً نظر جھکالی لیکن اندر شک اور وسوسے کے جال نے اسے بُری طرح جکڑ لیا تھا...... گناہ اور ثواب کی ایک بحث چل پڑی...... ذہن میں ایک شور سا مچ گیا...... پھر بھی آنکھوں کے راستے ذہن کے اندر جو سراپا منتقل ہوا تھا وہ اتنا پُرکشش تھا کہ اس نے دوبارہ نظر اٹھانے پر مجبور کر دیا...... لیکن گناہ و ثواب کی بحث نے جیسے صدیوں کا فاصلہ حائل کر دیا اور ایک سیکنڈ بعد جب نظریں اٹھائیں تو اسماء آگے بڑھ چکی تھی...... پیچھے مڑ کر دیکھنے سے پاکیزگی کا خول چکنا چور ہو سکتا تھا...... اندر سے فطرت کی آواز دیکھنے پر مجبور کر رہی تھی...... دوبارہ گناہ ثواب کی بحث چھڑ گئی...... دوبارہ شور سا مچ گیا...... اس شور کو ختم کرنے کی کوشش میں سامنے آنے والے راہگیر سے وہ بُری طرح ٹکرا گیا...... "معاف کرنا......!" کہہ کر وہ جلدی جلدی گھر کی طرف بڑھ گیا...... رات بھر اسے نیند ہی نہ آسکی...... اس کی عمر اس موڑ پر تھی کہ اس میں ان تمام تقاضوں کا اُبھرنا عین فطری تھا۔ لیکن ہمارے ہاں بعض مذہبی لوگوں پر اس قدر خوف طاری رہتا ہے کہ وہ فطری تقاضوں کو شیطانی خیال سمجھ کر اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور اکثر اس کوشش میں ایسی غیر فطری عادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو ذہن و صحت دونوں کو بُری طرح تباہ کر دیتی ہے۔ اعتماد، جرأت اور یکسوئی کا فقدان ہو جاتا ہے...... چونکہ ان لوگوں میں چند مذہبی اعمال کی ادائیگی کی بناء پر ایسے تمام لوگوں سے برتری کا گھمنڈ بھی پیدا ہو جاتا ہے جو ان اعمال کی ادائیگی سے کسی وجہ سے محروم ہیں چنانچہ مثبت رویوں کی کمی اور منفی رویے کی زیادتی پوری شخصیت کو چوں چوں کا مربہ

ہلا دیتی ہے۔ عموماً خیال کو جتنا زیادہ روکا جائے اتنی ہی شدت سے سوار بھی ہو جاتا ہے۔ یہی اس کے ساتھ بھی ہوا...... نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی...... اسماء کا سراپا اس کے ذہن میں مسلسل اُبھر رہا تھا...... اس نے شیطان پر لعنت بھیجی اور وضو کر کے تہجد کی نفلیں پڑھنے کے لئے مصلے پر کھڑا ہو گیا...... اسے پتہ ہی نہ چلا کہ اس نے کون سی سورۃ پڑھی ہے بس ذہن کی ساری توجہ اسماء پر ہی مرکوز رہی...... فجر کی اذان ہوئی تو اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ چلو باہر نکلنے سے کچھ ماحول بدلے گا...... نماز کی ادائیگی کے لئے وہ گھر سے نکلا تو بے اختیار اس مسجد کی جانب چل پڑا جس کے راستے میں اسماء کا گھر پڑتا تھا۔

اسماء ماسٹرنی کی اکلوتی بیٹی تھی...... ماسٹر صاحب کا انتقال ایک حادثے میں اس وقت ہی ہو گیا تھا جب اسماء صرف دو سال کی تھی...... ماسٹرنی کسی سرکاری اسکول میں پڑھاتی تھیں...... محلے کے تمام لوگ انہیں ماسٹرنی کہتے تھے...... ماسٹر صاحب کے انتقال کے بعد انہوں نے دوسری شادی نہیں کی۔ کرتیں بھی تو کس سے؟! پورے شہر میں ان کا تو کوئی بھی نہ تھا...... دور پرے کے ایک آدھ رشتے دار تھے تو ان کی نظریں ماسٹرنی کے مکان پر جمی تھیں...... ماسٹرنی نے شادی نہ کرنے میں ہی عافیت سمجھی اور زندگی کی گاڑی چل پڑی......

حشمت کو ماتلی سے اس محلے میں شفٹ ہوئے محض پانچ برس گذرے ہوں گے۔ اس کے والد برکت علی شاہ جو شاہ جی کے نام سے مشہور تھے ماتلی کے ایک سرکاری ادارے میں چپڑاسی کی حیثیت سے ملازم تھے۔ جب ان کا ٹرانسفر ماتلی سے کراچی ہوا تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ ملنے جلنے والوں نے مشورہ دیا کہ پہلے کراچی جا کر ڈیوٹی جوائن کر لو پھر دوبارہ ماتلی ٹرانسفر کی کوشش کرنا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن ماتلی ٹرانسفر نہ ہو سکا۔ کچھ عرصے تک تو ہفتہ پندرہ دن میں بیوی بچوں کے پاس جاتے رہے لیکن یہ سلسلہ مستقل کب تک چلتا...... آنے جانے کے کرائے میں ہی خاصی رقم خرچ ہو جاتی تھی...... بیوی بچوں کو تنہا چھوڑ دینا بھی صحیح نہ تھا۔ چنانچہ آفس کے لوگوں نے انہیں پریشانی میں مبتلا دیکھا تو مشورہ دیا کہ "شاہ جی! یہیں کرائے کا مکان لے کر گھر والوں کو لے آؤ" مشورہ صائب تھا۔ آفس کے ایک نوجوان کلرک امجد نے بغیر ایڈوانس مناسب کرائے کا مکان اپنی ضمانت پر دلوا دیا۔ گو مکان چھوٹا تھا اور علاقہ بھی ماتلی والے محلے کی طرح صاف ستھرا نہ تھا لیکن شاہ جی کے آفس سے بہت قریب تھا۔

ماتلی بہت چھوٹا سا شہر ہے۔ آبادی بہت کم ہے۔ اطراف میں بہت سے گاؤں ہونے کی وجہ سے اجناس، پھل اور سبزیاں سستے داموں مل جاتی تھیں۔ ایک تو سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے شہر کا تقریباً ہر فرد ان سے واقف تھا۔ دوسرے باریش اور پنج وقتہ نمازی ہونے کی وجہ سے صاحب کردار بھی مشہور تھے۔ پانچ وقت کی نماز محلے کی مسجد میں باجماعت ادا کرتے اور اکثر پیش امام کی غیر موجودگی میں امامت بھی کر دیا کرتے۔ چھوٹا سا شہر تھا...... زندگی کی رفتار بہت سست تھی۔ یہاں برسوں میں ایسی تبدیلی نہ آسکتی تھی جو اس گنجان آباد شہر میں مہینوں میں بلکہ دنوں میں ہوتے ہوئے انہوں نے دیکھی...... وہاں ماتلی میں تو اتنا کام ہی نہیں ہوتا تھا...... بس دفتر میں وقت پاس کر کے گھر آجاتے تھے۔ یہاں تو روزانہ بیسیوں افراد دفتر کھلنے سے پہلے ہی فائلیں بغل میں دبائے منتظر ہوتے۔

ایک روز ایک صاحب سفید کاٹن کے شلوار قمیض میں ملبوس ہاتھ میں موبائل فون پکڑے بڑی سی پجارو میں آئے، دو باڈی گارڈ بھی ان کے ساتھ تھے۔ امارت کا رعب بھی بڑا ظالم ہوتا ہے۔ غریب اور سفید پوش آدمی بظاہر دل میں امیروں کو کتنا ہی بُرا بھلا کہے، اپنے جیسے لوگوں میں بیٹھ کر کتنا ہی الزام لگائے کہ انہوں نے یہ سب حرام کا مال جمع کیا ہے۔ لیکن ان کا سامنا ہوتے ہی یہ رعب اس قدر طاری ہوتا ہے کہ اپنا موقف بھی صحیح طور سے پیش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ امارت کا رعب ہی تھا کہ شاہ جی ڈائریکٹر

صاحب کے آفس کے باہر رکھی اپنی کرسی سے بے اختیار کھڑے ہو گئے۔ آنے والا جائز دولت مند تھا یا ناجائز، تہذیب یافتہ ضرور تھا۔ رک کر شاہ جی کو سلام کیا اور ان کے صاحب کے متعلق دریافت کیا...... اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر انہیں تھمایا...... شاہ جی جلدی سے اپنے صاحب کے کمرے میں گئے...... کارڈ دیا...... کارڈ دیکھتے ہی ان کے صاحب اپنی کرسی سے کھڑے ہو گئے، اور اپنے کمرے کے باہر آکر آنے والے کا استقبال کیا شاہ جی کو چائے لانے کا کہہ کر اندر چلے گئے...... وہ صاحب جب ڈائریکٹر صاحب کے کمرے سے باہر آئے تو مسکراہٹ چہرے پر رقصاں تھی...... اس مرتبہ پھر شاہ جی غیر ارادی طور پر کھڑے ہو گئے۔ آنے والے نے شاہ جی سے ہاتھ ملایا اور سو روپے کا کرارا سا نوٹ ان کی جیب میں آہستہ سے ڈال دیا...... اس سے پہلے کہ وہ منع کرتے یا نوٹ واپس کرتے...... صاحب یہ جا وہ جا...... شاہ جی دیکھتے ہی رہ گئے...... ان کا منہ کھلا ہوا تھا، ایک ہاتھ جیب پر تھا، جس میں سے ابھی تک سرخ اور کرارا نوٹ جھانک رہا تھا۔ ان کے صاحب نے انہیں بلانے کے لئے گھنٹی بجائی تو وہ بُری طرح چونک گئے اور آفس میں داخل ہوتے ہوئے بے دھیانی میں دروازے سے ٹکرا گئے...... سامنے بنچ پر کچھ لوگ جو اپنے کاغذات اور فائلیں پکڑے ڈائریکٹر صاحب سے ملنے کی تمنا لئے بیٹھے تھے، شاہ جی کو اس بُری طرح بوکھلاتا دیکھ کر منہ چھپا کر ہنسنے لگے......

ڈائریکٹر صاحب میٹنگ کا کہہ کر چلے گئے۔ شاہ جی نے انتظار کرنے والوں کو دوسرے دن آنے کا کہہ کر چلتا کیا اور خود جلدی جلدی امجد کے پاس پہنچے تاکہ سو روپے والی بات اسے بتا سکیں۔ امجد نے پوری بات بڑی توجہ سے سُنی اور شاہ جی کی معصومیت پر مسکراتے ہوئے بولا "شاہ جی! آپ بہت بھولے ہیں...... آپ کی تنخواہ کتنی ہے؟"

"اٹھائیس سو روپے"۔ شاہ جی نے آہستہ سے کہا

"گھر کا کرایہ ایک ہزار روپے دیتے ہیں؟" امجد نے پوچھا......

"ہاں جی آپ کو تو معلوم ہی ہے...... ہزار روپے تو صرف کرایہ ہے، پانی بجلی اور گیس کے بلوں پر تقریباً پانچ سو روپے علیحدہ خرچ ہو جاتے ہیں" شاہ جی نے حساب کرتے ہوئے جواب دیا

"اٹھائیس سو روپے میں سے سولہ سو روپے نکال دیں تو بچے بارہ سو روپے...... آپ مجھے یہ بتایئے کون پاگل ہے جو یہ کہتا ہے کہ بارہ سو روپے میں آپ گھر سے دفتر آنے جانے کے لئے ٹرانسپورٹ کا کرایہ، گھر کے باورچی خانے کا خرچ، کپڑے لتے، بیماری دکھی، غمی خوشی سمیت دیگر بیسیوں اخراجات پورے کر سکتے ہیں...... بتایئے یہ ممکن ہے...... کیا صرف نصیحتوں سے آپ کے گھر کا خرچ چل سکتا ہے......؟" امجد جذباتی ہو گیا "یہ بھی تو دیکھئے کہ مہنگائی روز بروز آسمان پر پہنچتی جا رہی ہے...... روپے کی قوت خرید کم ہو رہی ہے...... اگر آپ کو روزانہ ایسے دو تین صاحب دو تین سو روپے بن مانگے خوشی خوشی دے جاتے ہیں تو احسان نہیں کرتے...... یہ آپ کا حق ہے......"۔

"نہیں نہیں یہ حق نہیں ہے! یہ تو رشوت ہے اور رشوت حرام ہے" شاہ جی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"آپ کسی سے زبردستی تو نہیں لے رہے...... کسی کا حق تو نہیں مارا ہے...... ناجائز کام تو نہیں کر رہے ہیں؟......" امجد نے پھر دلائل دیئے۔

"نہیں بھئی میرے لئے تو یہ بہت مشکل کام ہے؟! اور حرام منہ کو لگ گیا تو اولاد خراب ہو جائے گی"۔ شاہ جی نے زچ ہوتے ہوئے کہا

"اولاد تو ویسے بھی خراب ہوگی شاہ جی!...... جب لوگوں کے گھروں میں غیر ملکی ٹی وی چینلز دیکھے جا رہے ہوں گے اور آپ کے گھر میں ریڈیو بھی نہیں ہوگا...... پڑوسیوں کے بچے بہترین تعلیمی اداروں میں پڑھ رہے ہوں گے اور آپ کے بچے گلی میں مٹی دھول میں کھیلتے ہوں گے...... شاہ جی اولاد تو خراب ہو ہی جائے گی نا......؟!!!"

امجد اپنی میز پر مُکّہ مارتے ہوئے بولا

"لیکن......"شاہ جی ہکلاتے ہوئے بولے

"لیکن ویکن کچھ نہیں شاہ جی!...... یہ مدہ جو سو روپے آپ کو دے گیا ہے...... آپ کیا سمجھتے ہیں کیا ایویں دے گیا ہے...... شاہ صاحب! اس نے ڈائریکٹر صاحب کو تو ہزاروں روپے کا فائدہ پہنچایا ہوگا...... کیا مفت میں ؟...... ہر گز نہیں شاہ صاحب! اس کو تو لاکھوں روپے کا فائدہ ہوا ہوگا...... لاکھوں کا......"

شاہ جی نے کچھ سمجھتے ہوئے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے گردن ہلا دی...... پھر کچھ ہچکچاہٹ کے ساتھ یہ سلسلہ چل پڑا...... شروع شروع میں تو شاہ جی اندر سے خائف اور شرمندہ شرمندہ سے رہتے...... لیکن پھر آہستہ آہستہ یہ ہوا کہ لوگ جو کچھ بھی بن مانگے خوشی خوشی دے جاتے شاہ جی شکریہ ادا کرتے ہوئے رکھ لیتے...... اور حقیقت بھی وہی تھی جو امجد نے بیان کی...... اٹھائیس سو روپے میں پانچ بچوں کو پالنا...... اس ہوشربا مہنگائی میں ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کو سوئی کے ناکے میں سے گزارنے کا دعویٰ...... ان پانچ بچوں میں دو بیٹیاں تو جوانی کی سرحدوں میں داخل ہونے ہی والی تھیں اور لڑکیوں کو جوان ہونے میں کیا دیر لگتی ہے...... ان کی شادیوں کی فکر بھی دن رات کھائے جاتی تھی...... ہمارے معاشرے کا یہ عجیب چلن ہے کہ لوگوں کو غلط راستے پر چلنے پر زبردستی مجبور کیا جاتا ہے۔ اگر شاہ جی کی تنخواہ اس قدر ہوتی جس میں وہ اپنے تمام ضروری اخراجات بآسانی پورے کر لیتے تو شاید امجد بھی اتنے دلائل ہر گز نہ دیتا امجد کو شاہ جی سے ہمدردی تھی وہ ان کا بھلا چاہتا تھا......

شاہ جی نے روزانہ ملنے والے پیسوں کو خرچ کرنے کے بجائے ایک بڑی کمیٹی میں لگا دیا...... کمیٹی نکلی تو شاہ جی نے اسی محلے میں ایک چھوٹا سا مکان بھی خرید لیا۔

اب تک جو کچھ آرہا تھا وہ کسی کی حق تلفی یا زور و جبر سے نہیں آرہا تھا...... اس ادارے میں ایسے لوگ بھی تھے جو ہیرا پھیری کرکے اور فائلیں دبا کر لوگوں کو پریشان کرکے خوب مال اینٹھ رہے تھے۔ دولت مند لوگوں کے کام کرکے انہیں اکثر ایک ہی دن میں ہزاروں روپے کی آمدنی بھی ہو جاتی تھی۔ لیکن شاہ جی اور امجد جیسے لوگوں کی تعداد زیادہ تھی جو کسی کو تنگ نہیں کرتے تھے اپنا کام فرض سمجھ کر کرتے اور لوگ اگر انہیں خوشی سے کچھ دے دیتے تو رکھ لیتے، انہوں نے کبھی کسی سے کچھ مانگا نہیں تھا......

لیکن اچانک ادارے میں جیسے طوفان سا آگیا...... پرانے ڈائریکٹر صاحب کا تبادلہ ہو گیا اور ان کی جگہ ایک نئے صاحب نے جوائن کر لیا...... نئے ڈائریکٹر پر انتہا پسندی کا بھوت سوار تھا...... اپنی طبیعت کی ضد، ہٹ دھرمی اور غصے کو اس نے ایمانداری کا نام دے رکھا تھا...... اس نے دعویٰ کیا کہ وہ چھ مہینے میں ہی پورے ادارے کو سدھار کر رکھ دے گا۔ ادارے کے تمام ڈیپارٹمنٹ کے اسٹاف کی میٹنگ میں اس نے خبردار کیا کہ ایک مہینے میں اگر کرپشن ختم نہ ہوئی تو وہ سب کی "سی آر" خراب کر دے گا اور یوں بہت سے لوگ ملازمت سے فارغ بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ بظاہر تو اصلاحی قدم تھا لیکن بعد میں اس کے بہت خراب اثرات مرتب ہوئے......

اس نے تمام ملازمین کو پابندیٔ اوقات پر مجبور کیا یعنی صبح 8 بجے سارا اسٹاف موجود ہو اور شام ساڑھے چار بجے سے پہلے کوئی اپنی سیٹ سے نہیں اٹھے گا...... دوسرے بہت سے لوگ جو اس ادارے میں اپنے جائز کام کروانے آتے تھے اور خوشی خوشی کچھ دے جاتے تھے انہیں بھی مختلف قانونی اصطلاحات اور ضابطوں میں الجھایا جانے لگا۔ یعنی اسٹاف تو اسٹاف آنے والے لوگ بھی پریشان رہنے لگے۔

سرکاری اداروں میں تنخواہ کے نام پر جو کچھ دیا جاتا ہے اگر پالیسی سازوں کو اس میں گزارے پر مجبور کیا جائے تو شاید ان میں سے ایک آدھ تو خودکشی ہی کر گزرے۔ نئے ڈائریکٹر کو اپنے اسٹاف سے تو ایمانداری کی توقع تھی لیکن اسٹاف کے مسائل سے اسے کوئی دلچسپی نہ تھی...... پہلے اسٹاف کے بہت سے لوگ دو بجے ہی چلے جاتے تھے اور

پارٹ ٹائم کہیں ملازمت کرتے کچھ نے کہیں اسٹال لگایا ہوا تھا...... کچھ نے دکان کھول رکھی تھی۔ یہ سب لوگ ایسے تھے جو کسی ہیرا پھیری میں ملوث نہ تھے لیکن ڈھائی تین ہزار کی تنخواہ میں انہیں صبح 8 سے شام پانچ بجے تک بیٹھنے پر مجبور کر دینے سے ان کے چھوٹے موٹے پارٹ ٹائم روزگار پر خراب اثر پڑا جس سے وہ اپنے بچوں کے ضروری اخراجات پورے کر لیتے تھے۔ پھر ادارے میں اپنے مختلف جائز کاموں کے لئے آنے والے سائلوں کو جب یہاں مختلف ضابطوں میں الجھانے کی کوشش ہونے لگی اور ان کا کام رک گیا تو شاہ جی اور امجد جیسے لوگوں کی روزانہ کی دو تین سو کی آمدنی جو کسی کا حق مارے بغیر اور بلا جبر و ظلم حاصل ہوتی تھی...... بند ہو گئی...... یوں بہت سارے لوگوں کے پیٹ پر زبردست لات پڑی...... جب کہ ایسے ملازمین جو ہیرا پھیری اور جعل سازی کے ذریعے مال اینٹھتے تھے ان کا کام بدستور چلتا رہا کیوں کہ وہ تو اس قدر گھاگ ہو چکے تھے کہ انہیں روکنا اس ایک ڈائریکٹر کے بس کا کام بھی نہ تھا۔ انہیں ایسے گُر آتے تھے کہ ڈائریکٹر کو خبر بھی نہ ہوتی کہ کہاں دھاندلی ہوئی...... کون سے کیس میں کتنی رشوت لی گئی۔ کون سا کیس دبایا گیا...... وغیرہ وغیرہ...... یہ صورت حال انتہائی مایوس کن تھی...... چنانچہ ادارے میں جو تبدیلی آئی وہ بہت خراب تھی...... یعنی شاہ جی اور امجد جیسے لوگوں کی بڑی تعداد بھی اب ناجائز حربے اختیار کرنے پر مجبور ہو گئی......

شاہ جی کی کمیٹی چوتھے مہینے ہی نکل گئی تھی جس سے انہوں نے مکان خرید لیا۔ لیکن ہر ماہ 5000 روپے کی کمیٹی میں دینے کے لئے اب ان کے پاس ایک دھیلا نہ تھا۔ روزانہ کی آمدنی بند ہو گئی تھی۔ کل اٹھائیس سو روپے میں اب گزارہ بھی ممکن نہ تھا چنانچہ بچوں کو پڑھائی چھوڑ کر چھوٹے موٹے کام کاج پر لگنا پڑا۔ لڑکیاں گھر میں سلائی کرنے لگیں۔ بڑا اپنا جس کا ہم نے ابتداء میں اسماء کے حوالے سے تذکرہ کیا تھا اخبار بیچنے لگا، چھوٹے نے ڈرائیونگ سیکھی ہوئی تھی وہ اسکول کی وین چلانے لگا...... لیکن اب اخراجات بڑھتے جا رہے تھے اور ان سب کی آمدنی ملا کر بھی پانچ ہزار نہ ہو سکی جبکہ کمیٹی کی رقم ہر ماہ بڑھتی جا رہی تھی...... محلے کی دکان کا الگ ادھار چڑھا ہوا تھا...... اب شاہ جی کی ایمانداری دھڑام سے ریت کی دیوار کی طرح بیٹھ گئی۔ امجد الگ پریشان تھا اس کے والد ہارٹ پیشنٹ تھے...... ڈاکٹر نے آپریشن کا کہہ دیا تھا...... لاکھوں کی رقم درکار تھی...... چنانچہ ان دونوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ جب گھی سیدھی انگلی سے نہیں نکل رہا ہے تو ٹیڑھی انگلی کرکے نکال لیا جائے......

ٹیڑھی انگلی کرنے میں سوچ بھی تو ٹیڑھی ہو سکتی تھی...... لیکن حالات کی ستم ظریفی سے اب سمجھوتہ کرنا بہت مشکل تھا...... چھ مہینے انہوں نے بہت اذیت میں گزارے تھے...... اب جو انہوں نے اپنی سوچ کو تبدیل کرکے دفتر کے ان لوگوں کی طرح چالاکی سے کام کرنا شروع کیا جو بہت پہلے سے یہ کام کر رہے تھے تو چند روز میں ہی ریل پیل ہو گئی۔ یعنی چھ مہینے میں اصلاح کا دعویٰ کرنے والے نے ایک طرح سے سسٹم کو مزید تباہ کرکے رکھ دیا اور شریف لوگوں کو بھی بزدلی پر مجبور کر دیا...... اب شاہ جی اور امجد نے مل ملا کر لوگوں کی فائلیں جعلی کاغذات سے بھر دیں اور حیلے بہانے سے اسی ڈائریکٹر سے APROVE بھی کروالیا...... اس کام کے انہوں نے کسی پارٹی سے ہزاروں اور کسی سے لاکھ سے کم بات نہ کی اور بارگیننگ کے بعد بھی ہزاروں روپے ہاتھ آہی گئے......

ڈائریکٹر صاحب کی سخت ایڈمنسٹریشن سے یہ تو ہوا کہ اسٹاف وقت پر آنے اور دیر سے جانے لگا...... لیکن یہ سخت ایڈمنسٹریشن کرپشن کنٹرول کرنے کے بجائے کرپشن میں اضافے کا باعث بن گئی۔

کسی کا حق مار کر، ناجائز اور ہیرا پھیری کرکے جب دولت آتی ہے تو بہت سی فکری خرابیاں بھی ساتھ لاتی ہے۔ ایسا ہی حال شاہ جی کا بھی ہوا۔ جب ذہنی سکت سے زیادہ مال آجائے تو خرچ کرتے وقت آدمی اکثر دماغ استعمال ہی نہیں کرتا، یہ نہیں دیکھتا کہ جائز کام میں خرچ کر رہا ہے یا

ناجائز میں...... شاہ جی نے امجد کے ساتھ مل کر جو راستہ اختیار کیا تھا یا انہیں اس راستے پر چلنے پر مجبور کیا گیا تھا وہ ان کی بھولی بھالی فطرت سے بالکل ہٹ کر تھا۔ اس لئے انہوں نے ضمیر کی آواز کو دبانے کے لئے جہاں سجدوں کا اضافہ کر دیا...... وہیں مسجد کے خطیب کی اس بات سے ضمیر کی اس چبھن کو کم کرنے کا ایک نیا راستہ یہ مل گیا کہ "مسجد میں چندہ دینے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں"...... وہ جس دلدل میں دھنس گئے تھے دھنسنے پر مجبور کر دیئے گئے تھے جنت کی اس خریداری سے انہیں یک گونہ اطمینان نصیب ہوا اور ضمیر کی چبھن رفتہ رفتہ ختم ہو گئی...... یا پھر ضمیر نے آخری ہچکی لے لی......

اب انہوں نے اسی علاقے میں نسبتاً بڑی جگہ پر اپنا نیا مکان تعمیر کروایا...... جس میں دنیا بھر کی تمام آسائشیں جمع کر ڈالیں...... مکان کے سامنے والے حصے پر سبز رنگ کی ٹائلیں لگوائیں اور خوبصورت ڈیزائن بنوا کر سفید ٹائلوں پر اسمائے الٰہیہ تحریر کروائے......

بیٹیوں کی دھوم دھام سے شادی کی اور ڈھیروں جہیز دے ڈالا...... اس اہم کام سے فارغ ہوئے تو اپنے ذہن میں آنے والے اس خیال کی جانب متوجہ ہوئے جو انہیں سال بھر سے بے چین کئے دیتا تھا......

شاید جہاں روزانہ بروسٹ اور دیگر مرغن غذاؤں کے استعمال سے ان کو اپنے اندر ایک نئی توانائی محسوس ہونے لگی تھی...... وہیں ڈش کے گرما گرم چینلز نے بھی ہیجان میں اضافہ کر دیا تھا۔ جذبات نے انگڑائی لی تو انہیں اپنی زوجہ پرانے ماڈل کی کار اور گوشت کے پہاڑ کی مانند محسوس ہونے لگیں۔ خود شاہ جی پہلے ہی کسرتی جسم کے مالک تھے...... مالی سے آئے تھے تو داڑھی ذرا بے ہنگم سی تھی...... لیکن اب اُسے خضاب سے سیاہ چمکدار کر کے اور خط بنوا کر سنہری فریم کا چشمہ لگا کر انہوں نے خود کو آئینے میں دیکھا تو ایک لمحے کو شاید پہچان ہی نہ سکے...... ادھر ماشرنی کو ٹی بی ہو گئی تو اسماء نے ملازمت کر لی۔ ماشرنی کی حالت دن بدن بگڑتی جا رہی تھی...... شاہ جی نے "انسانی ہمدردی" کے تحت ان کے علاج معالجے میں دلچسپی لینی شروع کر دی...... ایک اچھے ہسپتال میں داخل کروایا۔ ڈاکٹر نے انہیں ماشرنی کا رشتہ دار سمجھ کر صاف صاف بتا دیا کہ ان کی جان بچانا مشکل ہے...... لہٰذا شاہ جی جو ہر نیک کام "ثواب" کا حساب کتاب کر کے کیا کرتے تھے ماشرنی کی خدمت کے ثواب میں انہوں نے اسماء کو مانگ لیا...... دیگر ثوابوں کی لمبی فہرست کو تو انہوں نے حشر کے لئے اٹھا رکھا تھا...... اس ثواب کے حصول کے لئے انہوں نے خاصی جلدی کا مظاہرہ کیا اور اُسے دنیا میں ہی پا لیا...... اس سے پہلے کہ ماشرنی آخری سانس لیں...... انہوں نے ماشرنی کی اجازت سے ہسپتال میں ہی روتی دھوتی اسماء سے نکاح پڑھوا لیا۔ ماشرنی کا آگے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ جوان بیٹی کو خونخوار بھیڑیوں کے درمیان چھوڑ جانے سے بہتر انہوں نے یہی سمجھا کہ شاہ جی کے نکاح کا تحفظ دے جائیں......

شاہ جی کی بیوی تو پہلے ہی اللہ میاں کی گائے تھیں...... اور گاؤں گوٹھوں میں مرد دو تین شادیاں تو کیا ہی کرتے ہیں...... اللہ سلامت رکھے اُن کے سر کے سائیں، شاہ جی کو...... ماشاء اللہ آج بھی جوان نظر آتے ہیں...... لہٰذا انہوں نے چوں تک نہ کی...... باقی دونوں بیٹوں نے علاقے میں کیبل سسٹم کا کاروبار شروع کر دیا تھا...... اُن کے دیگر "مشاغل" بھی تھے...... جس سے شاہ جی خوب واقف تھے۔ لیکن اب شاہ جی کی سوچ بدل چکی تھی اس لئے انہوں نے سوچا جوانی کے مشغلے ہیں کوئی بات نہیں!...... اس لئے بیٹوں نے بھی اپنے باپ کے کام میں کوئی مداخلت نہ کی اور نہ ہی کوئی اعتراض کیا...... کون سا وہ اسماء کو اس گھر میں لے آئے تھے...... وہ اپنے اس گھر میں ہی تھی جسے شاہ جی نے فنشنگ کروا کر اپنے معیار کا کر لیا تھا...... ہاں شاہ جی سے آج تک یہ معمہ حل نہ ہو سکا کہ اُن کا بڑا اپنا حشمت گھر چھوڑ کر کیوں چلا گیا...... انہوں نے بہتیرا تلاش کیا لیکن اس کا کچھ اتا پتہ نہ ملا......

گذشتہ قسط کا خلاصہ : اسماعیل نے عاقب کو اپنے بحری مشاہدات کے بارے میں بتایا کہ ایک مرتبہ ہم نیوزی لینڈ جا رہے تھے تو ایک بوڑھا شخص جہاز میں سوار ہوا تھا۔ جو بہت کم کھاتا پیتا اور بات بھی بہت مختصر کرتا۔ ایک رات بہت وسیع و عریض پہاڑ سامنے آ گیا اس بوڑھے کا جسم دیکھتے ہی دیکھتے آسمان تک بڑا ہو گیا اس نے ہمیں بچا لیا اور پندرہ دن کا سفر چار روز میں طے ہو گیا۔ ایک روز عاقب کے جہاز پر چند بحری ڈاکو چڑھ گئے اور اسلحہ کی پیٹیاں مانگنے لگے جو ان کے پاس نہیں تھیں۔ عاقب نے دعا کی اور جب فوٹوگرافی کے سامان کی پیٹیاں کھولیں تو اس میں اسلحہ موجود تھا۔ اس طرح سارے جہاز والوں کی جان بچ گئی۔ عاقب مڈغاسکر سے ایک افریقی وحشی قبیلہ میں پہنچا۔ یہ لوگ تہذیب یافتہ زندگی سے کوسوں دور تھے..... **(اب آپ آگے پڑھئے)**

یہ لوحِ محفوظ کی کہانیوں میں سے ایک انمٹ کہانی ہے
جو دل کے تاروں پر بار بار دہرائی جانے والی ہے ......

دسویں قسط

اب سردار نے اسے کچھ کہا جس کا مطلب تو وہ نہیں سمجھا مگر اس نے بس اپنے متعلق ہی اسے بتایا کہ میں یہاں چند دنوں کے لئے آیا ہوں۔ سیر کر کے واپس لوٹ جاؤں گا۔ کچھ ہی دیر بعد بستی کی عورتیں اور بچے بھی اپنی اپنی جھونپڑیوں سے نکل آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بہت سی کھانے پینے کی چیزیں اکٹھی ہو گئیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے یہاں ایک تقریب ہے۔ شام ہو چکی تھی۔ جنگل کی آوازوں نے فضا میں ایک شور برپا کر دیا۔ پرندوں اور جانوروں کی ملی جلی آوازیں کانوں کو بھلی لگنے لگیں۔ اندھیرا پھیلنے لگا تو انہوں نے گھاس پھونس اکٹھا کر کے الاؤ جلا لیا اور اس کے ارد گرد وحشیانہ ڈانس کرنے لگے سردار نے عاقب کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی ڈانس کے لئے کھڑا کر دیا۔ ان کے ڈانس میں بندروں کی طرح اچھل کود تھی۔ چند منٹ اس اچھل کود کے بعد عاقب کو یاد آیا کہ اس کے تھیلے میں بانسری ہے۔ زمان خان کا چہرہ اس کی نظروں میں گھوم گیا۔ اس نے تھیلے سے بانسری نکالی اور سُر چھیڑ دیئے۔ سب کے سب ڈانس کرتے کرتے ایک دم رک گئے اور پھر آ کر عاقب کے ارد گرد بیٹھ کر حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں بانسری کی آواز نے انہیں مسحور کر دیا۔

جب عاقب نے ہونٹوں سے بانسری ہٹائی تو جنگل کی فضا پر ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سردار نے بانسری لے کر اسے اچھی طرح سے ادھر ادھر سے دیکھا۔ عاقب بولا میں تمہیں ایسی ہی بانسری بنادوں گا۔ پھر اسے خیال آیا کہ یہاں زبان نہیں بلکہ اشاروں سے باتیں ہوتی ہیں۔ اس نے اشارے سے بتایا کہ وہ ان کے لئے ایسی بانسری بنادے گا۔

اب ان کے درمیان اجنبیت کی دیوار گر چکی تھی۔ سردار نے ایک آدمی سے کچھ کہا اور وہ عاقب کو ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں لے گیا۔ اس پر گھاس پھونس کا نرم بستر پھیلا ہوا تھا۔ اس نے اشارے سے اسے اس پر سونے کو کہا اور خود چلا گیا۔ ابھی عاقب سونے کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ ایک نوجوان لڑکی داخل ہوئی۔ اس نے عاقب کو اشارے سے بتایا کہ ہمارے یہاں کا رواج ہے کہ جب سردار اپنے کسی مہمان سے خوش ہوتا ہے تو اس کی خدمت میں ایک لڑکی پیش کرتا ہے۔ عاقب نے اسے اشاروں سے سمجھایا کہ اسے اب نیند آرہی ہے۔ وہ سونا چاہتا ہے وہ واپس چلی جائے۔ بڑی مشکل سے وہ لڑکی تھوڑی سی اس کی بات سمجھی اور جھونپڑی سے باہر نکل گئی۔ عاقب نے اطمینان کا سانس لیا اور بستر پر دراز ہوگیا۔ ابھی اس نے بمشکل آنکھیں بند ہی کی تھیں کہ کسی کی آہٹ سنائی دی کیا دیکھتا ہے کہ دروازے پر ایک کے بجائے دو جوان لڑکیاں کھڑی ہیں۔ الٰہی خیر۔ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ یہ دونوں لڑکیاں پہلی والی لڑکی سے زیادہ جوان اور بنی سنوری تھیں۔ عاقب کو یہ بات سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ پہلی لڑکی کو قبول نہ کرنے پر ان لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ میں نے اس لڑکی کو پسند نہیں کیا۔ اس لئے اب یہ دو لڑکیاں بھیجی گئی ہیں۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ اس نے پہلے کچھ دیر تو انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ اسے لڑکیوں کی خدمت کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر جب لڑکیاں ٹس سے مس نہ ہوئیں تو وہ سوچنے لگا کہ وحشی قبائل ہیں۔ اگر ان کے رسم و رواج کو ایک دم ہی ٹھکرا دیا تو نہ جانے یہ لوگ کیا سمجھیں گے اور کیا کریں گے یہ سوچ کر اس نے ایک لڑکی کو واپس جانے کا اشارہ کیا وہ مسکرا کے واپس چلی گئی۔ دوسری لڑکی کو اس نے کہا کہ وہ اس کونے میں سو جائے۔ وہ لڑکی حیران نظروں سے اس کی طرف کچھ دیر دیکھتی رہی اور پھر چپ چاپ کونے میں لیٹ گئی۔ عاقب بھی اپنی جگہ پر لیٹ گیا جلد ہی اسے نیند آگئی۔

صبح صبح پرندوں کی آواز نے اسے جگا دیا۔ اسے رات کا قصہ یاد آگیا۔ وہ ہڑبڑا کے اٹھا دیکھا تو کونے میں وہ لڑکی اب بھی سو رہی ہے۔ ایک لمحے کو اس کے دماغ میں روشنی کا جھماکہ سا ہوا۔ اس سیاہ فام جنگلی لڑکی کی جگہ خضر بابا کی دکھائی ہوئی گلابوں جیسی رنگت والی نرم و نازک لڑکی آگئی۔ جس کے رخسار پر سیاہ تل نے بھٹکی ہوئی نگاہ کو پوری طرح اپنے سحر میں جکڑ لیا۔ ذہن کی یہ تصویر ایک لمحے میں گزر گئی۔ وہ اٹھ کر باہر آگیا۔ صبح صبح ان لوگوں کی ایک ٹیم جنگل میں شکار کو نکل گئی۔ عاقب بھی ان کے ساتھ چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ ان لوگوں کو شکار کرنے میں مہارت حاصل ہے۔ یہ اپنے منہ سے ہر طرح کے جانوروں کی آوازیں نکال لیتے ہیں۔ ان آوازوں پر جانور ٹھہر کر متوجہ ہو جاتا ہے اور یہ فوراً اسے شکار کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں نے بہت سے پرندے اور دو جنگلی ہرن شکار کئے۔ واپسی پر جنگل سے بانسری کے لئے بید کی شاخیں بھی توڑ لائے۔ شکار لے کر جیسے ہی یہ سب بستی میں داخل ہوئے۔ عورتیں اور بچے سارے کے سارے خوشی سے اچھلنے لگے۔ آگ کے الاؤ پہلے سے ہی جل رہے تھے۔ عورتوں اور مردوں نے مل کر جلدی جلدی جانوروں کی کھال اتاری اور انہیں صاف کر کے بڑے بڑے پتوں میں لپیٹ کر الاؤ کی گرم گرم راکھ اور کوئلوں میں رکھ دیا۔ آج ان کے یہاں جشن تھا۔ سب لوگ آگ کے اردگرد جمع ہوگئے اور اپنی زبان میں گانا گانے لگے پھر ایک پندرہ سولہ سال کا نوجوان لڑکا لایا گیا۔ سب لوگوں کی طرح اس کا جسم بالکل ننگا تھا۔ صرف ستر پتوں سے ڈھانپی ہوئی تھی۔ اسے ننگی زمین پر چت لٹا دیا گیا۔ اب ایک وچ ڈاکٹر آیا۔ جو بستی میں بزرگ اور معزز سمجھا جاتا

تھا۔ اس نے عجیب و غریب آوازیں نکال کر پہلے تو اس لڑکے کے گرد ایک دو چکر لگائے۔ پھر اس کے بدن پر کوئی چیز ملی جو سیاہ تھی۔ مگر شہد کی طرح چپکنے والی تھی۔ پھر اس نے ایک بڑا سا تھیلا کھولا اور اس کو لڑکے کے جسم پر انڈیل دیا۔ عاقب کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ الٰہی یہ کیا ہے۔ اس تھیلے میں سیاہ چیونٹے بھرے تھے۔ یہ چیونٹے لڑکے کے سارے جسم پر پھیل گئے۔ جیسے جیسے چیونٹے لڑکے کے جسم پر پھیلتے جاتے خوف سے اس کی آنکھیں پھیلتی جاتیں۔ لڑکے کا پورا جسم سیاہ چیونٹوں میں چھپ گیا۔ اس کے جسم پر ہر طرف سیاہ چیونٹے کاٹ رہے تھے اور اس کے جسم کی اینٹھن بتا رہی تھی کہ وہ تکلیف میں ہے مگر سب لوگ وحشیانہ ڈانس کر رہے تھے اور الاؤ کے گرد چکر کاٹ رہے تھے۔ سب کے چہروں پر خوشی کے آثار تھے۔

عاقب سخت پریشان ہوگیا کہ یہ لوگ اس کمسن بچے کو کیوں اس بیدردی سے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ آخر پندرہ سولہ سال کے بچے سے ایسا کون سا جرم سرزد ہوگیا جس کی اتنی سنگین سزا دی جا رہی ہے۔ اس نے سردار کو بازو سے پکڑ کے بلا کر اشارے میں پوچھا کہ اسے کیوں ایسی سزا دی جا رہی ہے۔ سردار سن کر ہنسنے لگا۔ اس نے کہا کہ یہ سزا نہیں ہے۔ یہ اس قبیلے کا رواج ہے کہ جب کوئی لڑکا جوان ہوتا ہے تو شادی سے پہلے اسے اس مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ اس کی بلوغت، مردانہ پن اور جوانمردی کا امتحان ہے۔ اس امتحان میں پاس ہونے کے بعد اسے مردوں کی صف میں گنا جاتا ہے اور شادی و شکار کے لئے اسے پوری طرح اہل سمجھا جاتا ہے۔

عاقب کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ان وحشیوں کو اس قبیح رسم سے کس طرح روکے۔ ان کے ذہن و فکر میں ذرا بھی گہرائی نہ تھی۔ وہ چپ چاپ بیٹھا اس لڑکے کی زندگی کی دعا کرتا رہا۔ جو وقتاً فوقتاً بل جل کے اپنی تکلیف کا اعلان کر رہا تھا۔ مگر کمال ہے کہ اٹھ کر بھاگتا یا چیخ پکار کرکے احتجاج بالکل نہیں کرتا تھا۔ عاقب ایک سولہ سال کے لڑکے کی اس قدر قوت برداشت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ سوچنے لگا۔ انسان کے ارادے میں بڑی قوت ہے۔ وہ جس کام کے لئے اسے استعمال کرتا ہے اس میں اللہ اسے کامیاب کرتا ہے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد اس وچ ڈاکٹر نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ اس پر تمام لوگوں نے خوشی کا زوردار نعرہ لگایا۔ اسی دم وہ لڑکا اٹھ کر بھاگا اور قریب ہی بہتی ہوئی ایک ندی میں چھلانگ لگا دی۔ وہاں سے نہا کر باہر نکلا۔ اب اسے تمام مردوں نے اٹھا لیا۔ اسے لے کر الاؤ کے قریب آئے۔ اسے بڑی عزت سے اپنے پاس بٹھایا اور اسے شراب پینے کو دی۔ سب نے اسے اپنے برابر ایک بالغ مرد تسلیم کر لیا تھا اور بستی میں ایک اور جواں مرد کے اضافے پر بھرپور طریقے سے اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔

سب نے خوب دیر تک ڈانس کئے۔ اتنی دیر میں کھانا بھی پک کر تیار ہو چکا تھا۔ سب نے کھانا کھایا۔ اس تمام جشن میں رات بھیگ گئی۔ اب اس لڑکے کے چہرے پر طرح طرح سے پینٹ کیا گیا اور اس کے سینے پر بھی کئی رنگوں کے نشان بنائے گئے۔ جھونپڑی کے اندر عورتوں کے گانوں کی آوازیں آنے لگیں۔ انہوں نے ایک لڑکی کا بار سنگھار کیا اور اسے جھونپڑی میں بٹھا کر باہر آگئیں۔ اب مردوں نے لڑکے کو ہنستے کھیلتے اور چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے اس جھونپڑی میں داخل کر دیا۔ لڑکا شرما رہا تھا مگر خوش تھا۔ اسے اپنی جوانمردی پر پورا بھروسہ ہو چکا تھا۔ رات گئے تک یہ سب لوگ شراب پیتے رہے اور خوشی میں اچھلتے کودتے رہے۔ عاقب کا ذہن سخت بوجھل ہو رہا تھا۔ وہ ان سب سے نظر بچا کے اپنی جھونپڑی میں چلا آیا اور آتے ہی سو گیا۔

دوسرے دن جنگل سے لائی ہوئی بانس کی لکڑیوں سے اس نے سب کو بانسری بنانا سکھائی اور دن بھر سب لوگ بانسری بجانے کی مشق کرتے رہے۔ اگلے دن اس نے یہاں سے جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے سردار سے پوچھا کہ تم اس جنگل میں کیوں پڑے ہوئے ہو۔ شہر میں

کیوں نہیں جاتے۔ وہ شہر کے نام سے بڑا خائف ہوا۔ اس کی آنکھوں سے خوف اور نفرت جھلکنے لگی۔ اس نے زور سے اپنی گردن نفی میں ہلائی۔ عاقب سب سے رخصت ہو کر آگے بڑھ گیا۔ جاتے وقت سردار نے کچھ قیمتی پتھر اور نگینے اسے دیئے۔ جو انہیں زمین کے اندر سے ملتے تھے۔

عاقب کا اگلا قدم تنزانیہ کی جانب تھا۔ راستے بھر وہ سوچتا رہا۔ سب ایک ہی آدم کی اولاد ہیں۔ مگر سوچنے کے انداز ایک دوسرے سے کتنے مختلف ہیں۔ سب اپنی اپنی فکر کے دائرے میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اپنی ہی فکر کے دائرے کو اپنی شناخت قرار دے دیا ہے۔ اپنی فکر کی محدودیت سے باہر قدم نکالنے میں ان کے لئے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ اپنی شناخت نہ کھو دیں۔ اس کے دل نے کہا آدم کی اصل شناخت تو انسانیت کا وہ پیٹرن ہے جو خالق کا بنایا ہوا ہے۔ جس کا ہر جز آدم کے کردار کے کسی نہ کسی پہلو کی نشاندہی کرتا ہے۔

وہ سفر کرتا ہوا تنزانیہ کے ایک گاؤں میں پہنچا۔ اس سفر میں اسے کئی دن لگ گئے۔ وہ گاؤں گاؤں اور شہر شہر گھومتا ہوا تنزانیہ میں آیا۔ یہ چھوٹا سا گاؤں تھا جہاں گھاس پھونس کی جھونپڑیوں کے علاوہ کچھ پکے مکان بھی تھے۔ اس نے ایک راہ گیر سے پوچھا کہ یہاں رات گزارنے کے لئے کسی ہوٹل کا انتظام ہے۔ وہ اسے لے کر ایک چھوٹے سے پکے بنے ہوئے مکان میں آیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو ادھیڑ عمر کی ایک افریقی عورت نے دروازہ کھولا۔ راہ گیر نے تعارف کرایا "یہ مامانیرو ہے"۔

مامانیرو نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ عاقب کو گلے سے لگایا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے بولی "آؤ بیٹھو مسافر۔ میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں"۔

وہ بہت موٹی اور جسمانی طور پر بہت مضبوط عورت تھی۔ مگر ساتھ ہی بہت ہنس مکھ بھی تھی۔ عاقب کے ساتھ وہ جلد ہی گھل مل گئی۔ اس نے بتایا کہ وہ اسی گاؤں میں پیدا ہوئی۔ اس کے ماں باپ مر چکے ہیں اور اپنی ماں کی اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے اس کے کوئی بہن بھائی بھی نہیں ہیں۔ نوجوانی میں شادی ہوئی۔ مگر کوئی اولاد نہ ہو سکی تو خاوند نے اسے چھوڑ دیا اور اب وہ تنہا اس گھر میں رہتی ہے۔ یہ گھر اسے اپنی ماں کی طرف سے ملا ہے۔ گاؤں میں کوئی ہوٹل نہیں ہے۔ اگر بھولا بھٹکے کوئی مسافر کبھی آ جاتا ہے تو وہ اپنے یہاں اسے ٹھہرا لیتی ہے۔ مامانیرو نے بتایا کہ "گاؤں کے لوگوں کا اس بات پر اعتقاد ہے کہ ہمارے ارد گرد فضا میں بہت سی اَن دیکھی مخلوق رہتی ہے۔ جنہیں وہ روحیں کہتے ہیں۔ ہماری زندگی میں ان روحوں کا اور ماورائی ہستیوں کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ ہم اپنے تمام کاموں میں ان روحوں کو شامل رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب ہم کھانا کھانے بیٹھتے ہیں تو ہم کھانا شروع کرنے سے پہلے اپنی پشت پر ذرا سا نمک پھینک دیتے ہیں تو یہ کھانا ان کو مل جاتا ہے۔ اگر ہم نے اس طرح نہیں کیا تو روحوں کو کھانا نہیں ملے گا اور وہ ہم سے ناراض ہو جائیں گی۔ ایسی صورت میں اس کھانے سے ہمارے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے اور ہم بیمار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب ہم گھر سے باہر جاتے ہیں تو جاتے وقت ان روحوں کو کہہ جاتے ہیں کہ وہ ہمارے پیچھے ہمارے گھر کی دیکھ بھال رکھیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو روحیں ہمارے گھر کو تباہ بھی کر دیتی ہیں۔ گھر کو آگ لگ جاتی ہے یا گھر کی چھت گر جاتی ہے"۔

عاقب نے مامانیرو کو سمجھانے کی کوشش کی کہ "بے شک روحوں اور ماورائی ہستیوں کا وجود ضرور ہے۔ مگر سب اپنی اپنی دنیا میں اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہیں جس طرح ہم اپنی دنیا میں مشغول ہیں۔ کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ ہمارے کاموں میں دخل دے۔ یہ سب تخیل کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ آدمی جیسا سوچتا ہے۔ ذہن اسی صورت میں خیال کی روشنیوں کو ڈھال دیتا ہے"۔ مگر مامانیرو ایسی کوئی بات سننے کو تیار نہ تھی۔ وہ بستی والوں کے مختلف واقعات بتاتی رہی۔ فلاں نے کھاتے وقت پیچھے نمک نہیں پھینکا اسی وقت اس کے کھانے میں زہر مل گیا۔ جس کے کھاتے ہی وہ شخص مر گیا۔ عاقب کا سمجھانا اس کے سر کے اوپر سے گزرتا رہا۔ وہ کہنے لگی "تم شہر کے لوگ ہو۔ تم لوگ اس چیز کو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ روحیں وہاں بھی ناراض ہو کر لوگوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ مگر لوگ بجائے روحوں کو خوش کرنے کے میڈیکل ڈاکٹروں کے پاس علاج کراتے ہیں"۔

عاقب کہنے لگا "مگر وہ ٹھیک بھی تو ہو جاتے ہیں"۔

مامانیرو بولیں "یہاں بھی ان عملوں سے لوگ ٹھیک رہتے ہیں"۔

عاقب نے کہا "مگر اس سے لوگوں کا اعتقاد اللہ کی بجائے روحوں اور ماورائی قوتوں پر زیادہ ہے۔ وہ اللہ کی خوشی کی بجائے روحوں کو خوش رکھنے کی ترکیبیں ڈھونڈتے رہتے ہیں"۔

مامانیرو بولی "ہمارا اعتقاد ہے کہ روحوں اور ان ماورائی قوتوں کو خوش رکھنے سے ہمارا رب بھی ہم سے راضی رہے گا"۔

عاقب نے سوچا نہ جانے کتنی نسلوں سے ان کے ذہن اس نظریے پر سیٹ ہیں۔ اب ایک منٹ میں تو یہ نظریے بدل نہیں سکتے۔ وہ کئی دن ان کے ساتھ رہا۔ گاؤں کے لوگوں کو روحوں کی اصل حقیقت کے رخ دکھلاتا رہا۔ مگر ان کے نقوش بڑے گہرے تھے۔ اس نے کینیا جانے کی ٹھان لی۔ اس نے سوچا کیپٹن کے بال بچوں سے بھی ملاقات کر لوں۔ کیپٹن نے ضرور انہیں میرے متعلق خبر دی ہوگی۔ وہ سیدھا کیپٹن کے گھر پہنچا۔ کیپٹن کی بیوی اپنے بال بچوں کے ساتھ تھی۔ کیپٹن کی ماں بھی ان کے ساتھ تھی۔ عاقب نے کیپٹن کا خط انہیں دیا۔ جسے پا کر وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ کیپٹن کا لڑکا تقریباً بائیس تیئس سال کا تھا۔ وہ جلد ہی عاقب سے گھل مل گیا۔ اس نے عاقب کو کینیا کی سیر کروائی۔ سیر کرتے ہوئے دونوں ویسٹ افریقہ جا پہنچے۔

وہ ایک گاؤں پہنچے۔ اس گاؤں میں ایک بات عجیب دیکھی۔ یہاں سینکڑوں بیوہ عورتیں اپنی سسرالوں میں نظر بند تھیں ان لوگوں کے یہاں رواج تھا کہ جب کوئی عورت بیوہ ہو جاتی تو خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے۔ اس کو اپنا سر بالکل منڈوانا پڑتا ہے۔ سر کو شیو کر کے ان بیوہ عورتوں کو برہنہ کر کے کسی گندی جگہ میں گندے فرش پر رکھا جاتا ہے۔ جو ان کے سسرال کے گھر کی کوئی کوٹھری ہوتی ہے۔ اس کوٹھری میں انہیں ایک سال کے لئے بند کر دیا جاتا ہے جہاں نہ وہ نہا سکتی ہیں، نہ انہیں کپڑے پہننے کی اجازت ہوتی ہے، نہ وہ باہر نکل سکتی ہیں اور نہ ہی کسی سے بات کر سکتی ہیں۔ ان کے ساتھ سسرال والے انتہائی ہتک آمیز سلوک کرتے ہیں۔ روزانہ ان عورتوں کو زور زور سے رو رو کر کھانے کے لئے التجائیں کرنی پڑتی ہیں۔ تب کہیں جا کر انہیں یہ کھانا نصیب ہوتا ہے۔ یہ ایک سال کا پیریڈ ان بیواؤں کی عدت کا پیریڈ ہے۔ جس میں وہ اپنے سسرال والوں کے ہاتھوں انتہائی ستائی جاتی ہیں۔ ہر بیوہ عورت کو اس دور سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔

گاؤں کی ایک معمر عورت نے بتایا کہ "میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ اس عورت کو چار دن تک کھڑا رکھا گیا اور بیٹھنے نہ دیا جب اس کے شوہر کی لاش گاؤں میں لائی گئی تو اسے ساری رات کمرے میں بند کر دیا گیا تاکہ ان کے خیال میں اس طرح اس کے اور شوہر کے ساتھ جو روحانی تعلق ہے وہ ٹوٹ جائے گا۔ اس کے بعد جب اسے دفن کر دیا گیا تو پسی ہوئی مرچوں کو ایک پٹی میں رکھ کر عورت کی ٹانگوں کے درمیان باندھ کر اسے زمین پر کئی دنوں تک کے لئے لٹایا گیا تاکہ وہ اپنے شوہر کو خواب میں بھی نہ دیکھ سکے"۔

عاقب نے پوچھا "اگر کسی آدمی کی بیوی مر جاتی ہے تو کیا آدمی کو بھی ان ہی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے"۔

وہ عورت بولی "نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ جب آدمی کی بیوی مر جاتی ہے۔ تو آدمی اس بیوی کو دفن کر کے اسی رات دوسری عورت لے آتا ہے تاکہ اس کی پہلی بیوی کے ساتھ اس کا روحانی رابطہ ٹوٹ جائے"۔

اس نے مزید بتایا "کئی خاندانوں میں یہ بھی رواج ہے کہ جب شوہر کی لاش کو نہلایا جاتا ہے۔ تو اس پانی کو اس کی بیوہ کو پلایا جاتا ہے۔ اگر یہ زہریلا پانی پی کر بیوہ بیمار ہو جائے یا مر جائے تو بیوہ پر یہ الزام ثابت ہو جاتا ہے اس نے اپنے شوہر کو مروایا اور وہ گناہ گار تھی جب ہی بیمار ہو گئی یا مر گئی۔ ایسی بیوہ ماؤں کے بچے تک چھین لئے جاتے ہیں اور جی بھر کر انہیں ان کے سسرال والوں کے ہاتھوں ستایا جاتا ہے۔ ان کی ساری زندگی جادو ٹونوں اور واہیات رسم و رواج میں گزر جاتی ہے۔ اپنی ہر سفلی فکر کو انہوں نے اسپرٹ یا روح کا نام دیا ہوا ہے"۔

عاقب یہ سن کر سناٹے میں آگیا۔ وہ حیران تھا کہ ایک ہی زمین پر لوگ کن کن طریقوں سے زندگی گزار رہے ہیں۔ مگر حیرانی تو اس بات کی تھی کہ ایسے طور طریقے جو اذیت ناک حد تک تکلیف دہ ہیں۔ ان کو نسلیں کس طرح اپنا لیتی ہیں کیوں نہیں ان فضول رسموں کو توڑ دیا جاتا۔ وہ سوچنے لگا۔ اذیت دینے والا اور اذیت قبول کرنے والا دونوں ہی قصور وار ہیں۔ اسے اپنی ماں کی بات یاد آئی۔ وہ کہتی تھی کسی بھی غلط کام کو کرنے والا ہی گناہ گار نہیں ہے بلکہ اس کی بد عادت کو قبول کر کے خاموش ہو جانا بھی کسی گناہ سے کم نہیں۔ اس طرح اسے اپنی خرابی کا احساس تک نہ ہو گا اور چپ رہنے والے کے اندر سے حق بات کو پہچاننے اور تسلیم کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جائے گی۔ اپنے اندر کے آدمی کو مار کے انسان صرف مٹی کا پتلا رہ جاتا ہے۔ جسے زمانے کے ہاتھ جہاں چاہیں اچھال دیتے ہیں۔ وہ سوچنے لگا مٹی کا پتلا آدمی کیسے بن جاتا ہے۔ کیا اس کے ذہن کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ساری کی ساری چھین لی جاتی ہیں۔ وہ عورت جسے صنفِ نازک کہا جاتا ہے۔ وہ اتنی اذیتیں کیسے برداشت کر لیتی ہے اور کیوں کرتی ہے۔ اس کیوں کا جواب خود اس کے پاس بھی نہ تھا۔

کیپٹن کے بیٹے منڈا کن کے ساتھ عاقب نے تقریباً سارے ہی افریقہ کی سیر کر لی۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ انسان کے اندر ہر نوع کی صفات کام کر رہی ہیں۔ وہ جنگل میں جانوروں کے ساتھ رہتا ہے تو اس کے اندر جانوروں کی خصلتیں اُبھر آتی ہیں۔ پہاڑوں اور غاروں میں زندگی بسر کرتا ہے تو پتھروں کو اپنے اوپر حاوی کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ انہیں خدا کا درجہ دے دیتا ہے۔ مگر اصل انسان تو ان سب سے بہت افضل ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ اپنے راز و نیاز بیان کر دیتا ہے اور اسے کائنات کی حدود سے بلند کر کے اپنی لامحدود وسعتوں میں پہنچا دیتا ہے۔ حواس کی انتہائی پستی اور حواس کی انتہائی بلندی دونوں رخوں میں انسان زندگی گزار رہا ہے۔ حواس کی پستیوں میں اس کا اظہار سفلی قوتوں کے ساتھ ہے اور حواس کی بلندیوں پر بشری کردار کا اظہار علوی قوتوں کے ساتھ ہے۔ سفلی قوتیں رحمانی خصلتوں کے خلاف کام کرتی ہیں۔ جبکہ اعلیٰ قوتیں رحمانی خصلتوں کی مطابقت میں کام کرتی ہیں۔ انسان رحمانی اور سفلی دونوں خصلتوں کو اپنا لیتا ہے۔ جس کا بھی وہ عادی ہے۔ مگر جب نسل در نسل ایک ہی طرز فکر آدمی کا ذہن بن جاتی ہے تو یہ طرز فکر پوری قوم کی طرز فکر بن جاتی ہے۔ جس کو ختم کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ جتنی گہرائی میں جڑیں ہوتی ہیں۔ اتنی ہی گہرائی میں زمین کھودنی پڑتی ہے۔ تب کہیں جا کر جڑیں زمین سے نکالی جاتی ہیں۔ عاقب تین ماہ تک افریقہ کے گاؤں گاؤں پھر کر انہیں حقیقت سے روشناس کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر اسے محسوس ہوا کہ ان کے دلوں سے اپنے حالات کے بدلنے کی خواہش بھی نکل چکی ہے۔ معاشرہ جس ڈگر پر چل رہا ہے۔ وہ اسی ڈگر سے مطمئن ہیں۔

ابھی وہ نائیجیریا کے شہر لاگوس میں تھے کہ منڈا کن کو اس کے باپ کیپٹن کی جانب سے پیغام ملا کہ آئیوری کوسٹ میں ایک شپ برازیل کو جا رہا ہے۔ اس کا کیپٹن عاقب کو برازیل تک لے جائے گا۔ منڈا کن کے ساتھ وہ آئیوری کوسٹ تک آیا اور پھر یہاں سے دونوں اپنے اپنے سفر پر روانہ ہوئے۔ ایک مدت ساتھ سفر کرنے پر دونوں میں

اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ بچھڑنے کے خیال نے دونوں کو ملول کر دیا۔ آئندہ ملنے کے وعدوں پر دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

شپ میں تنہا بیٹھا ہوا عاقب سمندر کی سطح پر موجوں کو گلے مل کر جدا ہوتے دیکھ کر سوچنے لگا۔ ساری کائنات میں ملنے اور بچھڑنے کا کھیل اسی طرح جاری ہے۔ ہر خیال دل کے تقاضے سے گلے ملتا ہے اور پھر جدا ہو جاتا ہے۔ جہاں سے آتا ہے وہیں لوٹ جاتا ہے۔ نظر اس کے تعاقب میں یہاں سے وہاں تک بھٹکتی پھرتی ہے۔ کبھی حاصل مراد کو دیکھ کر ٹھنڈک حاصل کر لیتی ہے اور کبھی اسے نہ پا کر کھوج میں سرگرداں ہو جاتی ہے۔ اس کی نگاہ سمندر کی موجوں پر جم گئی۔ تفکر کے خاکے نگاہ کا سہارا لے کر موجوں کے آئینے میں اپنا عکس دکھانے لگے۔ کبھی یہ عکس ماں بن جاتا۔ جو اس سے گلے مل کر رخصت ہو جاتی۔ کہیں یہ عکس باپ بن جاتا کہیں خضر بابا بن جاتے کہیں رحمٰن بابا بن جاتے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دل کا ہر دریچہ کھل گیا۔ کوئی چپکے سے نگاہ سے بچ کر عشق کی چادر اوڑھ کر دبے پاؤں لہروں پر آن کھڑا ہوا۔ ارمانوں کی ہلچل نے اس کے رخ سے آنچل سرکا دیا۔ عارضِ تاباں پر سیاہ تل جھلملانے لگا۔ چنچل ہوا کے جھونکے نے بدن سے گلابوں کی خوشبو چرا لی۔ سمندر کی ہر موج نے اس عکسِ دلبراں کو اپنے آئینے میں سمونے کے لئے اپنی بانہیں پھیلا دیں۔ عاقب کے ارمان موجوں کی گہرائی میں ڈوبنے لگے۔ سمندر کی ٹھنڈی ہوا نے اسے تھپک کر سلا دیا۔

جہاز کا کیپٹن سیاہ فام برازیل کا باشندہ تھا۔ جہاز کے روانہ ہونے کے تقریباً ایک گھنٹے بعد اس نے اپنے اسسٹنٹ کو بھیج کر عاقب کو اپنی کیبن میں بلایا اور کہنے لگا "میرا نام ڈیوڈ ہے۔ کیپٹن سور نگا نے مجھے تمہارے متعلق بتایا ہے کہ تم کچھ غیر معمولی قوت رکھتے ہو"۔

عاقب مسکرا کر بولا "جناب سچ تو یہ ہے کہ انسان تو ہے ہی غیر معمولی قوتوں کا مجموعہ۔ بات صرف ان کے جاننے اور پہچاننے کی ہے۔ ان قوتوں کی جان پہچان ہو گی تو ان سے کام بھی لیا جا سکے گا۔ میرے شیخ نے مجھے پردے میں چھپی خود میری اپنی ذات سے جان پہچان کرنا سکھایا ہے"۔

ڈیوڈ زور سے ہنسا۔ کہنے لگا "تمہیں یہاں برازیل میں بھی بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جو اپنے اندر چھپی ہوئی قوتوں سے کام لیتے ہیں"۔ اس کے لہجے میں مسخرہ پن تھا۔

عاقب بھی ہنستے ہوئے بولا "جناب ایسے ہی لوگوں کی تلاش میں تو میں نکلا ہوں"۔

دونوں ہنسنے لگے اور اجنبیت کی وہ دیوار جو ان دونوں کے درمیان تھی ایک دم سے گر پڑی۔ کیپٹن نے چائے منگوائی اور پھر کافی دیر تک وہ اپنے سفر کے حالات ایک دوسرے کو سناتے رہے۔ جہاز کا سفر نہایت ہی آرام سے کٹ گیا۔ وہ تقریباً پندرہ دن میں برازیل پہنچ گئے۔ کیپٹن ڈیوڈ نے یہاں کی کچھ معلومات دے دی تھیں کہ کہاں ٹھہرنا ہے کہاں سے مدد لی جا سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ عاقب نے جہاز سے اترتے ہوئے اس کا بھرپور شکریہ ادا کیا اور اپنے سفر پر روانہ ہوا۔

برازیل کے مختلف شہروں میں گھومتے ہوئے ایک بات اس نے عجیب دیکھی کہ یہ لوگ اپنے مُردوں کو عجیب عجیب طریقوں سے دفن کرتے ہیں۔ برازیل کے ایک بہت خوبصورت شہر میں اس کا گزر ہوا۔ یہ ایک چھوٹی سی وادی تھی۔ جو چاروں طرف سے سرسبز پہاڑوں سے گھری ہوئی تھی۔ اونچے اونچے شاداب درختوں نے وادی کو جنت نظیر بنا دیا تھا۔ وہ وادی کے ایک خوبصورت راستے سے گزر رہا تھا کہ ڈھول، باجے، گانے اور لوگوں کے ناچ گانے کے شور نے فضا میں خوشگوار لہریں پیدا کر دیں۔ عاقب نے دل میں سوچا کہ ضرور کسی کی شادی کا جلوس ہے۔ اتنے میں سامنے سے بہت سارے مرد عورتیں بچے سب لوگ اچھے اچھے کپڑے پہنے میک اپ کئے ہوئے بنے سنورے ناچتے گاتے خوشی سے اٹھکیلیاں کرتے آتے دکھائی دیئے۔ لوگوں

کے درمیان ایک لکڑی کا بہت ہی خوبصورت جہاز کی صورت میں تابوت تھا۔ جسے لوگ کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ پہلے تو عاقب کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ ہوائی جہاز نما تابوت ہے۔ کیونکہ لوگوں کی خوشیوں کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ ماتم کا جلوس ہے۔ اس نے سوچا ضرور یہ لوگ اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اس نے بھرپور نظر تابوت پر ڈالی۔ واقعی یہ لکڑی کا بہت ہی خوبصورت بنایا ہوا جہاز تھا۔ وہ بھی جلوس میں شامل ہو گیا۔ ساتھ چلتے ہوئے اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس نے بنایا ہے۔ بہت خوبصورت ہے تب اسے پتہ چلا کہ یہ تابوت ہے اور ان کے مردوں کو بہت خوبصورت تابوتوں میں بند کر کے دفن کیا جاتا ہے۔ ان کے یہاں یہ سمجھا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد آدمی دنیا کی قید و بند سے آزاد ہو جاتا ہے اور روح آزاد ہو کر بہت زیادہ خوش ہوتی ہے۔ پس یہ سب لوگ مرنے والے کی خوشی میں شریک ہو کر اپنی خوشی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں۔ اکثر لوگ مرنے سے پہلے اپنے تابوت کی صورت بتا جاتے ہیں۔ پھر اسی شکل میں تابوت بنایا جاتا ہے۔ کہیں بہت ہی خوبصورت پرندے کی صورت میں کہیں بحری جہاز کی صورت میں اور اکثر لوگ اپنی زندگی میں ہی اپنا تابوت اپنی پسند کے مطابق بنوا لیتے ہیں۔ عاقب نے وہاں بیسیوں قسم کے تابوت دیکھے اور کئی جنازوں کے جلوس دیکھے۔ وہ سوچنے لگا اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہنر عطا کئے ہیں۔ ہر قوم اپنے اپنے رسم و رواج کے دائرے میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ ان کی یہ بات اسے اچھی لگی کہ یہ اس بات سے واقف ہیں کہ دنیا کی قید سے رہائی پا کر روح کتنا خوش ہوتی ہے۔ موت کا لمحہ وقت کی گرفت سے آزادی کا لمحہ ہے۔ وقت کے شکنجے میں پھنس کر روح اپنی صلاحیتوں کا فطرت کے مطابق لامحدود وسعتوں میں پھیلاؤ نہیں دیکھتی۔ وقت کا شکنجہ مادی جسم ہے۔ مادی جسم اور مادی روشنیوں کا بوجھ روح کو مضمحل کر دیتا ہے۔ روح جب اس شکنجے سے نکلتی ہے تو کتنی خوش ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ عاقب کو تھا اس کی ماں نے ایک دفعہ کہا تھا۔ بیٹے جب روح عالم بالا کی جانب سفر کرتی ہے تو وہ پرندے کی صورت ہوتی ہے۔ جیسے پرندہ ہوا میں آسانی سے اڑتا پھرتا ہے۔ اسی طرح روح بھی نور کی فضاؤں میں اِدھر سے اُدھر اڑتی پھرتی ہے۔ بیٹا روح آزاد پنچھی ہے۔ مادی نفس کی قید میں رکھ کر آدمی اپنی روح پر ظلم کرتا ہے۔ نفسانی خواہشات روح کے گرد آہنی جال بُن دیتی ہیں۔ جس میں روح کا پرندہ پھڑ پھڑا تا رہ جاتا ہے۔

برازیل کے گھنے جنگلات سے اس کا گزر ہوا۔ یہاں مردوں کو دفنانے یا جلانے کی بجائے جنگل کے کچھ حصے کو انہوں نے قبرستان بنالیا...... مگر یہ قبرستان اپنی نوعیت کا انوکھا قبرستان تھا۔ یہاں درختوں پر لکڑیوں اور شاخوں سے مچانیں بنا رکھی تھیں جب کوئی مرتا تو یہ لوگ اس شخص کو اس مچان پر بٹھا دیتے جگہ جگہ مچانوں پر لوگوں کے ڈھانچے بیٹھے ہوئے تھے کہیں کوئی ادھ کھائی ہوئی لاش تھی جسے جانوروں نے لقمہ تر سمجھ کر کھایا ہوا تھا۔ کہیں دھوپ کی تمازت سے گوشت سوکھ کر ہڈیوں سے چپک چکا تھا۔ عجیب بھیانک منظر تھا۔ ان خوفناک ڈھانچوں کو دیکھ کر یقین کرنا مشکل تھا کہ کبھی یہ اپنی خوبصورت شکل و صورت میں دھرتی پر دندناتے پھرتے تھے۔ عاقب کو رحمن بابا یاد آ گئے۔ ایک مرتبہ انہوں نے کہا تھا "بیٹے دنیا میں ایک ہی کام کو لوگ اگر ہزاروں طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔ تو یہ تمام طریقے اس کام کے نئے نئے زاویے ہیں۔ مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ مگر اس مقصد کو حاصل کرنے کے راستے مختلف ہوتے ہیں۔ جیسے منزل ایک ہوتی ہے۔ اس منزل کو پہنچنے کے راستے بہت سے ہوتے ہیں۔ جس راستے سے چلا جائے۔ ایک ہی منزل پر پہنچتے ہیں۔ اگر منزل پر نگاہ ہو تو راستے کی اونچ نیچ سے آدمی جلد ہی گزر جاتا ہے۔ راہ کی ناہمواریاں اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں"۔

(جاری ہے)

گذشتہ قسط کا خلاصہ:- مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں قیام کے دوران ہوٹل کی ملازمہ فاطمہ کے توسط سے شارق کو شہر دیکھنے کا موقع ملا۔ فاطمہ کے ذریعے وہ بازار میں گیا۔ وہاں بھاؤ کے اتار چڑھاؤ کو دیکھا۔ واپسی میں فاطمہ نے اپنے بھائی عبداللہ سے ملوایا جو ٹورسٹ گائیڈ تھا۔ ان کی ٹیم نے مصر میں سفر کے لئے اسی گائیڈ کی خدمات حاصل کر لیں۔ عبداللہ کے ساتھ انہوں نے ایک قبرستان دیکھا جو پکے مکانات پر مشتمل تھا۔ مصری امراء نے اسے خاص اپنے لئے بنوایا تھا جہاں یہ لوگ اپنے مردوں کو دفن کرتے تھے۔ اس کے بعد یہ لوگ دریائے نیل کے کنارے واقع ایک ہوٹل میں پہنچے جہاں فاطمہ اور عبداللہ کی دلچسپ نوک جھونک سے یہ لوگ بہت محظوظ ہو رہے تھے۔ یہاں سے یہ لوگ واپس آ گئے۔ اگلے روز انہیں غازالاہرام کی سیر کے لئے جانا تھا۔........... (اب آپ آگے پڑھئے)

علم و آگہی کی تلاش میں سرگرداں ایک نوجوان کی سرگزشت... **منیر حسین کیفؔ کے قلم سے...**

اگلے روز بھی میری آنکھ فجر کے وقت ہی کھلی۔ فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد میں نے قرآن مجید کی تلاوت کا ارادہ کیا۔ آگہی کے وہ جملے میرے ذہن میں تھے جس میں اس نے کہا تھا کہ کسی بھی تحقیق کو قرآن مجید کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے تو زیادہ بہتر نتائج سامنے آئیں گے اور مصری تہذیب کا مطالعہ قرآنی تناظر میں کیا جائے۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ بار بار آیا ہے۔ میں نے تلاش کر کے حضرت موسیٰؑ سے متعلق اکثر آیات کا بغور مطالعہ کیا۔ ایک ایک آیت کو کئی کئی دفعہ پڑھا تو اس پورے واقعہ کا تسلسل کے ساتھ ویو View ذہن میں بن گیا۔ ذہن میں آیا کہ آگہی کے اس یقین کا بھی تجربہ کر لینا چاہئے کہ قرآن کی آیات ذہن میں نئے نئے زاویے روشن کرتی ہیں۔ کئی دفعہ کے مطالعہ سے حضرت موسیٰؑ کی پیدائش سے فرعون سے مکالمہ تک کے واقعات گویا فلم کی طرح ذہن میں آنے لگے۔ اس پورے عمل میں ایک گھنٹہ غیر محسوس طریقے سے گزر گیا۔ مجھے وقت کا احساس اس وقت ہوا جب بیرے نے دروازے پر دستک دے کر ناشتہ کی طرف توجہ دلائی۔

ناشتہ کرنے کے بعد ہم بیٹھے ہی تھے کہ عبداللہ روایتی مسکراہٹ کے ساتھ آ موجود ہوا۔ آج اس نے سفید کرتا پاجامے کے علاوہ بسکٹی رنگ کا صافہ پہنا ہوا تھا۔ ہوٹل کی وین کے ذریعے آج ہم قاہرہ میوزیم کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ فاطمہ آج بھی ہمارے ساتھ تھی۔ سنہری دھوپ کی تمازت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جارہی

تھی۔ دن کے گیارہ بجنے والے تھے اور ہوا گرم مرطوب ہوتی جارہی تھی۔ جب وین دریائے نیل کے قریب پہنچی تو مسٹر لی نے اسے رکوادیا اور سب سے مخاطب ہو کر بولا "گرمی کی شدت بڑھتی جارہی ہے جو شام تک ہمارا استقبال کرے گی۔ ایسے میں کچھ دیر دریائے نیل کے کنارے گزار لیں تو کیسا رہے گا؟" سب نے اس کی بھرپور تائید کی۔

دریائے نیل کا پاٹ بہت چوڑا تھا۔ نیم نیلے پانی پر سورج کی شعاعوں سے آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ جب سب اس کے کنارے کہیں نہ کہیں بیٹھ کر اٹھکھیلیاں کھیلنے لگے تو میں کنارے کنارے چلتا ہوا ان سے قدرے دور آگیا۔ جہاں محض ان کے قہقہوں کی آوازیں ہی پہنچ رہی تھیں۔ ایک خودرو جھاڑی کے قریب جاکر میں بیٹھ گیا۔ میرا ذہن بہت تیزی سے چل رہا تھا۔ یہ دریا وہ تھا جو صدیوں کی تاریخ اپنے سینے میں سمائے اب بھی خراماں خراماں بہہ رہا تھا۔ میرے ذہن میں ایک فلم چلنے لگی میں نے چشمِ تصور سے دیکھا کہ نوزائیدہ موسیٰؑ گرم لبادے میں ملبوس اپنی ماں کی گود میں معصومیت سے مسکرا رہے ہیں۔ ماں امید وبیم کی کیفیات میں ہیں اسی وقت ان کو وحی ہوتی ہے کہ بچہ کو بے دھڑک دریا کے حوالہ کردو اس کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے۔ ممتا نے سوال کیا اپنے جگر کے ٹکڑے کو اس طرح کیونکر پانی میں ڈال دوں۔ وحی الٰہی نے پھر رہنمائی کی کہ بچہ کو صندوق میں ڈال دے اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دے، دریا اسے کنارے پر دھکیل دے گا۔ پھر اسے وہ اٹھالے گا جو میرا دشمن ہے اور بچہ کا بھی دشمن ہے۔ ننھے موسیٰؑ کی زیرک بہن نے لکڑی کی کاٹھی بنائی کیلوں سے ٹھونک کر صندوق بنایا اور ماں نے اپنے لختِ جگر کو اس میں لٹاکر دریا کے حوالے کردیا۔

آبِ نیل نے حکمِ ایزدی کی پوری تائید کی اور یہ صندوق فرعون کے محل کے قریب پہنچا اور حضرت آسیہ نے نورِ نبوت کی ضیاء پاشیوں سے منور اس معصوم کو اپنی پناہ میں لے لیا۔

میرے خیالات کی موجوں نے زور کا پلٹا کھایا اور ایک اور منظر میری چشمِ تصور میں تھا۔ حضرت موسیٰؑ قوم بنی اسرائیل کو لئے آگے بڑھ رہے ہیں اور دوسری طرف فرعونی لشکران تھے، مظلوم لوگوں کی بو سونگھتا پھر رہا ہے۔ یہ جماعتِ موسوی جب دریائے نیل تک پہنچی تو فرعونی لشکر نے گھیر لیا۔ اب تین اطراف یہ لشکر تھا اور چوتھی طرف گہرے پانیوں کا حامل دریائے نیل ...... اسی وقت حضرت موسیٰؑ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ آپؑ اپنا عصا دریا پر مارتے ہیں تو اچانک شعوری آنکھ حیرانگی کے اتھاہ سمندر میں غوطہ زن ہوجاتی ہے کیونکہ دریا عصائے موسوی کی ایک چوٹ سے دولخت ہوگیا درمیان میں ایک راستہ بن گیا۔ حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں نے اللہ کا نام لیا اور اس راستے پر ہولئے۔ فرعون بھی اپنے لشکر کو لے کر سرپٹ دوڑا۔ حضرت موسیٰؑ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں سے خیریت نکل گئے اور فرعونی جیسے ہی اس راستہ پر پہنچے دریا کے بٹے ہوئے پانی نے سطح کو ہموار کردیا اور خدائی کا دعویدار نہایت بے کسی کی حالت میں اپنے نامراد ساتھیوں کے ہمراہ دریا بُرد ہوگیا۔

حضرت موسیٰؑ کے تعاقب میں فرعون کا دریا بُرد ہونا دوبارہ نگاہوں میں گھومنے لگا اور اچانک ایک خیال پر ذہن رک گیا قرآن میں اللہ تعالیٰ فرعون کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ہم تیرے جسم کو بچالیں گے تاکہ تیرے بعد آنے والوں کے لئے نشانِ عبرت ہو۔ میں دوڑ کر وین میں گیا۔ اپنے بیگ میں سے قرآن نکالا اس آیت کو دوبارہ پڑھا۔ ذہن میں پے در پے سوالات اٹھنے لگے۔ آئندہ آنے والوں سے کیا مراد ہے؟ کیا ہم بھی آئندہ آنے والوں کی اس فہرست میں شامل ہیں؟ کیا فرعون کا جسم جو بچالیا گیا ہے ہم دیکھ سکتے ہیں؟ کیا وہ اب بھی موجود ہے؟ اگر موجود ہے تو کہاں ہے؟ ان سوالات کی یلغار نے ذہن کو بُری طرح اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں نے اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس گتھی کو ضرور سلجھا کر رہوں گا۔ میں وین میں اکیلا بیٹھا

ان ہی باتوں پر غور کر رہا تھا کہ مسٹر لی کی سرکردگی میں مارتھا ڈیوڈ اور دیگر ارکان وین میں پہنچ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہم لوگ دوبارہ عازمِ سفر ہوگئے۔

عبداللہ سے گفتگو کے دوران میں نے پوچھا "عبداللہ ایک بات بتاؤ۔ حضرت موسیٰؑ کا تعلق بھی مصر ہی سے تھا۔ کیا لوگ حضرت موسیٰؑ کے بارے میں سوالات نہیں کرتے"۔ اس نے ہاں میں گردن ہلا کر کہا "جی ہاں لیکن صرف مذہبی لوگ۔ ایسے لوگ قلیل ہی ہیں۔ زیادہ تر لوگ فرعونی باقیات کا مطالعہ و مشاہدہ کرنے ہی آتے ہیں"۔

"میں سمجھتا ہوں کہ حضرت موسیٰؑ کا کردار صرف مذہبی مصلح کا نہیں تھا۔ آپؑ بنی اسرائیل کے قائد اور لیڈر بھی تھے جنہوں نے قبطیوں کے تسلط سے ان کو نجات دلائی۔ حضرت موسیٰؑ کے بارے میں تحقیق صرف مذہبی انداز سے تو نہیں کی جاسکتی"۔

"جی ہاں بالکل" فاطمہ نے بھی میری تائید کی "حضرت موسیٰؑ نے رعمسیس کے کئی مرتبہ دانت کھٹے کئے اس لئے آپؑ کے بارے میں بھی ضرور تحقیق ہونی چاہئے۔ بچپن کا واقعہ ہی دیکھ لیں جب حضرت موسیٰؑ نے فرعون کی داڑھی کھینچی تھی تو کتنا تلملایا تھا"۔

"ویسے فرعون کی داڑھی بھی نہایت عجیب ہوتی تھی۔ اکثر یہ داڑھی مصنوعی ہوتی۔ دائیں بائیں سے صاف لمبی سی وہ لوگ اس میں قیمتی موتی پروتے تھے تاکہ دور سے چمکتی نظر آئے"۔ عبداللہ نے کہا

"مگر مجھے لگتا!" فاطمہ نے درمیان میں لقمہ دیا "کہ حضرت موسیٰؑ والے فرعون کی داڑھی مصنوعی نہیں تھی ورنہ اتنا غصہ نہ کرتا۔ غلطی فرعون ہی کی تھی کہ اصلی داڑھی میں چمکیلے موتی لگاکر بچے کے قریب گیا اب ظاہر ہے بچے نے داڑھی تو کھینچنی ہی تھی"۔

"ایک تو تم ہر بات کو مذاق میں اڑا دیتی ہو"۔ عبداللہ نے دوبارہ نشاندہی کرائی

"بھائی میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ فرعونوں کا میٹر مطلق العنانی کی وجہ سے کچھ خراب ہی ہوتا تھا۔ اسی لئے عوام ان سے متنفر رہتے۔ پرانی عوام خوفو اور خفرے سے انتہائی خفا تھی کہ زبردستی پکڑ پکڑ کر لے گئے اور اہرام بنوائے۔ خفرے کا بیٹا منکرے ذرا رحم دل نکلا اور رعایا کی بہبودی کی طرف متوجہ ہوا چنانچہ اس کا پیرامڈ اس کے ابا حضور سے آدھا رہا۔ منکرے کا بیٹا اس بھی زیادہ شریف نکلا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غریب "بے ہرم" رہ گیا۔ اس کے بعد بادشاہوں نے ذاتی نگرانی میں اہرام بنوانے شروع کئے مگر پھر ان کا معیار گرتا گیا۔ یہاں تک کہ بعد کے اہرام میں کئی ایسے بھی بنے کہ جن میں باہر تو کچھ پتھر لگے تھے مگر اندر ریت اور مٹی تھی۔ مجھے لگتا ہے اس میں ضرور ٹھیکیداروں کا ہاتھ ہوگا۔ بھئی بادشاہ سلامت کہیں اس میں مٹی بھرنے کا حکم دے سکتے ہیں؟ ابتدائی اہراموں میں ایک بادشاہ کی لاش رکھی جاتی۔ بعد میں بادشاہ کے علاوہ رشتہ داروں کی بھی گنجائش نکالی جانے لگی۔ اس کے بعد تو یہ ستم تک ہوگیا کہ بادشاہ کے ساتھ دس دس پندرہ پندرہ بندے محوِ استراحت ہونے لگے۔ پھر جانوروں کی ممیاں بھی رکھی جانے لگیں۔ بتایا جاتا ہے کہ مصری کسی نہ کسی جانور کو دیوتا مان کر پوجتے تھے کبھی بلی، کبھی بھیڑیا یا سانپ وغیرہ۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ ایک ایک کرکے جب سارے جانور ختم ہوگئے ہوں گے تب ہی کسی فرعون کو خیال آیا ہوگا کہ کیوں نہ خدائی کا دعویٰ کردیا جائے"۔ یہ کہہ کر فاطمہ رکی اور اچانک سنجیدہ ہوگئی "حضرت موسیٰؑ بھی جب خدائی کے دعوے دار فرعون کے محل میں پلے بڑھے تو انہوں نے دیکھا ہوگا کہ وہ تو ایک بندہ بشر ہے۔ کھانا ملنے میں منٹ بھر کی دیر ہوجائے تو تڑپ جاتا ہے۔ کوئی نیند میں مخل ہو تو گردن اڑا دیتا ہے۔ یہی باتیں جب لوگوں کے سامنے لائی گئی ہوں گی کہ یہ کیسا خدا ہے جسے بھوک، پیاس اور نیند پر کنٹرول نہیں طرح طرح کی بیماریاں اسے لاحق ہوجاتی ہیں۔ پیشاب، پاخانہ وہ کرتا ہے۔ پھر بھلا وہ خدا کیونکر ہوسکتا ہے۔ جن بند دماغ لوگوں کے ذہن فرعون سے مرعوب ہوں گے انہوں نے بھی کم

از کم ایک بار تو اس بات کو محسوس کیا ہوگا۔ فرعونی ممیوں کے لیبارٹری ٹیسٹ سے معلوم ہوا کہ فرعونوں کو کینسر، ٹی بی اور کئی دیگر مہلک بیماریاں بھی تھیں۔ زندگی اور موت کے دعوے داروں کی ان امراض سے گھٹ گھٹ کر موت ہی لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھی مگر جب دماغ ہی بند ہو یا کر دیا جائے تو کچھ نظر نہیں آتا"۔

"یہ کیا مذہبی موضوعات شروع ہو گئے ہیں!" ڈیوڈ بہت تذلیل آمیز اور شدت پسندانہ لہجے میں بولا "تمہارے پاس کوئی دوسرا موضوع نہیں ہے؟" اس نے فاطمہ کو مخاطب کر کے کہا اور وہ خاموش ہو گئی۔ شدت پسندی کسی بھی شکل یا صورت میں ہو سکتی ہے۔ مغرب میں لادینی نظریات کے فروغ کی سب سے بڑی وجہ مذہبی لوگوں کا شدت پسندانہ رویہ تھا جس نے ماحول میں ایسی گھٹن پیدا کر دی تھی کہ وہ لوگ مذہب سے باغی ہو گئے۔ لیکن اب حال یہ ہے کہ کمیونزم اور سیکولرازم کے نام پر یہ لوگ اسی طرح شدت کا مظاہرہ کر رہے ہیں جیسا مذہبی لبادوں میں ملبوس پادریوں اور فریسیوں نے کیا تھا۔ نظام چاہے کوئی بھی ہو اس میں شدت پسندی ہوگی تو کچھ عرصہ میں وہ فرسودہ اور ناقابلِ عمل ہو جائے گا۔ یہ ماضی کا ایک سبق ہے جو ہر دور میں دہرایا جاتا ہے مگر کم ہی لوگ ہیں جو اس کو سمجھ پاتے ہیں۔

***

میرے ذہن میں فرعون کی لاش کی موجودگی کے بارے میں ابھرنے والے سوالات کا جواب قاہرہ میوزیم میں مل گیا۔ یہ میوزیم اپنی مثال آپ ہے۔ یہاں قدیم مصری برتنوں سے زیورات، اوزار، تصاویر، مجسموں اور ممیوں تک بہت کچھ ہے۔ یہاں پہنچنے کے بعد آدمی کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ماضی میں چلا گیا ہے۔ ہم نے وہاں تین گھنٹے سے زائد گزار دیے تھے۔ عبداللہ ہمیں ایک ایک چیز کے بارے میں تفصیل بتاتا جا رہا تھا۔ واقعی اس کی معلومات وسیع تھیں۔ ایک موقع پر اس نے کہا "آپ لوگوں نے فرعونوں کے متعلق بہت کچھ دیکھا اور سنا۔ یہاں ایک حصہ میں فرعون کی ممی ہے جس کے بارے میں ہمارے ہاں یہ روایت پائی جاتی ہے کہ یہ وہی فرعون ہے جس کا مقابلہ پیغمبر حضرت موسیٰؑ سے ہوا تھا"۔ یہ سنتے ہی میرے کان کھڑے ہوئے مجھے ایسا لگا کہ میرے دل کی مراد مل گئی ہو۔ میرے سوالات کا تسلی بخش جواب مل گیا ہو۔ اچانک ہی مجھے آگہی کا خیال آیا اور بے اختیار اس پر پیار بھی آیا کہ اس نے جو کہا وہ بالکل سچ ثابت ہوا۔ اس نے یقین کے ساتھ کہا تھا کہ قرآن سے جس مسئلہ کا حل دریافت کرو اس میں مل جائے گا اور مجھے میرے سوال کا جواب چند گھنٹوں میں مل گیا۔ عبداللہ نے اپنی بات مزید جاری رکھی "لیکن یہاں کی انتظامیہ نے اس پورشن کو بند کر دیا ہے تاکہ ہمارے مذہبی بھائی جذباتی ہو کر اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دیں"۔ مسٹرلی نے کہا "ٹھیک ہے ہم یہاں کے انچارج سے بات کر کے اپنا تعارف کراتے ہیں اور ان کو بتائے دیتے ہیں کہ ہمارا تعلق تحقیقی ادارے سے ہے اس لئے یہ حصہ ہمارے لئے کھول دیا جائے"۔ مسٹرلی اور مارتھا اسی وقت میوزیم کے نگران سے ملے۔ اس نے خوشی وہ حصہ ہمارے لئے کھلوا دیا۔

فرعون کی ممی شیشے کے تابوت میں کمرے کے درمیان رکھی ہوئی ہے جس میں صرف چہرہ ہی نظر آتا ہے۔ اس کی حالت باقی ممیوں کے مقابلہ میں سب سے اچھی ہے یہاں تک کہ سر کے مہندی سے رنگے بال اب تک تازہ لگتے ہیں۔ اس کے دانت بالکل صحیح ہیں۔ چہرہ داڑھی مونچھوں سے عاری ہے۔ ناک کا کچھ حصہ اڑ چکا ہے۔ اس کے بارے میں بعض محققین کا کہنا ہے کہ یہی وہ رعمسیس ہے جو حضرت موسیٰؑ کے تعاقب میں دریا برد ہوا۔ اس کے چہرے پر عجیب بے بسی ہے۔ دوسری ممیوں اور اس میں یہ فرق ہے کہ دیگر فرعونوں کو باقاعدہ مصالحے اور کیمیکل لگا کر حنوط زدہ کیا گیا جبکہ اس کے جسم پر نمک کی ایک گہری تہہ ہے۔ اس سے یہ استنباط کیا گیا کہ یہ کسی حادثاتی واقعہ

میں موت سے دوچار ہوا۔ یہ بھی بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ اس کا جسم اب تک صحیح سلامت کیوں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرصہ تک دریا میں موجود رہنے سے اس پر نمک اور دیگر نامیاتی اجزاء کی گہری تہہ چڑھ گئی جس سے اس کی لاش گلی سڑی نہیں۔ دراصل یہ اس عبرت نگاہ جھوٹے خدائی دعوے دار کو محفوظ رکھنے کا الٰہی انتظام تھا تاکہ قرآن پاک کے حکم کے مطابق آئندہ لوگ اسے دیکھیں اور عبرت پکڑیں۔ اس ممی کو دیکھتے ہوئے میرے جسم پر لرزہ طاری ہونے لگا۔ خشیتِ الٰہی سے میرا رواں رواں، انگ انگ خزاں رسیدہ پتے کی مانند لرزاں ہو گیا، اللہ کے ساتھ جنگ کرنے والوں کی سرکشی اور ان کے انجام کو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سارے مسام یک لخت سیل رواں کی مانند پھوٹ پڑے۔ پسینہ اس قدر تیزی سے بہہ نکلا گویا جسم کی جان نکل گئی ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اور میں اندھے کنوئیں میں گرتا چلا گیا۔

***

مجھے جب ہوش آیا تو میں ایک ہسپتال میں لیٹا ہوا تھا۔ سر بھاری ہو رہا تھا۔ میرے ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد ایک نرس کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے بتایا کہ میں مسلسل چھ گھنٹے بے ہوش رہا ہوں۔ نرس کے جانے کے بعد مارتھا آتی ہوئی نظر آئی۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو اس نے مجھے اس فعل سے روک دیا "پہلوان بننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آرام سے لیٹے رہو۔ ویسے بائے دا وے کیا دیکھ کر گر گئے تھے میرے علاوہ تو وہاں کوئی حسین لڑکی نہ تھی"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ میں نے اس کی بات نظر انداز کی "اب میں بالکل ٹھیک ہوں لہٰذا ہمیں چلنا چاہئے"۔

"ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ اسی بہانے کمر سیدھی کرنے کا موقع تو ملا"۔

"مجھے ہسپتال کے ماحول سے گھبراہٹ ہوتی ہے"۔ میں نے دلیل پیش کی۔ اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر لیٹے رہنے پر مجبور کیا "اب بیمار پڑے ہو تو اسے برداشت بھی کرو۔ بیمار لوگ ہسپتالوں سے گھبرایا ہی کرتے ہیں"۔

"میری بات مذاق میں مت ٹالو۔ مجھے ذرا کمزوری ہو گئی تھی اب میں بالکل ٹھیک ہوں"۔ میں نے سنجیدگی سے کہا

"لو بھئی تم نے تو رونا شروع کر دیا۔ بھئی یہ ڈرپ تو ختم ہونے دو اس کے بعد ڈسچارج کر دیے جاؤ گے۔ میں تو مذاق کر رہی تھی"۔

"وہ دراصل فرعون کی لاش دیکھ کر....." میں نے کہنا شروع کیا تو اس نے درمیان میں ہی بات کاٹ دی "ہاں ہاں مجھے پتہ ہے۔ خشک گوشت اور بوسیدہ ہڈیوں کو دیکھ کر اچھے خاصے آدمی کو چکر اور متلی ہونے لگتی ہے"۔ پھر وہ آہستہ سے مسکرائی "ایک بات اور ہو سکتی ہے۔ شاید تم اس کی بھیانک شکل دیکھ کر خوف سے بے ہوش ہو گئے ہو لیکن تم اسے قبول کہاں کرو گے۔ اچھا سنو! ہم نے کل غازا جانے کا پروگرام تمہاری بیماری کی وجہ سے ملتوی کر دیا ہے۔ دو تین دن بعد اس کے بارے میں سوچیں گے"۔

"تم لوگ میرے بارے میں بے وجہ ہی اتنے پریشان ہو رہے ہو میں بالکل......" اس نے ایک بار پھر میری بات کاٹی "تم بالکل ٹھیک ہو۔ یہ جملہ تم تین مرتبہ ادا کر چکے ہو۔ ذخیرۂ الفاظ کی کمی کا اس طرح مظاہرہ مت کرو لوگ اس جملہ کو تمہارا تکیہ کلام سمجھنے لگیں گے۔ اب میں چلتی ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئی۔ بیماری کے حوالے سے امریکی خبط کی حد تک حساس ہیں۔ ایک چھینک کیا آئی ڈاکٹر کے چکر شروع۔ ڈاکٹرز ان سے بھی زیادہ حساس واقع ہوئے ہیں۔ مریض پر ہاتھ رکھنے سے پہلے ہی درجن بھر ٹیسٹ لکھ دیتے ہیں۔ یعنی مریض بھی حساسیت کے خوف میں مبتلا اور ڈاکٹر بھی...... بے خوفی اور بہادری کا مظاہرہ تو ہمارے وطن میں دیکھئے جہاں مریض معالج سے یہ نہیں پوچھتا کہ آپ تیس سال کے ہو کر پچاس سالہ تجربہ کار کہاں سے ہو گئے اور معالج مریض کی صحت کے بجائے

اس کی معاشی صحت دیکھ کر حکمت عملی طے کرتا ہے۔

سہ پہر تک مجھے ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا اور میں واپس ہوٹل میں آ گیا۔ کچھ کمزوری سی محسوس ہو رہی تھی۔ شام تک کمپیوٹر پر کچھ ضروری کام کئے۔ اسی دوران دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے آواز دے کر پوچھا "کون!" دروازہ تھوڑا سا کھلا "میں اندر آ سکتی ہوں!" فاطمہ نے اندر جھانک کر پوچھا

"ہاں کیوں نہیں ؟ آ جاؤ!"

"آپ کی طبیعت اچانک ہی خراب ہو گئی تھی۔ شاید گرمی کا اثر تھا۔ اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں"۔ اس نے نہایت سنجیدگی سے پوچھا

"اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ تمہاری ڈیوٹی شروع ہو گئی"؟ میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔ "ابھی کچھ دیر باقی ہے۔ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں"۔ اس نے جھجکتے ہوئے کہا

"ہاں ہاں پوچھو!" میں نے کمپیوٹر کو آف کر کے پوچھا

"بات یہ ہے!" وہ ایک لمحہ کو رکی "میں نے اپنی والدہ کو آپ کے بارے میں بتایا تھا کہ آپ ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے اگر آپ بُرا نہ مانیں تو کل لنچ ہمارے گھر کر لیں۔ ہم لوگوں کو بہت خوشی ہو گی"۔

میں چند لمحوں کے لئے سوچ میں پڑ گیا۔ میرا خیال تھا کہ شن لی سے کہہ کر کل ہی غازا کے سفر پر روانہ ہو جائیں گے تا کہ جلد از جلد ہمارا کام پایہ تکمیل کو پہنچے ورنہ تین دن تک ہوٹل میں پڑے پڑے کیا کریں گے۔ فاطمہ نے مجھے سوچتے ہوئے دیکھا تو بولی "اگر آپ مناسب نہ سمجھیں تو ٹھیک ہے میں اپنی والدہ کو سمجھا دوں گی"۔

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ٹھیک ہے میں کل تمہارے گھر پہنچ جاؤں گا"۔ یہ سن کر خوشی سے اس کا چہرہ دمک اٹھا "آپ کا بہت بہت شکریہ"

"ارے یہ کیا بات ہوئی؟" میں نے کہا "شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیے۔ ورنہ کون کسی کو پوچھتا ہے"۔

"اچھا میں چلتی ہوں اگر دو منٹ بھی لیٹ ہو گئی تو ایڈمن آفیسر میرے کان کھینچے گا۔ اللہ حافظ!" یہ کہہ کر وہ کمرے سے چلی گئی۔ میں کمرے میں اکیلا تھا۔ ذہن میں خیال آیا کہ آگہی سے رابطہ کیا جائے۔ دوبارہ کمپیوٹر آن کیا۔ پاس ورڈ ٹائپ کر کے چیٹنگ سافٹ ویئر میں آیا لیکن آگہی اس وقت آن لائن نہیں تھا۔ کچھ دیر تو ادھر ادھر کلک کر کے ٹائم پاس کرتا رہا پھر رابطہ کی کوشش کی مگر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ صبح ناشتہ کے دوران میں نے شن لی سے کہا کہ ہم لوگ کل صبح ہی غازا کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ اب میں بالکل فٹ ہوں۔ آج لنچ میں فاطمہ کے ساتھ کروں گا۔ چند ضروری باتوں کے بعد میں اپنے کمرے میں لوٹ آیا اور کمپیوٹر آن کر لیا۔ مجھے آگہی سے بات کرنے کی جلدی تھی۔

اس وقت وہ آن لائن تھا۔ میں نے سلام دعا اور اپنی قاہرہ سے آمد کے بارے میں بتانے کے بعد جملہ ٹائپ کیا "کمپیوٹر سافٹ ویئر کی ترقی سے اب یہ بھی ممکن ہو گیا ہے کہ کمپیوٹر کے ذریعے ہی ہم آپس میں بات چیت کر سکتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا کیمرہ اسکرین پر لگا لیا جائے تو بولنے والے کو دیکھا بھی جا سکتا ہے نیز اپنی تصویر بھی بھیجی جا سکتی ہے۔ کیا آپ کے پاس ایسا کوئی سافٹ ویئر نہیں ہے کہ ہم براہ راست ایک دوسرے کی آواز سن سکیں اور جواب دے سکیں؟"

اس نے میرا سوال نظر انداز کر دیا "آپ بتایئے کہ قاہرہ میں کیا مصروفیات ہیں۔ آپ کی تحقیق کہاں تک پہنچی؟"

"آپ نے میری بات نظر انداز کر دی ہے!" میں نے نشاندہی کی "آپ میری آواز سن کر یا چہرہ دیکھ کر کیا کریں گے۔ جب وقت آئے گا تو اس بارے میں بھی سوچیں گے"۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے اس کے جواب سے مایوس ہو کر موضوع بدلا "آپ نے مجھے قرآن پاک کی ایسی آیات پر غور کرنے کی ہدایت کی تھی جو مصری تہذیب سے متعلق ہیں۔ میں نے اس پر عمل کر کے دیکھا"۔

"پھر کیا نتیجہ سامنے آ گیا؟" آگہی نے سوال کیا۔

اس کے بعد میں نے فرعون کے حوالہ سے پیش آنے والا واقعہ پورا گوش گزار کر دیا۔ اس نے میری بات پوری ہونے پر پوچھا "اپنے سوال کا جواب مل جانے کے بعد اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟" میں نے سرشاری سے جواب دیا "مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک سوال ذہن میں بار بار آ رہا ہے۔ آپ نے کہا قرآن میں ہر بات موجود ہے"۔

"جی ہاں بالکل!" آگہی نے کہا

"اہرام کا ذکر بھی قرآن میں ضرور ہو گا؟" میں نے پوچھا "بے شک"

"کیا واقعی اہرام کا ذکر قرآن میں موجود ہے؟ کیا اس کا براہ راست تذکرہ کیا گیا ہے؟ اگر ہے تو کس جگہ؟" میں نے کئی سوالات لگاتار کئے۔ آگہی نے جواب دیا "اگر میں نے بتا دیا تو آپ کے اندر وہ جذبات و احساسات پیدا نہیں ہو پائیں گے جو آپ کے اندر خود تلاش کر کے پیدا ہوں گے۔ ہر شخص میں کسی بھی حقیقت کو تلاش کرنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن ہم میں سے اکثر اسے استعمال نہیں کرتے۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہی نہیں ہے کہ ہمارے اندر یہ ذوق موجود ہے۔ جو کچھ ہمارے ظاہری حواس سے او جھل ہے سب کا سب غیب ہے۔ اس غیب کو حضوری میں لانے کا بہترین ذریعہ یہی ذوق ہے۔ دراصل ایمان سے مراد ذوق ہے۔ ذوق وہ عادت ہے جو تلاش میں سرگرداں ہے۔ متقی سے مراد وہ انسان ہے جو سمجھنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتا ہے۔ ساتھ ہی بدگمانی کو راہ نہیں دیتا۔ وہ اللہ کے معاملے میں اتنا محتاط ہوتا ہے کہ کائنات کا کوئی روپ اسے دھوکا نہیں دے سکتا۔ وہ اللہ کو بالکل الگ سے پہچانتا ہے اور اللہ کے کاموں کو بالکل الگ سے جانتا ہے۔ صحیح طور سے پہچاننے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر ذوق موجود ہے۔ میرا تجزیہ یہ ہے کہ آپ کے اندر یہی ذوق انگڑائی لے رہا ہے۔ اس لئے آپ اس کی آواز کو پہچانئے۔ اگر آپ نے اس مخفی صلاحیت کو بیدار کر لیا تو یقین جانئے آپ کائنات میں ایسے ایسے عجائبات کا مشاہدہ کریں گے کہ زبان بیان کرنے سے قاصر ہے" آگہی نے جملہ پورا کیا تو میں نے سوال کیا "کیا کوئی ایسا طریقہ ہے کہ میں ذوق کی تحریکات کو بیدار کر سکوں؟" "جی ہاں بالکل ہے! مخفی صلاحیتوں کو منصۂ شہود پر لانے کا ایک بہترین طریقہ مراقبہ ہے"۔

"لیکن مراقبہ میں تو زبردستی کسی خیال کو اپنے اوپر مسلط کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مراقبہ کے مشاہدات صرف خیال کی کرشمہ سازی ہے؟" میں نے مراقبہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ "خیال کے بارے میں ہمارے تصورات واضح نہیں ہیں ہم خیال کو بہت لایعنی اور بے معنی چیز سمجھتے ہیں۔ خیال ایک قوت ہے ایک توانائی ہے۔ یہ وہ توانائی ہے جو زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے۔ خیال اطلاع کا نام ہے اور اطلاع کے بغیر انسان کا تذکرہ ممکن نہیں۔ آپ کو بھوک اور پیاس لگتی ہے یہ بھی ایک اطلاع ہے۔ آپ کو مجھ سے رابطہ کا خیال آیا تو کمپیوٹر آن کیا، پاس ورڈ ٹائپ کر کے چیٹنگ کے شعبہ میں آئے۔ بتایئے اگر آپ کے ذہن میں سرے سے رابطہ کرنے کا خیال ہی نہ آتا تو کیا ہوتا؟ کیا آپ مجھ سے رابطہ کرتے؟ آپ غور کیجئے اور بتائیں کہ زندگی کا وہ کونسا کام ہے جو خیال کے بغیر انجام پاتا ہے؟" جملہ مکمل ہوا تو میں سوچ میں پڑ گیا۔ ایک ایک کر کے کئی کاموں کے بارے میں میں نے سوچا لیکن کوئی ایک کام بھی ایسا نہیں تھا جو خیال کے بغیر انجام پایا ہو۔ آگہی کا پیغام دوبارہ اسکرین پر نمودار ہوا "آپ ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے۔ دنیا میں ایسے بہت سے لوگوں کی مثالیں موجود ہیں جو لوگ خیال کی قوت سے لوہے کی سلاخ، چمچے اور دوسری اشیاء کو بغیر چھوئے موڑ دیتے ہیں۔ گلاس کے برتنوں کو چورا چورا کر دیتے ہیں۔ مضبوط ستونوں میں شگاف ڈال دیتے ہیں۔ نیویارک سٹی کے ایک شخص نے پوری دنیا میں خاص شہرت حاصل کی۔ اس نے مجسمہ آزادی کو خیال کی قوت سے غائب کر دیا تھا۔ دنیا

بھر کے اخبارات ، ٹی وی ، ریڈیو سے اس بارے میں خصوصی نشریات براہ راست دکھائی گئیں۔ اب دنیا کی بیشتر یونیورسٹیوں میں اس پر باقاعدہ تحقیق کی جارہی ہے کہ خیال میں آخر اتنی قوت کہاں سے آتی ہے۔ ایک سائنسدان کو ایٹم بم بنانے کا خیال آیا۔ وہ مسلسل اس پر غور کرتا رہا بالآخر ایک ایسی ایجاد سامنے آئی جس کی بنیاد پر خاص قوتیں دنیا کے اقتدار پر قابض ہیں۔ یعنی ایک خیال نے جب عملی جامہ پہنا تو ایٹم بم بن گیا۔ خیال کا یہی اصول روحانیت میں بھی زیر بحث آتا ہے۔ ایک شخص مراقبہ میں ایک ہی خیال کی گردان کرتا ہے تو مسلسل غور سے اس کے پس پردہ حقیقتیں سامنے آنے لگتی ہیں۔ مادیت میں تو ایک خیال کے زیر اثر مادی تعیشات کی تخلیق ہوئی مراقبہ میں ایسی ایسی قوتیں آدمی کے اندر کام کرنے لگتی ہیں کہ یہ مادی چیزیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ مراقبہ باقاعدہ ایک ٹیکنالوجی ہے"۔

"کیا میں بھی مراقبہ کر سکتا ہوں اور کیا اس سے میری صلاحیتیں بیدار ہو سکتی ہیں؟" میں نے سوال کیا

"کیوں نہیں آپ کے لئے نیلی روشنیوں کا مراقبہ سود مند ثابت ہو گا یہ ذہنی صلاحیتوں کی بیداری میں بہت معاون ہے"۔ اس کے بعد اس نے مجھے اس کا پورا طریقہ بتایا اس کے فوائد و مشاہدات سے آگاہ کیا اور آخر میں ٹائپ کیا "مراقبہ سے آدمی کے اندر تبدیلیاں بتدریج آتی ہیں۔ شروع میں آپ اپنی عادات میں ان تبدیلیوں کو محسوس کریں گے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ابتداء ہی میں آپ کی باطنی آنکھ کھل جائے پہلے آپ کی شخصیت اور عادات پر اس کا مثبت اثر پڑے گا۔ قرآن پاک کے مطالعہ کے دوران نئے نئے زاویے روشن ہوں گے"۔

اس کی بات مکمل ہونے پر میں نے نئے عزم کے ساتھ یہ جملہ ٹائپ کیا "میں انشاء اللہ آج رات کو ہی مراقبہ کروں گا۔ دیکھتے ہیں آپ کی یہ نئی تعلیم کیا کیا راز وا شگاف کرتی ہے"۔

(جاری ہے)

❀❀❀

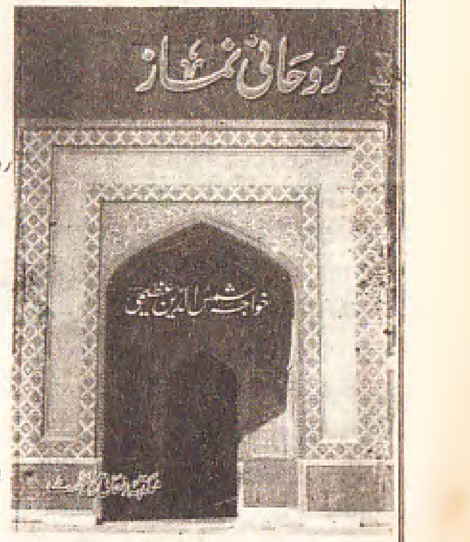

نماز جسمانی صحت ، دل ، جگر ، گردے

گٹھیا اور بلڈ پریشر سے لاحق ہونے والے امراض

معدہ میں السر وغیرہ کا مؤثر علاج ہے۔

روحانی اسکالر

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

کی مشہور زمانہ کتاب

روحانی نماز کا عوامی ایڈیشن

﴿ہدیہ صرف =/27 روپے﴾

اپنے قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ ، 1-D 1/7 ناظم آباد۔ کراچی

تنہا مسافر

گذشتہ قسط کا خلاصہ:- برشعہ پہنچ کر اس کی ملاقات یوسف سوداگر سے ہوئی اس کے توسط سے یہ معلوم ہوا کہ نحمیاہ شمعون کی سن گن لینے کبھی کبھار ایلہ سے برشعہ آتا ہے۔ ماعورہ کے باپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ برشعہ سے شمعون ایلہ آ گیا جہاں نحمیاہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ بھی اُسی کی طرح بوڑھا ہو گیا تھا۔ شمعون نے خدا کے نافرمان اہل ایلہ کے بارے میں پوچھا تو نحمیاہ بہت خوفزدہ ہوا اور اسے ایک بلند و بالا دیوار کے پاس لے گیا جس کے پیچھے سے کسی چیز کے گرنے یا دوڑتے قدموں کی آوازیں آ رہی تھیں...........(اب آپ آگے پڑھئے)

الہامی احکامات میں حیلہ جوئی کرنے والی ایک قوم کی عبرت انگیز کہانی.....

آخری قسط

"اے نحمیاہ! اللہ رحم کرے! یہ آوازیں کیسی ہیں؟"

نحمیاہ کا چہرہ اور بھی سفید پڑ گیا۔ خوف و دہشت سے اس کے نقوش یوں بگڑ گئے کہ اس کا چہرہ کسی مردے کا چہرہ دکھائی دینے لگا۔ کوئی جواب دینے کی بجائے وہ دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ متوحش و سراسیمہ سا شمعون لرزیدہ قدموں سے اس کے عقب میں ہو لیا۔ دیوار پار سے وقفوں وقفوں سے وہ ناقابل فہم اور پراسرار سی آوازیں برابر بلند ہو رہی تھیں۔

پھر دیوار ختم ہو گئی۔ وہ کھلی جگہ پر نکل آئے۔ ان کے سامنے دوسری طرف تاحدِ نگاہ ہرے بھرے باغات، کھیتوں اور چراگاہوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ لیکن یہ جگہیں سب ویران پڑی تھیں۔ شمعون متحیر و اُلجھن زدہ سا انہیں دیکھتا رہا۔ "اے نحمیاہ! یہ سب کیا ہے؟ یہاں کام کرنے والے لوگ کہاں گئے؟ کسان، چرواہے، مزدور، باغبان؟"

"وہ بھی تمہیں دکھائی دے جائیں گے۔" نحمیاہ کی آواز برگوشی سے بلند نہیں تھی۔

چلتے چلتے وہ ایک باغ میں جا پہنچے۔ وہاں شمعون نے جو نظارہ دیکھا اس نے اس کے قدم بے اختیار روک دیئے۔ وہاں اگے ایک پھلدار درخت پر چند آدمی چڑھے بالکل بندروں کی طرح شاخ در شاخ کودتے اور جھولتے ہوئے پھل توڑنے اور انہیں دانتوں سے کتر کتر کر کھانے میں مصروف تھے۔ انہیں دیکھتے ہی وہ بندروں کی طرح خوخیانے اور دانت نکالنے لگے۔ اسی وقت ایک عورت چاروں ہاتھوں پیروں پر چلتی ہوئی وہاں آئی اور کسی بندریا کی طرح بڑی پھرتی سے درخت پر چڑھ گئی۔

نحمیاہ شمعون کی آستین پکڑے آگے بڑھ گیا۔ آگے کھیتوں اور باغات میں بھی شمعون کو یہی نظارے دیکھنے کو ملے کہ مرد عورتیں بچے سب اسی طرح بندروں کی طرح دوڑ بھاگ کرنے درختوں پر چڑھنے اترنے چھینا جھپٹی کرنے میں مصروف تھے۔ انہیں دیکھ کر وہ بندروں کی طرح خوخیاتے اور ان سے دور بھاگ جاتے۔

"اے ثمیاہ! اللہ رحم کرے! یہ تو بالکل بندروں جیسی حرکتیں کر رہے ہیں! آوازیں بھی انہی جیسی نکال رہے ہیں!" شمعون خوف زدہ ہو کر بولا۔ "ہاں اللہ نے انہیں ایسا ہی بنادیا ہے۔ آگے چلو۔" ثمیاہ بولا۔

کچھ دور آگے چل کر رہائشی مکانات کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ان مکانات کا یہ حال تھا کہ ان کے دروازے اور کھڑکیاں چوپٹ کھلے تھے اور ان کی چھتوں اور دیواروں پر مردوزن بندروں کی طرح اچھل کود کرنے اور ایک دوسرے پر خوخیانے میں مصروف تھے۔ گلیوں میں دکھائی دینے والے مردوزن عجیب سی حالت میں تھے۔ یہ چوپایوں کی طرح چلتے ہوئے راستے میں پڑی ہر گندی اور نجس چیز پر منہ مار رہے تھے۔ ایک جگہ کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر بہت سے مردوزن چوپایوں کی طرح کھڑے ہاتھوں سے نجاست ٹٹول ٹٹول کر کھانے میں مصروف تھے۔ یہ نظارہ ایسا گھناؤنا اور لرزہ کن تھا کہ شمعون کو اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی سی محسوس ہوئی۔ "یا اللہ رحم فرما! اے ثمیاہ! یہ کیا ہے؟ ان لوگوں کو کیا ہوا جو یوں بلا اکراہ نجاست پر منہ مار رہے ہیں۔ یہ تو سوروں کی خصلت ہوتی ہے۔"

"یہ ایسے ہی بنا دیئے گئے ہیں۔ آگے چلو۔" ثمیاہ بولا۔ شمعون کو اپنے پاؤں انتہائی وزنی محسوس ہو رہے تھے۔ وہ بمشکل تمام گھسٹتا ہوا ثمیاہ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔

ایک جگہ نجاست کے ڈھیر پر ایک چوپایہ آدمی کھڑا کوئی غلیظ چیز چبانے میں مصروف تھا۔ اسے دیکھتے ہی شمعون کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ وحشت زدہ سا چلایا۔ "اے یاہو! اللہ رحم کرے! کیا یہ تو ہے؟"

اس چوپایہ آدمی نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر نجاست کے ڈھیر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شمعون کے آنسو نکل پڑے۔

"آہ اے ثمیاہ! یہ کیا ہو گیا؟ اس نے مجھے نہیں پہچانا۔"

"یہ لوگ اب انسان ہی نہیں رہے تو کسی کو کیا پہچانیں گے؟" ثمیاہ بولا۔

"وہ کہاں ہیں عامیل۔ الیاسف۔ حزقیل؟ ہاں یہودا بھی تو یہاں ہوا کرتا تھا۔ اللہ رحم کرے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔" شمعون تھر تھرا کر بولا۔ "وہ بھی تمہیں دکھائی دے جائے گا"۔

وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ایک اونچے سے درخت پر چڑھا ہوا ایک آدمی انہیں دیکھتے ہی خوخیاتا ہوا درخت سے نیچے اتر آیا اور ان کے سامنے آکر دانت نکالنے اور خوخیانے لگا۔ شمعون کو اپنے ہوش و حواس مختل سے ہوتے محسوس ہوئے۔ "اے یہودا! یہ کیا حال ہو گیا تمہارا؟"

یہودا نے بولنے کے لئے منہ کھولا لیکن اس کے حلق سے خوخو کی آواز ہی نکل سکی۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔ دوسرے ہی لمحے اس نے بندر کی طرح قلابازی لگائی اور درخت پر چڑھا اور انہیں دیکھ کر خوخیانے اور دانت نکالنے لگا۔

"اے یہودا! کاش تم میرے کہے پر سنجیدگی سے کان دھرتے۔ کاش تم اللہ سے استہزا کرنے والوں کے ساتھی نہ بنتے۔ کاش تم احکامات سبت پر کاربند رہتے۔ گمراہی اور ہلاکت کی راہ ترک کر کے سچے مومن اور اللہ کے مطیع و فرمانبردار بندے بن جاتے۔ افسوس افسوس! تم گمراہ کے گمراہ ہی رہے۔ ہدایت نہ پا سکے۔ تم بھی اللہ کی گرفت میں آگئے۔ آہ اے یہودا! کاش تم نے اس وقت اللہ کے حکم کا احترام کر لیا ہوتا۔"

وہ روتا رہا۔ آہ وزاری کرتا رہا۔ پھر ثمیاہ نے بمشکل تمام اسے زمین پر سے اٹھایا۔ "اب کچھ نہیں ہو سکتا شمعون۔ آؤ اب ہم اس جگہ سے جلد از جلد نکل چلیں"۔

"ہاں چلو۔" دونوں نے درخت پر چڑھے خوخیاتے دانت نکالتے یہودا پر آخری حسرت ناک نگاہ ڈالی اور تیزی سے واپس ہولئے۔

ثمیاہ کے گھر واپس پہنچ کر شدید رنج و کرب، دکھ و غم، یاس و حسرت، صدمے وحشت اور خوف و دہشت سے شمعون بیمار پڑ گیا۔ رات ہوتے ہوتے اس کی حالت ایسی بگڑ گئی کہ ثمیاہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ بستی کے لوگ اپنے معتوب ہمسایوں کی حالت زار سے خوف زدہ ہو کر اپنا مال اسباب سمیٹ تیزی سے دور دراز کے علاقوں کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔ ثمیاہ بھی اس ہولناک جگہ سے جلد از جلد نکل بھاگنا چاہتا تھا۔ لیکن اب شمعون کی علالت نے اسے وہاں جکڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ تمام رات جاگ کر بڑی تندہی سے اس کی تیمار داری کرتا رہا۔ صبح ہوتے ہوتے شمعون کی حالت کچھ سنبھل گئی۔ ثمیاہ اس پر جھک گیا۔

"کیوں شمعون اب کیا حال ہے تمہارا؟"

"ٹھیک ہی ہے۔ ذرا مجھے سہارا تو دو"۔

ثمیاہ نے اسے سہارا دے کر بستر پر بٹھا دیا۔

"میری مانو ثمیاہ تو ہمیں اس جگہ سے جلد از جلد نکل چلنا چاہئے۔ یہ بڑی ہولناک جگہ ہے۔ مجھے یہاں رہتے ہوئے بڑا خوف اور ڈر محسوس ہو رہا ہے۔"

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہاں کے لوگ بھی تیزی سے اس جگہ کو چھوڑ رہے ہیں۔ تمہاری حالت ذرا سنبھل جائے تو ہم بھی یہاں سے نکل چلیں۔"

"میری حالت ٹھیک ہی ہے۔ رخت سفر باندھ لو۔ ہم ابھی اور اسی وقت یہاں سے چل دیتے ہیں۔"

کچھ کہنے سننے کا موقع بالکل نہ تھا۔ ثمیاہ نے بعجلت تمام اونٹ تیار کئے۔ زاد سفر ہمراہ لیا۔ ایک اونٹ پر اس نے شمعون کو بٹھایا۔ دوسرے پر خود بیٹھ گیا اور دونوں تیزی سے گھر سے نکل پڑے۔

بستی سے باہر نکل کر ثمیاہ نے اپنا اونٹ روک دیا۔

"کہاں چلنا چاہئے شمعون؟"

"مصر۔ تم میرے ساتھ وہاں چلو۔ اب تو تمہاری والدہ بھی اس دنیا میں نہیں رہیں۔ نہ ہی کوئی بیوی بچے ہیں۔ تم بھی اب میری طرح بوڑھے ہو چکے ہو۔ میرے گھر چلے چلو۔ میرے بچے میری طرح تمہاری بھی خدمت کرتے رہیں گے۔" ثمیاہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن شمعون نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"کوئی چون و چرا نہ کرو۔ تم اور کہیں نہیں جا سکتے۔ سوائے میرے تمہارا کوئی دوست یا رشتہ دار بھی نہیں۔ اس لئے میری بات مانو۔ میرے ساتھ مصر چلے چلو"۔

ثمیاہ نے کوئی جواب دیئے بغیر اونٹ آگے بڑھا دیا۔

وہ سفر کرتے رہے۔ رکتے ستاتے۔ رات دن۔ شمعون کی حالت کبھی بنتی کبھی بگڑتی رہی صحرائے سینا عبور کر کے ساحل سمندر تک پہنچتے پہنچتے وہ پھر بیمار پڑ گیا۔ اسی بیماری کی حالت میں اس نے ثمیاہ کے ہمراہ سمندر پار کیا اور سر زمین مصر پر جا اترا۔ آگے ممفس تک کا سفر تھا۔ ممفس پہنچتے پہنچتے اس کی حالت اور بھی خراب ہو گئی۔ وہ اپنے اونٹ پر ڈھے سا گیا۔ اس پر ثمیاہ نے اسے اونٹ پر سے اتار کر ایک رتھ میں با آرام لٹا دیا۔ یوں سفر کرتے کرتے وہ شمعون کے گھر جا کر پہنچے۔ شمعون کے گھر واپسی پر جہاں اس کے بیوی بچوں کو بے حد مسرت و اطمینان ہوا وہاں اس کی علالت اور مخدوش حالت نے انہیں انتہائی درجہ متفکر و مضطرب بھی کر دیا۔ انہوں نے بہترین اطباء و حکماء سے اس کا علاج کروانا شروع کیا۔ لیکن اس کی بیماری ایسی نہیں تھی کہ کوئی دوا کوئی دعا یا کوئی تدبیر اپنا اثر دکھاتی۔ روز بروز اس کی حالت بگڑتی ہی چلی گئی۔ وہ یا تو سکتے کے سے عالم میں بستر پر پڑا رہتا یا اللہ کے حضور روتا گڑگڑاتا توبہ استغفار کرتا رہتا۔ اس کے بیوی بچے اس کی خدمت کرتے رہے۔ مہربان ثمیاہ بھی حق دوستی ادا کرتا رہا۔ پھر ایک رات اس کی حالت حیرت انگیز طور پر سنبھل گئی۔ وہ اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹوں ہارون اور زبلون کو تمام افراد خاندان کو اپنے کمرے میں بلا لانے کی ہدایت کی۔ پھر جب اس کی بیوی ماعورہ اور خاندان کے تمام چھوٹے بڑے افراد اس کے کمرے میں آکر اس کے بستر کے قریب بیٹھ گئے تو اس نے بڑے پرسکون اور متحمل لہجے میں انہیں اپنے سفر ایلہ کا حال سنانا شروع کیا۔ اس نے انہیں اپنے برشعہ

جانے، یوسف سوداگر سے ملاقات، پھر سفر ایلیہ اور وہاں نحمیاہ کی امداد میں عذاب زدہ بستی میں جانے اور وہاں کے عبرت ناک مناظر کی تمام تفاصیل انہیں کہہ سنائیں۔ پھر اس نے اپنے باپ بھائیوں کے عبرت ناک حشر پر روتی تھرتھراتی ماعورہ کو مخاطب کیا۔

"اے ماعورہ۔ رب موسیٰ و ہارون کا عمر بھر شکر ادا کرتی رہو کہ اس نے ہدایت دی۔ تم میرے ساتھ چلی آئیں۔ ورنہ تمہارا حشر بھی اپنے باپ بھائیوں جیسا ہی ہوتا۔ میں مطمئن ہوں کہ تم میرے ساتھ عمر بھر وفا شعار بیوی بن کر رہی ہو۔ ہمارے بچے بھی دینِ موسوی کے پیروکار ہیں۔ خدائے وحدہ لاشریک کا صد ہزار شکر کہ اس نے ہر مشکل، ہر ابتلا میں میری دستگیری کی۔ نامساعد سے نامساعد حالات میں بھی مضبوطی سے مجھے سچے دین پر قائم رکھا۔ ذرا بھی میرے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی۔ اب تم لوگوں سے رخصت ہوتے ہوئے مجھے اطمینان ہے کہ میرا اللہ ہرگز کفر و شرک نافرمانی و سرکشی یا کسی بڑے گناہ کی پاداش میں میری گرفت نہ کرے گا۔ مجھے اس کے حضور ضرور سرخروئی حاصل ہوگی۔ میرے بعد تم لوگ سختی سے دینِ توحید پر قائم رہنا۔ تورات کی تعلیمات پر کاربند رہنا۔ یہی راہِ نجات ہے۔" اتنا کہتے ہوئے اس نے اپنے قریب بستر پر بیٹھے نحمیاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "اے نحمیاہ۔ میرے دوست۔ میرے بھائی۔ میرے بعد تم میرے گھر والوں کا خیال رکھنا۔ اب تم ہی ان کے بزرگ، ہادی اور راہنما ہو۔" نحمیاہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"ایسی باتیں نہ کرو شمعون۔ اللہ تمہیں دراز عمر دے۔" شمعون مسکرایا۔ لمحہ بھر کے لئے اس کے چہرے پر ایک انوکھی سی چمک پیدا ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں۔

"اے مطمئن نفس! اپنے رب کی طرف لوٹ چل۔"

(ختم شد)

ہر انسان کا دماغ قدرت کا بنایا ہوا ایک کمپیوٹر ہے اس کمپیوٹر میں دو کھرب سے زیادہ آلات ہیں جب ہم اپنے اندر اس کمپیوٹر کو چلانا سیکھ لیتے ہیں تو ہماری آنکھ خلاء کے اس پار دیکھنے لگتی ہے۔ اس کمپیوٹر کا استعمال سیکھنے کے لئے روحانی اسکالر **حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی** کی مشہور زمانہ کتاب

ٹیلی پیتھی سیکھئے کا مطالعہ کیجئے

جس کا عوامی ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔

﴿ہدیہ صرف =/30 روپے﴾

اپنے قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ, 1/7 D-1 ناظم آباد۔ کراچی

بلیوں والے بابا

یہ کوئی صدیوں پرانی بات نہیں بلکہ چند برسوں پہلے تک تو عمرہ یا حج کی سعادت سے مشرف ہو کر وطن واپس آنے والے کئی افراد ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ پھر معلوم ہوا کہ 1986ء میں وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

مدینے کی زیارت کرنے والے اکثر دوستوں نے بتایا کہ مدینے کی گلیوں میں ایک ضعیف العمر بزرگ مسلسل گشت میں رہتے ہیں ان کے کاندھوں پر ایک کینوس کا بڑا سا تھیلا لٹکا ہوتا ہے۔ راستے میں انہیں جہاں کہیں کوئی بلی نظر آتی ہے وہ اپنے تھیلے میں سے گوشت اور چھیچھڑے نکال کر اُسے ڈال دیتے ہیں۔ مدینے کی بلیاں بھی ان سے اس قدر مانوس ہیں کہ بلیوں کو ان بزرگ کی آمد کا وقت شاید معلوم ہو جاتا تھا اور وہ اکٹھا ہو کر ان کا انتظار کرتی تھیں۔

یہ بزرگ مدینے میں "بلیوں والے بابا" کے نام سے مشہور تھے۔ ان کا اصل نام غلام رسول تو شاید ہی کسی کو

ایک رات سرورِ دو عالم ﷺ نے خواب میں انہیں یہ حکم دیا کہ "مدینہ منورہ کی بلیوں کو خوراک بھی فراہم کرو"۔

معلوم ہو۔ غلام رسول کے والد کی ٹیلرنگ کی دکان جالندھر کے دیوان خانے والے بازار میں تھی۔ غلام رسول کی ابتدائی تعلیم محلہ پنج پیر کی جامع مسجد میں ہوئی وہ اپنے شہر جالندھر میں حضرت امام ناصر الدینؒ، حضرت شاہ سکندرؒ اور حضرت شاہ علیم اللہ کے مزارات پر روزانہ حاضر ہوتے، فاتحہ پڑھتے اور کبوتروں کو دانہ ڈالتے۔

سید نعمان ظفر عالم

ایک دن وہ حضرت شاہ علیم اللہ کے مزار پر حاضر تھے کہ انہیں محسوس ہوا کہ کوئی ان سے یہ کہہ رہا ہے کہ "مانگو...... کیا مانگتے ہو"......

غلام رسول کی اسکول تعلیم کا دور تھا اور ان کے ابھی امتحانات ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے دل ہی دل میں عرض کیا "دعا کیجئے میں امتحان میں پاس ہو جاؤں"۔

کسی نے جواب میں کہا "اس سے بھی بڑھ کر خوشخبری یہ ہے کہ تم روزانہ ہمارے کبوتروں کو دانہ ڈالتے ہو۔ ربّ العلمین تمہیں مکہ اور مدینہ منورہ کے کبوتروں کو دانہ ڈالنا نصیب کرے" اور پھر واقعی ایسا ہی ہوا۔

غلام رسول مڈل کی تعلیم حاصل کر ہی رہے تھے کہ محکمہ ڈاک کا ایک انگریز سپرنٹنڈنٹ اپنے محکمے میں کلرکوں کی بھرتی کرنے کے لئے جالندھر آیا، غلام رسول نے بھی امیدواروں میں نام لکھوا دیا۔ سپرنٹنڈنٹ نے ٹیسٹ میں انگریزی کا ڈکٹیشن لیا۔ سب سے زیادہ خوبصورت، صاف ستھری اور غلطیوں سے مبرا تحریر غلام رسول کی تھی۔ چنانچہ انہیں کلرک بھرتی کر لیا گیا۔

غلام رسول کی طبیعت میں بچپن ہی سے گداز بہت زیادہ تھا، نعتیں سننے میں دل اس قدر منہمک ہو جاتا کہ اردگرد سے بے خبر ہو جاتے اور آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے۔ قلب میں گداز سے یکسوئی پیدا ہوئی اور روضہ انور ﷺ پر حاضری کی اُمنگ انگڑائی لینے لگی۔

محکمہ ڈاک میں ملازمت کرتے کرتے عمر تیس سال ہو گئی تھی۔ ایک رات تہجد کے نفل ادا کرنے کے بعد مصلے پر بیٹھے درود شریف پڑھ رہے تھے، ذہن و دل رسول

پاک ﷺ کی ذات بابرکات کی جانب متوجہ تھا۔ اسی کیفیت میں ایک آواز سنائی دی "بمبئی پہنچ جاؤ۔ تمہیں اسماعیل مدینے لے آئے گا"۔

غلام رسول نے عرض کیا "میں تو اسماعیل کو جانتا تک نہیں ہوں"۔

غیبی آواز نے کہا "بمبئی پہنچ جاؤ تم خود اُسے پہچان لو گے"۔

غلام رسول کی یہ کیفیت ختم ہوئی تو اُن سے صبح کا انتظار کرنا محال ہوگیا۔ دل خوشی سے بے قابو تھا، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور زبان پر درود پاک کا ورد جاری تھا۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ بمبئی پہنچنے کے لئے کرائے کے پیسے نہیں تھے چنانچہ والد صاحب کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ والد صاحب نے کرائے کی رقم دی اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ غلام رسول ٹرین پر سوار ہوئے اور سیدھے بمبئی پہنچے۔ لیکن منزل کا کچھ اتا پتا نہ تھا۔ کافی دیر تک وہ شش و پنج میں مبتلا اسٹیشن کے ارد گرد گھومتے رہے اچانک انہیں ایک صاحب نظر آئے جو زرد رنگ کے احرام نما لباس میں ملبوس تھے اور جن کی دراز زلفیں شانوں پر بکھری ہوئی تھی۔ غلام رسول کو ایسا لگا جیسے وہ بھی کسی کو تلاش کررہے ہیں۔ چنانچہ غلام رسول اُن کے سامنے پہنچ گئے۔ غلام رسول کو دیکھتے ہی اُن کی باچھیں کھل گئیں اور آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی انہوں نے غلام رسول کا ہاتھ اس قدر سختی سے پکڑا کہ جیسے وہ ہاتھ چھڑا کر بھاگ نہ جائیں اور کہنے لگے "چلو میرے ساتھ میں تمہیں مولانا محمد اسمٰعیل غزنوی سے ملاتا ہوں"۔ یہ وارثیہ سلسلے کے بزرگ حیرت وارثی تھے۔

مولانا اسمٰعیل غزنوی ہر سال حجاز مقدس جاتے تھے اور اپنے ہمراہ تمیں عازمینِ حج کو بھی لے جاتے تھے۔ مولانا اسمٰعیل اور اُن کے ہمراہ جانے والے تمام افراد کو عرب میں شاہی مہمان کی حیثیت ملتی تھی۔ یہ 1916ء کا سن تھا اور اُس زمانے میں بمبئی سے جدہ تک بحری جہاز کا کرایہ 132 روپے تھا۔ غلام رسول کو یہ ٹکٹ رعایتی نرخ پر صرف 82 روپے میں مل گیا۔ یہ غلام رسول کا پہلا حج تھا۔

جدہ پہنچ کر وہاں سے پیدل ہی مکہ معظمہ کی جانب چل پڑے حج کی ادائیگی کے بعد ایک قافلے کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچے اور روضہ رسول مقبول ﷺ پر حاضری دی۔

مدینے میں قیام کے دوران ایک رات خواب میں سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ کوئی بزرگ صورت صاحب حضور اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں عرض کررہے ہیں کہ "یا نبی ﷺ اگر اجازت ہو تو غلام رسول کو کچھ عرصے کے لئے بیت المقدس لے جائیں اور اپنے ہمراہ رکھیں"۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرما کر اثبات میں سر مبارک سے اشارہ کیا۔

غلام رسول جب بیدار ہوئے تو فرطِ مسرت سے گویا دیوانے ہی ہوگئے۔ باعثِ تخلیقِ کائنات سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت بہت بڑا اعزاز تھا اور پھر انبیاء کرام کی سرزمین بیت المقدس جانے کی اجازت ملنا بھی بہت بڑی سعادت تھی۔ اس غیبی اشارے کا تذکرہ غلام رسول نے مولانا محمد اسمٰعیل سے کیا انہوں نے اُس وقت کے شیخ المسلمین عبدالرحمٰن کے لئے ایک رقعہ تحریر کر کے دیا۔ شیخ المسلمین نے ایک پروانہ راہداری بنوا دیا جس سے پاسپورٹ اور ویزے کی پابندیاں ختم ہوگئیں اور غلام رسول مدینہ منورہ سے پیدل روانہ ہوگئے۔ خیبر، تبوک اور مدائن سے ہوتے ہوئے بیت المقدس پہنچ گئے۔ پھر وہاں معمول بن گیا کہ دن بھر روزہ رکھتے اور رات کو بیت المقدس میں عبادت کرتے۔ دو وقت کا کھانا لنگر سے مل جاتا۔ دیگر ضروریات کی تکمیل کے لئے کچھ معاوضے پر بیت الخلاء کی صفائی کی ذمہ داری لے رکھی تھی۔ پانچ برس اس دیارِ انبیاء کرام میں گزر گئے کبھی الخلیل پر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مزارات پر صفائی ستھرائی کرتے اور موقع ملتا تو حضرت

داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزارات پر بھی حاضری دیتے جو خدمت ممکن ہوتی حتی المقدور کرتے اور مزارات پر مراقبہ کیا کرتے۔ ایک روز الخلیل میں کسی مزار کے گرد جھاڑیاں صاف کرنے کے بعد وضو کر کے مزار پر مراقب تھے کہ کسی کی آہٹ سنائی دی اور پھر آواز آئی

"السلام علیکم یا سیدنا عزیر علیہ السلام"

جواب میں آواز آئی

"وعلیکم السلام یا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام"

یہ دونوں آوازیں دو جلیل القدر پیغمبروں کی تھیں۔

ایک رات غلام رسول کو خواب میں حضرت خیر الانام فخر موجودات ﷺ کی زیارت پاک نصیب ہوئی۔ حکم ملا کہ "اب بیت المقدس سے کوچ کرو اور مدینہ منورہ چلے آؤ"۔

غلام رسول حکم کی تعمیل میں صبح ہوتے ہی مدینے روانہ ہوگئے۔ مدینے پہنچ کر شیخ فضل الٰہی کے لنگر کے انچارج مقرر ہوگئے اور اقامت گاہ بھی مل گئی دو وقت کھانے کے علاوہ پچیس ریال ماہانہ معاوضہ بھی طے ہوا۔ غلام رسول اکثر یہ تمام رقم بھی غرباء اور مساکین میں تقسیم کردیتے۔ مسجد نبویؐ کے باب السلام کے باہر میدان میں دوپہر کے وقت اور باب جبرائیلؑ کے باہر مغرب کی نماز کے بعد دسترخوان بچھ جاتا۔ غلام رسول کی کوشش ہوتی کہ کوئی شخص بھی بھوکا واپس نہ جائے۔ لیکن شیخ فضل الٰہی کی وفات کے بعد لنگر کا یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا۔ غلام رسول نے ہمت نہ ہاری اور پیر جماعت علی شاہؒ کے قائم کردہ جماعت خانے سے لنگر جاری کروادیا۔ حضرت جماعت علی شاہؒ نے یہ جگہ خرید کر لنگر کے لئے وقف کردی تھی۔ یہاں پر مساکین کو قیام کی اجازت تھی۔ یہ مکان آج کل شارع ابی ذر غفاریؓ پر مسجد اجابہ کی طرف واقع ہے۔ غلام رسول لنگر خانے سے کھانے کی تقسیم کے ساتھ ساتھ اکثر تسبیح اور ٹوپیاں بھی تقسیم کرتے۔

پھر غلام رسول کو اس سعادت کا موقع ملا کہ وہ حرم نبوی میں جھاڑو دینے اور کوڑا کرکٹ باہر پھینکنے پر مامور ہوگئے۔ اُس وقت تیس ریال اُن کا معاوضہ طے ہوا۔ لوگ بتاتے ہیں کہ غلام رسول یہ کام جوانوں سے بڑھ کر کیا کرتے تھے۔

ایک رات سرورِ دو عالم ﷺ نے خواب میں حکم دیا کہ "مدینہ منورہ کی بلیوں کو خوراک بھی فراہم کرو" چنانچہ غلام رسول نے فوراً ہی اس کام کا آغاز کیا۔ انہیں اگر کوئی بلی بیمار نظر آتی تو اُسے اپنی اقامت گاہ پر لے آتے۔ اُس کا علاج کرتے اُسے بہتر خوراک فراہم کرتے اور جونہی وہ صحت یاب ہو جاتی اُسے واپس اُسی علاقے میں چھوڑ آتے جہاں سے اُٹھا کر لائے تھے۔

رفتہ رفتہ کینوس کے تھیلے میں گوشت اور چھیچھڑوں کا بوجھ بڑھنے لگا کیوں کہ اکثر لوگ انہیں اس کام پر مامور دیکھ کر اپنا حصہ بھی ملا دیتے تھے اور اب بابا غلام رسول کو ضعیفی نے بھی آگھیرا تھا تو انہوں نے ایک چھوٹی سی ریڑھی خرید لی اس پر چھیچھڑے اور گوشت کے ٹکڑے ڈال کر مدینے کی مقدس گلیوں میں گھوم پھر کر بلیوں کو خوراک فراہم کرتے۔ پھر جب مدینے کے لوگ رات کو چین کی نیند سو جاتے تو بابا غلام رسول یہی ریڑھی لے کر حرم نبویؐ سے اکٹھا کیا گیا کوڑا کرکٹ اُٹھاتے اور دور پھینک آتے۔ اشفاق حسین قریشی مرحوم بیان کرتے ہیں کہ "میں نے کئی بار بابا غلام رسول کو آدھی آدھی رات کے وقت باب جبرائیلؑ کے سامنے جنت البقیع کی طرف جانے والی گلی میں اپنی ریڑھی لئے پھرتے اور کوڑا کرکٹ اُٹھاتے دیکھا ہے۔ کہتے ہیں اس گلی میں اُن لوگوں کے مکانات ہیں جن کے آباؤ اجداد حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے خدام تھے"۔

اشفاق حسین قریشی مرحوم بابا غلام رسول کے حوالے سے ماہنامہ "درویش" شمارہ جون 1994ء میں مزید تحریر کرتے ہیں کہ "میں بابا غلام رسول سے آخری بار اپریل 1986ء میں اپنے بھانجے مجیب اللہ خان اور اپنے مدنی

دوست قاری عبدالحفیظ اور عبداللطیف بخاری کے ہمراہ ملا۔ بڑی ہی محبت سے ملے۔ بے انتہا شفقت کا مظاہرہ کیا۔ اپنی زندگی کے بہت سے یادگار واقعات بھی سنائے۔ مثلاً جب بابا غلام رسول بیت المقدس سے روانہ ہونے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزارات پر حاضر ہوئے اور مراقبہ کیا دونوں مقامات سے انہیں ایک جیسا ہی پیغام ملا کہ "سردار انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے ہمارا اسلام عرض کردیں"۔

ایک مرتبہ بابا غلام رسول نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں دوران مراقبہ عرض کیا کہ میں والد بزرگوار کو حج کرانا چاہتا ہوں اور ان نیکیوں کا عوضانہ پیش کرنے کی تمنا رکھتا ہوں جو میرے والد نے عمر بھر مجھ سے کی ہیں۔ جواب ملا "جمعۃ المبارک کے دن" بابا غلام رسول فرماتے ہیں کہ "یہ مجھے ایک طرح سے اجازت تھی چنانچہ میرے والد بزرگوار نے حج اکبر ادا کیا اس روز جمعۃ المبارک تھا۔ تمام اخراجات میں نے اپنی کمائی سے ادا کئے اور اپنے والد سے بقیہ زندگی مدینہ منورہ میں گزارنے کی استدعا کی لیکن انہوں نے بعض مجبوریوں کا تذکرہ کیا اور جالندھر واپس چلے گئے۔ قیام پاکستان کے وقت سکھوں نے انہیں شہید کردیا۔

اشفاق حسین قریشی ایک اہم واقعے کی بھی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مولانا بدر عالمؒ مدینہ منورہ میں بیماری کے باعث صاحب فراش تھے ایک روز اپنے عزیز کے ہمراہ بابا غلام رسول کو اپنے پاس بلایا اور ان سے فرمایا۔ شدید علالت کے باعث خود مکہ معظمہ جاکر فریضہ حج ادا نہیں کرسکتا لہٰذا آپ میرا حج بدل ادا کردیں"۔

بابا غلام رسول نے عرض کیا کہ میں رسول پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کروں گا اور اجازت طلب کروں گا۔ چند دن بعد بابا غلام رسول نے مولانا بدر عالم سے فرمایا "حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس سے اجازت نہیں ملی آپ کوئی اور بندوبست کرلیں"۔ بعد میں مولانا بدر عالم نے مصاحبوں سے فرمایا "اندازہ تو کرو کہ بلیوں والے بابا کا کیا مقام ہے"۔

بابا غلام رسول عمر عزیز کے آخری دور میں ایک شب تیز رفتار گاڑی کی زد میں آکر شدید زخمی ہوگئے۔ اب چلنے پھرنے سے قاصر ہوگئے تھے۔ لیکن "اوپر" سے جو فریضہ سپرد ہوا تھا اُسے نظر انداز کرنا اُن کے مزاج کے خلاف تھا چنانچہ بابا غلام رسول نے ایک شخص کو دو ریال یومیہ پر یہ کام سپرد کردیا جو بلیوں کو چھیچھڑے، کبوتروں کو دانہ ڈالتا اور بیمار بلیوں کا علاج معالجہ کراتا۔ اس کام میں بہت سے اہل خیر بھی بابا غلام رسول کی معاونت کرنے لگے اور یوں یہ نیک کام دن بدن بڑھتا چلا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ بابا غلام رسول عوام الناس میں بلیوں والے بابا کے نام سے مشہور ہوگئے تھے۔

حادثے کے بعد دن بدن طبیعت خراب رہنے لگی اور چلنے پھرنے سے بھی معذور ہوگئے۔ جمعۃ المبارک کے روز ایک صاحب اپنی گاڑی میں بٹھا کر باب جبرائیل تک لے جاتے اور بابا غلام رسول حرم سے باہر ایک صف کے سرے پر بیٹھ کر نماز جمعہ ادا کرتے اور وہیں سے واپس گھر لوٹ جاتے۔ پھر یوں ہوا کہ بابا غلام رسول کی مضمحل طبیعت نے سنبھلنے سے انکار کردیا۔ چنانچہ ایک عقیدت مند انہیں اپنے مکان میں لے گئے۔ جو مسجد اجابہ کے نزدیک تھا۔ انہیں باہر والا کمرہ اور ملحقہ غسل خانہ دے دیا گیا۔ بابا غلام رسول اپنے بستر کے پاس ہی کھجوروں، تسبیحوں اور ٹوپیوں کے پیکٹ رکھ لیتے اور زائرین میں تبرک کے طور پر تقسیم کرتے۔ پھر آخری دنوں میں بابا غلام رسول نے وادی احد پر ایک قطعہ زمین خریدا اور اس پر ایک کمرہ غسل خانہ اور باورچی خانہ تعمیر کروایا۔ خواہش تھی کہ یہاں ایک فری ڈسپنسری قائم ہو۔ لیکن زندگی نے وفانہ کی۔ ایک رات لیٹے لیٹے فرمانے لگے "کھڑکیاں کھول دو"۔ کھڑکیاں کھول دی گئیں۔ زبان مبارک پر درود شریف کا ورد جاری ہوگیا اور خالق حقیقی سے جا ملے۔

شعلِ معرفت

مرتبہ: عامر غنی

ولایت کی چادر دراز ہے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ ایک جگہ تحریر کرتے ہیں۔

"ولایت خاصہ اس اُمت میں قیامت تک رہے گی"۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "بہت سے پراگندہ بالوں والے، پھٹے ہوئے کپڑوں والے، جن کے ظاہر کی وجہ سے کوئی ان کی پرواہ نہیں کرتا، لیکن اگر وہ حق تعالیٰ پر قسم کھا کر کہیں کہ فلاں کام ایسے ہوگا تو حق تعالیٰ یقیناً ان کی قسم پوری فرما کر اس کام کو اسی طرح کردیں گے۔" بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اس جہان میں ہر جگہ موجود رہتے ہیں۔ اگرچہ نبوت کی چادر لپیٹ لی گئی ہے لیکن ولایت کی چادر اسی طرح پھیلی ہوئی ہے۔

(مرسلہ: طلعت فاطمہ۔ ایبٹ آباد)

اللہ کے بندے

ایک قافلے کے لوگ شہر سے روانہ ہونے سے قبل حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "حضور! راہ خطرناک ہے۔ کوئی دعا سکھایئے جس کی بدولت ہم محفوظ و مامون رہیں" حضرت ابوالحسنؒ نے فرمایا "جب کسی مشکل کا سامنا ہو تو میرا تصور کرلینا"۔

قافلے کے لوگوں کو یہ بات پسند نہ آئی اور وہ آپس میں کہنے لگے "یہ کیا بات ہوئی بھلا......؟! ہم مشکل وقت میں اللہ کا تصور کیوں نہ کریں؟"

قافلہ شہر سے روانہ ہوگیا۔ اتفاق سے راستے میں ڈاکوؤں نے آگھیرا اور وہ ان کے نرغے میں پھنس گئے۔ ایک شخص نے اسی وقت حضرت خرقانیؒ کا تصور کرکے دل ہی دل میں پکارا اور عرض کی کہ "حضور! بُرا وقت آن پڑا ہے، میری مدد فرمایئے"۔ یہ عرض کرنا تھا کہ قدرت نے ڈاکوؤں کی نظروں سے اسے اور اس کے مال و اسباب کو اوجھل کردیا۔ ڈاکوؤں نے پورے قافلے کا مال و اسباب لوٹ لیا مگر اس کا سامان محفوظ رہا۔ ڈاکو جب لوٹ مار کرکے چلے گئے تو اس کے ساتھیوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا مال واسباب کیسے بچ گیا اور تم کہاں غائب ہوگئے تھے؟ تو اس نے سارا حال کہہ سنایا۔

جب یہ لوگ اپنے شہر واپس پہنچے تو حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؒ سے دریافت کیا کہ "ہم سب تو خدا کو پکارتے رہے مگر بچ نہ سکے اور جس نے آپ کو یاد کیا وہ بچ گیا۔ اس میں کیا راز مضمر ہے؟"

حضرت ابوالحسنؒ نے فرمایا "بھائی تم لوگ خدا کو پکارتے تو ہو مگر محض زبان سے۔ دل سے نہیں...... اور ابوالحسن اللہ کو دل سے پکارتا ہے۔ بلکہ دل کے بھی دل سے۔ پس تم ابوالحسن کا تصور کرو تاکہ ابوالحسن تمہارے لئے خدا کو یاد کرے اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاؤ۔ اس لئے کہ محض رسماً اور عادتاً بزار بار بھی پکارنا غیر مفید ہے"۔

اصل مدد اور حقیقی اعانت تو خدا کی طرف سے ہے اور اللہ کے بندوں کو مشکل میں پکارنا صرف اس لئے ہوتا ہے کہ وہ حضور قلب سے اللہ کے حضور دعا کرکے ہماری مشکل آسان کرادیں۔

(مرسلہ: فائزہ ریحان۔ شیخوپورہ)

مشیت ایزدی

ایک مرتبہ حضرت نجم الدین شیخ کبریٰ کہیں تشریف لے جارہے تھے آپؒ کے بہت سے شاگرد بھی آپؒ کے ہمراہ تھے۔ راستے میں شاگردوں نے دیکھا کہ ایک باز ایک ممولے کو لے کر اڑا جارہا ہے، جب کہ ممولہ اپنی جان

چھڑانے کے لئے تڑپ رہا ہے۔ شاگردوں نے آپؒ سے گذارش کی "حضرت اس غریب مولے کو ظالم باز کے پنجوں سے نجات دلایئے"۔

حضرت نجم الدینؒ نے مولے کی طرف دیکھا اور فرمایا "بزدل مولے ہمت کر کے اس باز کو میرے پاس لے آ"۔ بس یک لخت مولے میں اتنی طاقت آگئی کہ اس نے باز کو ایسا نچا کہ وہ بے دم ہونے لگا۔ پھر مولہ باز کو حضرت نجم الدین کبریؒ کی خدمت میں لے آیا...... آپ نے باز کی سرزنش کی "تم مولے پر کیوں ظلم کر رہے تھے؟"۔ اس سے قبل کہ باز کوئی جواب دیتا...... ایک ندائے غیبی سنائی دی "نجم الدین! جو جس کا رزق ہے وہ اس کو جس طرح بھی حاصل کرے تم اس کو کس طرح روک لوگے"۔

یہ سننا تھا کہ آپؒ نے باز کو حکم دیا کہ "جاؤ اپنا کام کرو میں اب تمہارے معاملے میں دخل اندازی نہیں کروں گا اور مولے کو بھی سمجھا کر رخصت کیا کہ مشیت ایزدی میں دخل دینا میرے بس سے باہر ہے"۔

(مرسلہ: فوزیہ نورین۔ حیدر آباد)

بننے کے لئے بگڑنا

ایک لڑکا جس کی عمر چودہ یا پندرہ برس کی ہوگی، بد عقیدہ لوگوں کی صحبت اور بے ہودہ لٹریچر کے مطالعے سے بد عقیدہ ہو گیا۔ یہ لڑکا بڑے اچھے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، چنانچہ اس لڑکے کے والد نے اس کو جس کا نام "بنے میاں" تھا۔ حضرت شاہ عبدالکریم قادریؒ کی خدمت میں پیش کیا، آپ تمام ماجرا سن کر مسکرائے اور فرمایا "کوئی بات نہیں ہے، "بننے" کے لئے بگڑنا ضروری ہے" پھر بنے میاں کی پیٹھ پر آہستہ آہستہ دو گھونسے مار دیئے، ان دو گھونسوں میں کس قدر غضب کی تاثیر تھی کہ وہی بدعقیدہ لڑکا شاہ عبدالکریمؒ کے قدموں میں سر رکھ کر دیر تک روتا رہا، آنسوؤں کے سیلاب میں بد عقیدگی کی کثافت بہہ گئی۔

(مرسلہ: راحیلہ خان۔ ساہیوال)

فقیر اور شاہزادہ

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ سامنے سے شہزادہ ولی عہد کی سواری نمودار ہوئی، ایک ہجوم راستے میں تھا، ہٹو بچو کی صدائیں آ رہی تھیں۔ شاہ صاحبؒ ایک طرف کھڑے ہو گئے اور شاہی سواری کی آمد اور شہزادے کے کروفر دیکھنے لگے۔ سواری قریب پہنچی تو شہزادے کی نظر آپؒ پر پڑی۔ وہ ساری پہریداریاں اور شاہی پروٹوکول چھوڑ چھاڑ شاہ صاحبؒ کے قدموں میں اتر آیا اور عرض کی "شاہ صاحبؒ آپ میرے ساتھ میرے کاشانے پر تشریف لے چلیں"

آپؒ نے فرمایا "میں غرباء کے گھر میں تو چلا جاتا ہوں مگر نہ شاہی محلوں میں گیا ہوں نہ جانا پسند کرتا ہوں۔"

شہزادہ مصر ہوا کہ "صرف ایک مرتبہ میرے گھر قدم رنجہ فرمائیں تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی"۔

ابھی شہزادے کی التجائیں جاری تھیں کہ ایک شاہی امیر نے شاہ صاحبؒ سے عرض کی "حضرت آپ شاہی محل نہ چلیں لیکن میرے گھر تو آسکتے ہیں"۔

شاہ صاحبؒ نے فرمایا "اے امیر! جب میں نے شہزادے کی دعوت قبول نہیں کی تو پھر میں تمہاری دعوت کس طرح قبول کر سکتا ہوں"۔

شہزادے اور امیر درخواستیں کرتے رہے مگر آپؒ نے شاہی محل میں جانے کی حامی نہ بھری...... ورنہ آج کل تو بادشاہوں اور حکمرانوں کے قرب کے لئے اکثر بڑے بڑے علماء اور اہل جبہ و دستار بھی ترستے ہیں اور حکمران وقت کی خوشنودی کی خاطر مسائل اور قانون اسلام میں تبدیلی تک کر دیتے ہیں۔

مگر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے باوجود اصرار شاہی کے اپنی ذات کو حکمرانوں کی صحبت سے دور رکھا۔ کیوں کہ اولیاء اللہ کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ جاہ و حشم اور اہل زر سے دور بھاگتے ہیں۔

(مرسلہ: محمد بشیر تارڑ۔ کراچی)

مرتبہ: دانش علی

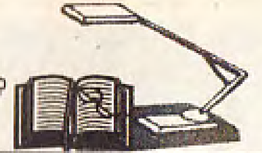

حاصل مطالعہ

آپ اپنے ذوق مطالعہ سے دوسروں کو بھی متاثر اور مستفید کر سکتے ہیں۔
وہ اس طرح کہ اپنا حاصل مطالعہ، کتاب کے حوالے کے ہمراہ ہمیں ارسال کر دیں۔

رضائے الٰہی

ساتھ تو صرف وہ نیکیاں جاتی ہیں جو رضائے الٰہی کی خاطر کی جائیں۔ اس کے لئے شعوری کوشش لازم ہے۔ راہ چلتے کسی فقیر سے جان چھڑانے کی خاطر اس کی ہتھیلی پر چند سکے رکھ دینا ہی "انفاق فی سبیل اللہ" نہیں ہے۔

"تم نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک وہ چیز (اس کی راہ میں) خرچ نہ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو"

سورہ الکہف کے آخر میں ایک آیت ہے "(اے محمد ﷺ) ان سے کہو، کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ جن کی زندگی کی ساری جدوجہد راہ راست سے بھٹکی رہی اور سمجھتے وہ یہ رہے کہ جو کچھ کر رہے ہیں، ٹھیک ہے"۔

تو مبارک ہیں وہ لوگ جو زندگی کی مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور ایسے عمل کرنے کی شعوری کوشش کریں کہ آخرت میں کام آئیں۔ لاشعوری طور پر ہم ایسے اعمال کو زندگی کے آخری حصے کے لئے موخر کرتے رہتے ہیں جبکہ کسی کو معلوم نہیں کہ موت کب کہاں آجائے۔ راہ چلتے، بیٹھے بیٹھے، لیٹے لیٹے، کسی بھی وقت فرشتہ اجل کی تشریف آوری ہو سکتی ہے اور وہ واحد ہستی ہے جسے آپ انتظار کے لئے نہیں کہہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی گنجائش رکھی ہوتی تو عزرائیلؑ کا کام بہت بڑھ جاتا۔

میں بی اے تو کر لوں

میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں انہیں تو بڑا ہونے دو۔

یہ گھر اتنی مشکل سے بنا کر سنوارا ہے چند دن اس میں رہنے تو دو۔

جوان بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں

میں نے اپنے کسی بیٹے کی کوئی خوشی نہیں دیکھی

میرا ڈھائی کروڑ کا سامان پورٹ پر آیا ہے اسے نہ چھڑا لوں ذرا؟

فصلیں تیار کھڑی ہیں کٹائی کا موسم ہے بابا

الیکشن کا رزلٹ تو آجائے

ذرا یہ ورلڈ کپ ہو لے پھر اس کے بعد دیکھیں گے

ہم میں سے کون ہے جو اس طرح کے مسائل سے نبرد آزما نہیں رہتا لیکن سوال جواب کی گنجائش رکھی نہیں گئی سورج نے مشرق سے نکل کر مغرب میں ڈوبتے رہنا ہے اور کاروبار حیات اسی طرح چلتے رہنا ہے لیکن جب بلاوہ آجائے تو بلا چون و چرا اس زندگی کو خیرباد کہنا پڑتا ہے تو خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو انہی مسائل میں الجھے الجھے زندگی کی گتھیاں سلجھاتے ہیں۔

(اقتباس: جنٹل مین۔ سبحان اللہ۔ کرنل اشفاق حسین

مرسلہ: توقیر فاطمہ۔ کوٹ ادو)

صدیوں کی گمشدگی

یوں تو مسجد اور مینار آمنے سامنے ہیں مگر ان کے درمیان یہ ذرا سی مسافت جس میں سکھوں کا گردوارہ اور فرنگیوں کا پڑاؤ شامل ہے۔ تین صدیوں پر محیط ہے۔ میں مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھا ان تین گمشدہ صدیوں کا ماتم کر رہا تھا۔ مسجد کے مینار نے جھک کر میرے کان میں راز کی بات کہدی۔ جب مسجدیں بے رونق اور مدرسے بے چراغ

ہو جائیں، جہاد کی جگہ جمود اور حق کی جگہ حکایت کو مل جائے، ملک کے بجائے مفاد اور ملت کے بجائے مصلحت عزیز ہو اور جب مسلمانوں کو موت سے خوف آئے اور زندگی سے محبت ہو جائے تو صدیاں یوں ہی گم ہو جاتی ہیں۔

(اقتباس: مینارِ پاکستان۔ مختار مسعود
مرسلہ: عمرینہ کوثر۔ قلعہ احمد آباد، نارووال)

موتی

سانس کی موت سے پہلے بہت سی موتیں ہو چکی ہوتی ہیں۔ ہم سانس کی موت کو ہی اصل سمجھتے ہیں حالانکہ سانس تو اعلان ہے ان تمام موتوں کا جن کے ذریعے آپ مسلسل مر رہے ہیں۔

غم چھوٹے آدمی کو توڑ دیتا ہے۔ اگر غم میں غم دینے والے کا خیال رہے تو پھر انسان بہت بلند ہو جاتا ہے۔

دنیا کے اندر سب سے بڑا انصاف یہ ہے کہ یہ دنیا گناہ کے متلاشی کے لئے گناہ اور فضل کے متلاشی کو فضل دیتی ہے۔

جس کو صداقت اور نیکی کا سفر کرنے کی خواہش ہے وہ جان لے کہ یہ منظوری کا اعلان ہے۔ جس کو منظور نہیں کیا جاتا اس کو یہ شوق ہی نہیں ملتا۔

(اقتباس: بات سے بات۔ واصف علی واصف
مرسلہ: محمد ممتاز۔ میانوالی)

سمجھوتا

ہم انہیں کیا بتاتے کہ ایمان کی کمی نے ہمیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟ ہم انہیں سمجھا نہیں سکتے تھے کہ گھر کی بنیاد ہلانے والے گھر کے فرد نہیں ہوتے گھر کے سارے فرد ازل سے لڑتے جھگڑتے آئے ہیں لیکن وہ جدا نہیں ہوتے لیکن جب کوئی باہر کا چاہنے والا سینہ لگا کر آجاتا ہے تو پھر گھر کے پرخچے اڑ جاتے ہیں۔

گھر ہمیشہ مہربانیوں سے لٹتے ہیں، نئی محبتوں سے اجڑتے ہیں، ایسی مہربانیاں جو گھر کی سالمیت کو دیمک بن کر چاٹ جاتی ہیں، ایسی مہربانیاں جو ماں سے زیادہ چاہ کر کی جاتی ہیں، جب کوئی چاہنے والا گھر کے ایک فرد کی انا کو جگا کر اُسے وہ سارے مظالم سمجھاتا ہے جو گھر کے دوسرے فرد اسی پر کرتے رہے ہیں، وہ ان ساری لڑائیوں کے ڈھکے چھپے معنی واضح کر دیتا ہے تو گھر کی پہلی اینٹ گرتی ہے، گھر کی ایک ایک اینٹ محبت سے اکھاڑی جاتی ہے، ہر چوکھٹ ہر دہلیز چوم چوم کر توڑی جاتی ہے۔ جب باہر کا چاہنے والا لفظوں میں شیرینی گھول کر گھر والوں کے خلاف بہکاتا ہے تو پھر کوئی سالمیت باقی نہیں رہتی، کیونکہ ہر انسان کمزور لمحوں میں خود ترسی کا شکار رہتا ہے، وہ اسی بات کی تصدیق میں لگا رہتا ہے کہ اس پر مظالم ہوئے ہیں اور اسی لئے وہ ظلم کرنے میں حق بجانب ہے۔

ہم اپنوں کو نہ سمجھا سکے تو ان کو کیا بتاتے کہ ہمارے گھر کی اساس غلط نہ تھی چاہنے والے غلط تھے۔ یہ پرانی محبت میں پرانے پن کی وجہ سے جو غلطیاں کوتاہیاں موجود ہوتی ہیں ان کو اجاگر کرنے والے بہت ذہین تھے......!

(اقتباس: امر بیل۔ بانو قدسیہ
مرسلہ: روحی علی انصاری۔ نارتھ کراچی)

زندگی ایک اطلاع ہے

خیال کیا ہے؟ خیال دراصل تقاضے کو پورا کرنے کے لئے ایک اطلاع ہے مثلاً دماغ بتاتا ہے کہ اب سو جاؤ اس لئے کہ مزید جاگنا جسم کے لئے مناسب نہیں ہے۔ پھر دماغ کہتا ہے کہ اب بیدار ہو جاؤ اس لئے کہ اس سے زیادہ سونا جسمانی کارکردگی کے لئے مضر ہے۔ دماغ کہتا ہے اب کھانا کھاؤ اس لئے کہ اگر کھانا نہیں کھایا گیا تو زندگی میں ایندھن بننے والی کیلوریز Calories ختم ہو جائیں گی۔ علیٰ ہٰذالقیاس زندگی کے تمام تقاضے پورا کرنے کے لئے دماغ احکامات صادر کرتا ہے اور ان احکامات کی پیروی پورا جسم کرتا ہے۔ دماغ جو احکامات دیتا ہے اس کا تعلق اطلاع سے ہے۔

(اقتباس: قلندر شعور۔ خواجہ شمس الدین عظیمی
مرسلہ: عابدہ بنت سلطان۔ حیدر آباد)

11

قرآنی انسائیکلوپیڈیا

﴿ادارہ﴾

قرآن اُن لوگوں کو ہدایت بخشتا ہے جو متّقی ہیں اور متّقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر یقین رکھتے ہیں۔ غیب سے مُراد وہ حقائق ہیں جو انسان کے مشاہدات سے باہر ہیں۔ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی معرفت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایمان سے مُراد یقین ہے اور یقین وہ حقیقت ہے جو تلاش میں سرگرداں رہتی ہے، اس لئے نہیں کہ اُسے کوئی معاوضہ ملے گا بلکہ صرف اس لئے کہ طبیعت کا تقاضہ پورا کرے۔ متّقی سے مراد وہ انسان ہے جو سمجھنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتا ہے۔ ساتھ ہی بدگمانی کو راہ نہیں دیتا۔ وہ اللہ کے معاملے میں اتنا محتاط ہوتا ہے کہ کائنات کا کوئی روپ اُسے دھوکا نہیں دے سکتا۔ وہ اللہ کو بالکل الگ سے پہچانتا ہے اور اللہ کے کاموں کو بالکل الگ سے جانتا ہے۔

أَحَسَّ AHASSA۔ اس لفظ کے لغوی معنی محسوس کرنا اور To feel, perceive کے ہیں۔ یہ لفظ قرآن مجید کی پانچ مختلف آیات میں احَسَّ، احَسُّوا، تُحِسُّ، فتحَسَّوا، حسَّا کی شکل میں استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: پھر جب محسوس کیا عیسیٰ نے ان کا کفر۔ بولے کون ہے میری مدد کرنے والا اللہ کے لئے۔ کہا حواریوں نے ہم ہیں اللہ کے مدد کرنے والے۔ ہم ایمان لائے اللہ پر، اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم ہیں۔ (سورۃ آل عمران۔ 52)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جس قوم میں پیدا کیا وہ توحید پرستی کے باوجود اسلاف پرستی، علماء پرستی، دولت پرستی، تاریخ پرستی اور خود پرستی جیسے شرک میں مبتلا تھی۔ اُن کا یہ خیال تھا کہ آخرت میں دوزخ کی آگ انہیں چھو بھی نہیں سکے گی۔ یہ اُن کا خود ساختہ عقیدہ تھا، عوام و خواص سب ہی اس پر یقین رکھتے تھے۔ قرآن نے اُن کے عقائد کے حوالے سے کئی جگہ گفتگو کی ہے۔

مثلاً یہ کہ "اگر واقعی اللہ تعالیٰ نے آخرت کا ٹھکانہ تمام انسانوں کو چھوڑ کر صرف ان کے لئے ہی مخصوص کیا ہے تو انہیں چاہئے کہ موت کی تمنا کریں...... لیکن جینے کی حرص سب سے زیادہ ان میں ہی موجود ہے حتیٰ کہ یہ اس معاملے میں مشرکین سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ بلکہ ان میں سے ہر شخص تو یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح ہزار برس جیئے"۔

ان کے علماء و دانشوروں کا قرآن مجید کے مطابق یہ شیوہ تھا کہ اللہ کے کلام میں خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ تحریف کیا کرتے...... الفاظ کی الٹ پھیر کر کے بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے......

عام طور پر انسان جس ماحول میں جوان ہوتا ہے وہ ماحول خاندان اور قبیلوں کی روایات بن جاتا ہے۔ اس لئے کہ روایات کے امین والدین ہوتے ہیں، بھائی بہن ہوتے ہیں، کنبہ برادری کے لوگ ہوتے ہیں اور تمام قرابت دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ قوم یہود کے افراد کی بڑی تعداد ایسی تھی جو خاندانی روایات میں زندہ تھی انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور اگر ہو رہا ہے تو کیوں ہو رہا ہے۔ اُن کے لئے بس اتنا ہی کافی تھا کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کیا کرتے تھے۔

ظاہر ہے جس قسم کا ماحول ہوتا ہے اسی طرز کے نقوش کم و بیش ذہن پر نقش ہو جاتے ہیں۔ جس حد تک یہ نقوش گہرے ہوتے ہیں اسی مناسبت سے انسانی زندگی میں طرزِ فکر تشکیل پاتی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ ایسا وقت ضرور آئے گا جب جدید سائنس کے علمبردار اس سوال کا جواب تلاش کریں گے کہ جس ماحول اور جس معاشرے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اُس ماحول اور معاشرے سے علیحدہ ہو کر آپؑ نے اُس کا سقم کیوں کر محسوس کر لیا؟

اس کے جواب کے حصول کے لئے ہم سورہ انعام کی آیات 74 تا 84 میں حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ کی توجیہہ کا مطالعہ کریں گے جسے کتاب "لوح و قلم" میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے تحریر فرمایا ہے آپؒ بیان کرتے ہیں:

"جب وہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) چاند، سورج کو اپنی آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہوا دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ میں چھپنے والوں کو دوست نہیں رکھتا جس کے معنی یہ ہیں کہ رب کی نفی نہیں ہو سکتی۔ رب وہ ہے جس کا انسان کے ضمیر سے جدا ہونا ہرگز ممکن نہیں۔ غیر رب وہ ہے جس کا انسان کے ضمیر سے جدا ہونا ممکن ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول سے انا کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اسی "انا" کو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "نفس" اور اللہ تعالیٰ نے "حبل الورید" فرمایا ہے۔ یہی وہ ذاتِ انسانی یا انا (ضمیر) ہے جس سے اس کا رب جدا نہیں ہو سکتا اور یہی معرفتِ الٰہیہ کا پہلا قدم ہے۔ اگر "انا" اپنے رب کو خود سے جدا سمجھے تو وہ معرفتِ الٰہیہ سے محروم ہے"۔

ہم جانتے ہیں کہ زندگی کے تمام اعمال کا دار و مدار حواس پر ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں "حواس کو زیادہ تر Stuff بصارت سے ملتا ہے۔ اس Stuff کی مقدار 95% یا اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ باقی Stuff جو تقریباً 4% ہے بقیہ چار حواس کے ذریعے ملتا ہے۔ دراصل یہ Stuff کوڈ یا استعارے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ہم استعارے کو اپنی زندگی کی حدود میں اُس کی ضروریات اور اس کے متعلقات کے دائرے میں سمجھتے اور بیان کرتے ہیں۔ انہی استعاروں کے اجتماعی نتیجے سے ہماری زندگی میکانکی تحریکات اور اعمال و وظائف کے اعضاء بنتے ہیں۔ ان اعمال و وظائف میں ایک ترتیب ہوتی ہے۔ ترتیب کو قائم رکھنے کے لئے ذاتِ انسانی میں ایک تفکر پایا جاتا ہے۔ یہ تفکر جسے روح کہہ سکتے ہیں شعور سے ماوراء ہے"۔

یہ خاص تفکر یا روح جس کی قلندر بابا اولیاءؒ نے نشاندہی فرمائی، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ابتداء سے ہی اس سے واقف ہوتے ہیں۔

احساس کی درجہ بندی کے تحت حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب "شرح لوح و قلم" میں تحریر کرتے ہیں:

"جب ہم انسان کا تذکرہ اُس وقت کے حالات میں کرتے ہیں جب اسے سماعت اور نگاہ منتقل نہیں ہوئی تھی تو ہم اسے صرف احساس کا نام دیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کا اعلان کیا اور کائنات نے اس آواز کو سن کر اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ اُٹھائی اور اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر اس کی ربوبیت کا اقرار کیا تو اسے اپنے ہونے کا ادراک مل گیا۔ لیکن رمزی بات یہ ہے کہ انسان کو سب سے پہلے نگاہ منتقل ہوئی یعنی انسان نگاہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس بات کو مولانا رومؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ آدمی نگاہ ہے۔ اس کے علاوہ باقی سب فکشن (Fiction) ہے اور نگاہ یہ ہے کہ آدمی اس بات سے واقف ہے کہ میں مخلوق ہوں اور میرا بنانے والا اللہ ہے۔ جب تک آدم کی نظر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے اوپر نہیں ٹھہری اس کی حیثیت صرف احساس کی تھی اور جب اس کی نگاہ اللہ تعالیٰ کے اوپر ٹھہر گئی تو اس کی حیثیت علم کی بن گئی اور اس کے اندر سننے اور دیکھنے کے حواس پیدا ہو گئے۔

دیکھنے کی دو طرزیں ہیں۔

ایک طرز یہ ہے کہ ہم کسی چیز کو باہر دیکھ رہے ہیں اور دیکھنے کی دوسری طرز یہ ہے کہ ہم اس چیز کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جو فی الواقع اس کی حیثیت ہے۔

آئینہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ہم جب کسی قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو ہمیں اس آئینے میں اپنی صورت نظر آتی ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم آئینہ دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ ہم آئینہ نہیں دیکھ رہے آئینہ کے اندر جو عکس ہے اسے دیکھ رہے ہیں۔ پہلے آئینے نے ہمیں دیکھ کر اپنے اندر جذب کیا اور اپنے اندر جذب کرنے کے بعد ہماری تصویر کو منعکس کیا۔ اگر آئینہ ہماری تصویر کو اپنے اندر جذب کر کے منعکس نہ کرے تو ہم آئینہ نہیں دیکھ سکتے۔

دیکھنے کی طرزیں دو ہیں۔

ایک دیکھنا بالواسطہ یا میڈیم کے ذریعے دیکھنا ہے۔

اور ایک دیکھنا براہ راست میڈیم کے بغیر دیکھنا ہے۔

براہ راست طرز کلام میں جب ہم دیکھنے کا تذکرہ کریں گے تو یہ کہا جائے گا کہ پہلے آئینہ نے ہماری تصویر دیکھ کر اپنے اندر جذب کی پھر ہم نے آئینہ دیکھا۔ یعنی ہم نے آئینہ نہیں دیکھا بلکہ آئینہ کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں۔ یہی صورتحال زندگی کے تمام اعمال و حرکات کی ہے۔ ہر انسان اپنے ذہن کو آئینہ تصور کرے تو دیکھنے کی براہ راست طرز یہ ہوگی کہ کوئی بھی صورت یا شے پہلے ہمارے ذہن نے دیکھی۔ پھر ہم نے اس کو دیکھا یعنی ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں اپنے ذہن کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں۔ کوئی خیال کوئی تصور کوئی شے اس وقت تک نگاہ کے لئے قابل قبول نہیں ہے جب تک اس کی تصویر انسانی ذہن کی اسکرین پر پہلے سے منعکس نہ ہو۔

ہمارے سامنے ایک گلاس رکھا ہوا ہے۔ اس میں پانی بھرا ہوا ہے۔ بالواسطہ دیکھنے کی طرز یہ ہے کہ ہم گلاس دیکھ رہے ہیں۔ جس میں پانی بھرا ہوا ہے۔ براہ راست یا روحانی طرزوں میں یہ دیکھنا فکشن اور غیر حقیقی ہے۔ براہ راست طرز کلام میں گلاس دیکھنے کے عمل کو اس طرح بیان کیا جائے گا کہ ہمارے ذہن کی اسکرین پر نگاہ (علم) کے ذریعے گلاس کا عکس اور پانی کی ماہیت ہمارے لاشعور نے قبول کی۔ یعنی پانی اور گلاس کا پورا پورا عکس اپنے علم اور اپنی ماہیت کے ساتھ ہمارے اندر کی آنکھ نے دیکھ کر اس کے اندر تمام خد و خال اور نقوش کو محسوس کر لیا اور باطنی نگاہ کا یہ محسوس کرنا ہی دیکھنے کا عمل ہے۔

مختصر الفاظ میں اس بات کو اس طرح سمجھئے کہ روحانی نقطہ نظر سے باہر دیکھنا دیکھنا نہیں ہے۔ انسان کی نگاہ پہلے کسی چیز کے عکس کو لوٹا کر ذہن کی اسکرین پر نقش کرتی ہے اس کے بعد ہم اس چیز کو دیکھتے ہیں۔ ایک دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے سامنے چیز رکھی ہوئی ہے اور ایک دیکھنا یہ ہے کہ سامنے رکھی ہوئی چیز کا عکس ہمارے لاشعور پر نقش ہو رہا ہے اور ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔

براہ راست طرز نگاہ یہ ہے کہ ہم اپنی روح کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسان جب مر جاتا ہے تو اس کی آنکھ، آنکھ کا ڈھیلا، آنکھ کی پتلی، ریٹنا سب کچھ موجود ہونے کے باوجود کچھ نظر نہیں آتا۔ وجہ یہ ہے کہ جس چیز کے اوپر عکس منتقل ہو رہا تھا اس عکس کا علم ہمیں نہیں مل رہا۔

یہی صورتِ حال موت کے علاوہ عام زندگی میں بھی پیش آتی ہے۔

مثلاً ایک آدمی اندھا ہو گیا۔ اس کے سامنے ساری چیزیں رکھی ہوئی ہیں لیکن اسے کچھ نظر نہیں آ رہا۔ کیوں نظر نہیں آ رہا اس لئے نظر نہیں آ رہا کہ جو چیز دیکھنے کا میڈیم بنی ہوئی تھی وہ موجود نہیں یعنی آنکھ نے دیکھ کر کسی چیز کا عکس ذہن پر منتقل نہیں کیا۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آنکھیں ٹھیک ہیں لیکن دماغ کے سیل جو انسان کے اندر حسیات (Senses) پیدا کرتے ہیں یا وہ سیلز جو نگاہ کا ذریعہ بن کر تصویری خد و خال کو ظاہر کرتے ہیں معطل ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں انسان

دیکھ سکتا ہے نہ محسوس کر سکتا ہے۔ نگاہ کے بعد ہی انسانی ذہن میں حیات کا عمل دخل ہے۔ مثلاً ایک آدمی کے چیونٹی کاٹتی ہے۔ اس نے چیونٹی کو دیکھا نہیں۔ لیکن وہ چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتا ہے یعنی وہ حس جو آدمی کے اندر کسی بھی طریقے سے علم بنتی ہے اس نے انسانی دماغ کو یہ بتادیا کہ کسی چیز نے کاٹا ہے۔ کہنا یہ ہے کہ انسان کو سب سے پہلے جس چیز کا علم حاصل ہوتا ہے خواہ وہ لمس کے ذریعے ہو خواہ شامہ کے ذریعے ہو خواہ سماعت کے ذریعے ہو خواہ بصارت کے ذریعے ہو احساس کا پہلا درجہ ہے۔ کسی چیز کو سننا، سننے کے بعد مفہوم اخذ کرنا یہ احساس کی دوسری درجہ بندی ہے۔ انسان کو جب کسی چیز کا پہلی مرتبہ علم حاصل ہوتا ہے تو یہ احساس کا پہلا درجہ ہے۔ دیکھنا احساس کا دوسرا درجہ ہے۔ سننا احساس کا تیسرا درجہ ہے۔ کسی چیز کو سونگھ کر اس کی خوشبو یا بدبو محسوس کرنا احساس کا چوتھا درجہ ہے۔ چھونا احساس کا پانچواں درجہ ہے۔

احساس کا صحیح نام نگاہ ہے۔ اس لئے کہ جب تک مخلوق کی نظر خالق کے اوپر نہیں ٹھہرتی احساس کی درجہ بندی نہیں ہوتی۔ مخلوق "ہوجا" کے بعد جس اسٹیج پر موجود تھی اس کو صرف یہ خیال تھا کہ میں ہوں۔ پھر اس کو نگاہ ملی۔ نگاہ کے ساتھ ساتھ وہ قوت سماعت سے آشنا ہو گیا اور اس کے بعد اس کو دوسری حسیں (Senses) منتقل ہو گئیں"۔

آخری الہامی کتاب قرآن میں بالوضاحت بیان ہوا ہے کہ ماورائی ہستی اللہ نے "کن" کہا تو ازل سے ابد تک جو کچھ جس ترتیب کے ساتھ وقوع میں آنا تھا وہ ظاہر ہو گیا۔ خالق کے ذہن میں کائنات سے متعلق جو پروگرام تھا اس پروگرام سے متعلق جو فارمولے تھے، جو اجزائے ترکیبی تھے، ان اجزائے ترکیبی میں ماضی، حال اور مستقبل جس طرح بھی موجود تھا "کن" کہتے ہی سب وجود میں آگیا۔ کن کہنے کے بعد کسی زمانے میں بھی لاکھوں سال پہلے یا لاکھوں سال بعد جو چیز بھی مظاہرے میں آئے گی وہ اس کا مظہر ہوگی جو کن کے بعد مظہر ہو چکا ہے۔ علمائے باطن کی تعلیمات یہ ہیں کہ کھربوں دنیاؤں میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو پہلے سے اپنا وجود نہ رکھتی ہو۔

کسی بات کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے انسان کا غیر جانبدار ہونا ضروری ہے۔ اگر غیر جانبدار ذہن نہیں ہوگا تو معنی پہنانے میں مصلحتیں شامل ہو جائیں گی۔ ہر شخص کو طرز فکر کے دو زاویے حاصل ہیں۔ ایک زاویہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات سے الگ ہو کر سوچتا ہے اور دوسرا زاویہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو سامنے رکھ کر غور و فکر کرتا ہے جو بندہ اپنی ذات کو سامنے رکھ کر تجسس کرتا ہے اس کے اوپر حقائق منکشف نہیں ہوتے اور جو بندہ غیر جانبدار ہو کر گہرے تفکر کے ساتھ غور و فکر کرتا ہے اس کے اوپر حقائق منکشف ہو جاتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی میں یہ انفرادیت بخشی کہ وہ جب کسی شئے کے متعلق تفکر کرتے یا کسی چیز کی طرف مخاطب ہوتے تو اس چیز کی طرف توجہ دینے سے پہلے یہ احساس عادتاً پیدا ہوتا تھا کہ یہ چیز ہم سے براہ راست کوئی رشتہ نہیں رکھتی بلکہ اس کا اور ہمارا تعلق محض اللہ کی وجہ سے ہے۔ اس طرز فکر کی بناء پر ان کے ذہن کی ہر حرکت میں اللہ تعالیٰ کا احساس موجود رہتا تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی بحیثیت محسوس کے ان کا مخاطب اور مطمع نظر قرار پاتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہی ان کا احساس بنتی تھیں۔ ہم اس بات کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ ان کا ذہن اللہ تعالیٰ کا قائم مقام بن جاتا تھا۔

اسی صفت کے باوصف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم پر توجہ کی تو انہیں احساس ہوا کہ ان کی قوم کفر کے درجے میں داخل ہو چکی ہے اور ان کا یہ توحید پرستی کا دعویٰ محض زبانی اور دکھاوے پر مبنی ہے لہٰذا جب انہوں نے توحید کی دعوت دی تو غیر جانبدار طرز ذہن کے حامل سعید روح لوگوں نے ان کی دعوت پر لبیک کہا۔

روحانی سوال و جواب

﴿الشیخ عظیمی﴾

ان صفحات پر آپ کے روحانی سائنس سے متعلق سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ و نور الشیخ عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کر کے اس پتے پر ارسال فرمائیں۔

روحانی سوال و جواب، ۱۔ ڈی، ۷ /۱، ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

سوال: ماہرین کے مطابق ہم موجودہ ترقی یافتہ سائنسی دور میں دماغ کا محض 10 فیصد استعمال کرنے پر قادر ہو سکے ہیں باقی 90 فیصد انسانی صلاحیتیں آج بھی خوابیدہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان خوابیدہ صلاحیتوں کو کس طرح بیدار اور استعمال کیا جائے؟

(شاہد اقبال۔ کوئٹہ، مبشر حسین۔ فیصل آباد۔ نام تحریر نہیں کیا)

جواب: انسانی دماغ اور یادداشت پر کام کرنے والے ماہرین کہتے ہیں کہ اگر ہم 800 یادداشتیں فی سیکنڈ کے حساب سے اپنے دماغ میں ریکارڈ کرتے جائیں تو اس میں اتنی گنجائش ہے کہ ہم لگاتار بغیر کسی وقفہ کے 75 سال تک یادداشتیں ریکارڈ کر سکتے ہیں۔ اگر انسانی دماغ کی صلاحیتوں کے برابر کوئی کمپیوٹر بنایا جائے تو اس کا سائز ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ جس کی بلندی 1250 فٹ ہے، کے برابر ہے گا اور اسے چلانے کے لئے ایک ارب واٹ بجلی درکار ہو گی۔ اس لحاظ سے ماہرین کا کہنا ہے کہ ذہین ترین آدمی اپنی پوری زندگی میں 5 سے 10 فیصد دماغ کا استعمال کرتا ہے اور 90 فیصد دماغ استعمال کئے بغیر مر جاتا ہے۔ مشہور سائنسدان آئن اسٹائن جسے دنیا جینئس مانتی ہے اس کا دماغ لیبارٹری میں محفوظ ہے۔ بڑے بڑے محققین نے اس پر عمیق ریسرچ محض اس غرض سے کی ہے کہ وہ کسی طرح یہ جان لیں کہ آئن اسٹائن کی دماغی ساخت میں ایسی کون سی صلاحیت تھی جس نے اسے جینئس بنایا تھا۔ لیکن ابھی تک انہیں ایسی کوئی چیز نہیں مل سکی جو عام آدمی کے دماغ اور جینئس آدمی کے دماغ میں امتیاز پیدا کر سکے۔ محققین کا خیال ہے کہ شاید آئن اسٹائن کے دماغ میں Data Processing یعنی نتائج مرتب کرنے کی صلاحیت عام لوگوں سے زیادہ تھی۔ جب کہ دماغی ساخت میں کوئی فرق نہ تھا۔

آخری الہامی کتاب قرآن مجید سے ہمیں ان 90 فیصد خوابیدہ صلاحیتوں کا ادراک ہوتا ہے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ نے آدم سے فرمایا تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے دل چاہے خوش ہو کر کھاؤ۔

ترجمہ: "اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک خوش ہو کر کھاؤ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ ظالموں میں ہو جاؤ گے"۔ (سورہ البقرہ)

اللہ تعالیٰ کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے جنت میں آدم کو ہر طرح کی مکمل آزادی حاصل تھی کہ جہاں جانا چاہو جاؤ اور جو مرضی ہو کھاؤ۔ آدم کا دل چاہا سیب کھاؤں درخت سے سیب ٹوٹا اور سامنے رکھ دیا گیا۔ آدم جنت میں کتنے عرصے رہے اس کا کسی کو پتہ نہیں۔ اس عرصہ میں وہ نہایت خوش رہے۔ لیکن اس آزادی کے ساتھ جو پابندی تھی کہ فلاں درخت کے پاس نہ

جاؤ آدم سوا اس درخت کے پاس چلے گئے۔

جب آدم درخت کے قریب جا کر نافرمانی کے مرتکب ہوئے تو اس کے اندر دو دماغ پیدا ہو گئے۔ ایک دماغ وہ جو پابند حواس سے آزاد تھا اور دوسرا دماغ وہ جو پابند حواس میں قید ہو گیا۔ آدم کی نسل کا ہر فرد آدم ہے اور ہر آدم اسی غلطی کا مرتکب ہو کر اس عالم اسفل میں پیدا ہوتا ہے۔ فی زمانہ زیادہ تر لوگ اسی محدودیت کے دماغ کے زیر تسلط ہیں۔ اس میں نسیان کا عمل دخل ہے۔ شک وسوسہ اور نافرمانی شامل ہے۔ یعنی کائناتی علوم کی بے خبری سے انسان مصائب و مشکلات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ دن کے وقت اس دماغ کا بے دریغ استعمال ہوتا رہتا ہے اور وجدانی دماغ استعمال ہی نہیں ہوتا لہٰذا انسان کائنات کے حقیقی علم سے آراستہ صلاحیتوں سے بے بہرہ رہتا ہے اور جب یہ بھول چوک والا دماغ دن بھر کام کر کے تھک جاتا ہے تو بے سدھ و بے خبر ہو کر ایسا سوتا ہے کہ اسے وجدانی دماغ کی کارگزاریوں کی خبر نہیں ہوتی۔

اس کا آسان علاج یہ ہے کہ انسان اپنے وجدانی دماغ سے رابطہ رکھے۔ یہ دماغ خواب کی حالت میں بیدار ہوتا ہے۔ خواب کے حواس کی وضاحت پچھلے کالموں میں کر دی گئی ہے۔ انسان اپنے شعوری دماغ میں اتنی سکت پیدا کرے کہ وہ لاشعوری اور وجدانی دماغ کی کارگزاریوں سے واقف ہوتا رہے۔

☆☆☆

سوال: ہم پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ہیں اور ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست بھی شامل ہے کہ ہمیں سیدھے رستے پر چلا جس پر تیرے انعام یافتہ بندے چلے اور ایسے رستے پر نہ چلا جس پر تیرے مغضوب بندے چلے۔ جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو کیا اس کے بعد بھی وہ اللہ کے ناپسندیدہ رستے پر چل سکتا ہے اور اللہ سے دعا کرتا ہے کہ مجھے سیدھے رستے پر چلا، وہ کونسی چیز ہے جسے انعام کہا گیا ہے کیونکہ اگر وسائل کی روشنی میں دیکھیں تو ایسے لوگ زیادہ خوش حال نظر آتے ہیں جو اللہ کے احکام کی پیروی نہیں کرتے۔

(سارہ غیور۔ حیدر آباد، نام تحریر نہیں کیا)

جواب: روحانیت میں اس بات کی پوری طرح کوشش کی جاتی ہے کہ تصوف اور روحانیت کی راہوں میں چلنے والے مبتدی کے ذہن میں یہ بات واضح ہو جائے کہ زندگی کی بنیاد یا بساط ایک طرز فکر کے اوپر قائم ہے۔ اگر وہ طرز فکر ایسی ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور کرتی ہے تو اس کا نام شیطنت ہے اور وہ طرز فکر جو اللہ تعالیٰ سے بندے کو قریب کرتی ہے اس کا نام رحمت ہے۔ یعنی اس کائنات میں دو گروہ ہیں جن میں ایک گروہ انعام یافتہ ہے اور دوسرا گروہ باغی اور ناشکرا ہے۔ قرآن پاک کی تمام تعلیمات کا اگر خلاصہ بیان کیا جائے تو مختصر الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اس پوری کائنات میں دو طرزیں کام کر رہی ہیں ایک وہ طرز ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے پسندیدہ ہے اور دوسری طرز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ناپسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ طرزوں میں زندگی گزارنے والے دوست اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ ور ہیں۔

عام زندگی میں جب ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں، سرکش ہیں اور جن کی صفات میں شیطنت بھری ہوئی ہے وہ نعمتوں سے معمور خزانوں کے مالک ہیں۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو شیطانی طرزوں سے دور ہیں نعمتوں سے محروم ہیں۔ یہ ان نعمتوں کا تذکرہ ہے جس کو ہم دنیاوی زندگی کی آسائش کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ زندگی کی آسائش سے متعلق وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ طرزوں میں زندگی گزارتے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ طرز فکر سے ہم آہنگ ہیں دونوں شریک ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ذریت شیطان بھی کھانا کھاتی ہے، وہ بھی لباس پہنتی ہے، اس کے لئے بھی اچھے سے اچھا گھر موجود ہے اور جو لوگ ذریت ابلیس سے کوئی تعلق نہیں رکھتے

وہ بھی کھانا کھاتے ہیں، گھر میں رہتے ہیں، لباس پہنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی ضروریات بھی پوری کرتا ہے۔ جواہرات کے انبار سے ضروریات پورے ہونے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک آدمی کے پاس ایک کروڑ روپیہ موجود ہے تو وہ وہی روٹی کھائے گا دوسرے آدمی کے پاس اگر محل موجود ہے اور اس محل میں 50 کمرے ہیں تو سونے کے لئے اسے ایک چارپائی کی جگہ کی ضرورت پیش آتی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا نہ ہوگا کہ پچاس کمروں کا مالک کوئی بندہ جب سونے کے لئے لیٹے تو اس کا جسم اتنا دراز اور اتنا پھیل جائے کہ وہ دس چارپائیوں کی جگہ گھیر لے۔ سونے کے لئے اسے ایک ہی چارپائی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس یہی حال پوری زندگی کے اعمال و حرکات کا ہے۔

اس مختصر تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ دنیاوی طرز فکر میں ذریت ابلیس اور اس کے خلاف دوسرے لوگ مادی زندگی کے وسائل میں مشترک قدریں رکھتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ انعام کیا ہے کہ جس انعام کے مستحق وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ طرزوں میں زندگی گزارتے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ کہا ہے اور جن بندوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے دوست ہیں دوستوں کی تعریف یہ بیان فرماتے ہیں کہ جو بندہ ہمارا دوست بن جاتا ہے ہم اس کے اوپر سے خوف اور غم اٹھا لیتے ہیں۔ خوف اور غم جس آدمی کی زندگی سے نکل جاتا ہے تو خوشی اور سرور کے علاوہ کچھ نہیں رہتا۔ یہ وہ انعام ہے جو ہمیں ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتا یہ وہی انعام ہے جس سے محروم لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ ہماری ناپسندیدہ طرزوں میں زندگی گزارتے ہیں ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور ہم نے ان کے کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیے ہیں۔ ایسا بندہ جس کے دل پر کانوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے وہ اس دنیا میں سوچتا بھی ہے سنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ مہر اور آنکھوں پر پردہ ڈالنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ دنیاوی طور پر اندھا ہو گیا ہے یا اس کی عقل سلب ہو گئی ہے یا اس کے کانوں میں سیسہ ڈال دیا گیا ہے یا وہ بہرہ ہو گیا ہے۔

قلب پر مہر لگانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر سے ان صفات کو نکال لیا گیا ہے جن صفات سے آدمی اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے اس کی سماعت میں سے وہ صفت نکال لی گئی ہے جس کے ذریعے سے غیب کی آوازیں سنتا ہے فرشتوں سے ہمکلام ہوتا ہے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے اگر ان آنکھوں پر پردہ نہ پڑا ہوا ہو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار اقدس میں حاضر ہو کر کھلی آنکھوں سے حضور کی ذات اقدس کا مشاہدہ کر لیتا ہے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں اگر تفکر کیا جائے تو یہ کہے بغیر چارہ نہیں ہے کہ جن لوگوں کے قلب میں اتنی سکت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کر سکیں۔ ان کے اندر اتنی سکت نہیں کہ فرشتوں کی آواز سن سکیں۔ ان کی آنکھوں میں اتنی چمک نہیں ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کر سکیں۔ وہ سب لوگ ذریت ابلیس میں آتے ہیں۔ بات بہت زیادہ سخت ہے لیکن امر واقعہ یہی ہے کہ ارکان اسلام کی ماہیت اور حقیقت میں اگر فکر کیا جائے تو ہر رکن اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اس کا تعلق روحانی طرزوں، روحانی صفات اور روحانی صلاحیتوں سے ہے۔ اسلام میں بنیادی رکن حضور ﷺ پر ایمان لانا ہے۔ ایمان لانے کے بعد حضور کی رسالت کی شہادت دینا ہے لیکن دنیا کا کوئی قانون اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ بغیر دیکھے شہادت معتبر ہو سکتی ہے۔ کلمہ شہادت ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اگر انسان شیطنت سے آزاد ہو کر فی الواقع ایمان کے دائرے میں قدم رکھ دیتا ہے تو سیدنا حضور ﷺ اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں وہ برملا حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ قانون شہادت یہ ہے کہ شہادت بغیر دیکھے معتبر نہیں ہوتی۔ مسلمان ہونے کے بعد حق باتوں پر یقین ضروری ہے، جو ایمان کی شرائط میں داخل ہے ان میں پہلی بات غیب پر یقین ہے ہم غیب پر یقین رکھتے ہیں۔ قانون یہ ہے کہ جب تک کوئی بات مشاہدے میں نہیں آتی۔ یقین متزلزل رہتا ہے اس کے بعد ملائکہ کا

تذکرہ آتا ہے پھر ان کتابوں کا تذکرہ آتا ہے جو حضور ﷺ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئیں پھر یوم آخر کا تذکرہ آتا ہے یہ تمام تذکرے اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ انسان کے اندر کوئی ایسی آنکھ موجود ہے جو پردوں کے پیچھے دیکھتی ہے۔ انسان کے اندر ایسے کان موجود ہیں جو ماورائی آوازیں سن کر ان کے معانی اور مفہوم کو سمجھتے ہیں۔ ایسی آنکھیں موجود ہیں جو آنکھیں زمان و مکاں کی تمام حد بندیوں کو توڑ کر عرش پر اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتی ہیں۔ ایسا قلب موجود ہے جو محسوس کرتا ہے۔ قلب اللہ کا گھر ہے اور اس گھر میں مکین کو دیکھتا ہے۔

روحانیت اور تصوف سالکان طریقت کو اسی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ آدمی ظاہری حواس سے ہٹ کر ان حواس کا کھوج لگائے جن حواس میں لطافت ہے، نرمی ہے، رحمت ہے، محبت ہے، حلاوت ہے، نور ہے، روشنی ہے۔ جن حواس سے بندہ اپنے آقا رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں سرنگوں ہوتا ہے۔ جہاں تک دنیاوی زندگی گزارنے کے لئے مفروضہ حواس کا تعلق ہے ان حواس میں آدم، بکری اور کتا برابر کے شریک ہیں۔ کتا بھی عقل رکھتا ہے آدمی بھی عقل رکھتا ہے۔ بعض حالات میں کتا انسان سے زیادہ عقل مند ہے۔ دوسری بات جو زیر بحث آتی ہے وہ ساخت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس ساخت پر تخلیق کیا ہے وہ ساخت اس قسم کی ہے کہ اس ساخت کی وجہ سے وہ عقل سے زیادہ سے زیادہ کام لے سکتا ہے اگر بلی کی ساخت انسانوں کی طرح ہوتی اور جس طرح انسان دو پیروں پر چلتا ہے اسی طرح بلی بھی پیروں پر چلتی تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ بلی کار ڈرائیو نہ کر سکتی۔ دنیاوی عقل کا تعلق جہاں تک ہے اللہ کی سب مخلوق عقل رکھتی ہے جہاں تک عقل میں کمی بیشی کا تعلق ہے وہاں ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ آدمی بھی سب عقل مند نہیں ہوتے۔ ہزاروں لاکھوں میں چند دانش ور نکلتے ہیں اور اس دانش وری کے اندر غوطہ لگا کر جب کوئی گوہر نایاب تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہاں بھی بے عقلی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

انسان روزانہ ترقی کے نعرے لگاتا ہے روزانہ ایجادات کے لئے نئے فارمولے زیر بحث آتے ہیں کچھ دن ان فارمولوں کا چرچا رہتا ہے پھر خود ہی ان فارمولوں کی نفی ہو جاتی ہے۔ آج کا دانش ور جو کہتا ہے آنے والا کل کا دانش ور اسی بات کی نفی کر دیتا ہے جب کہ عقل سلیم یہ بات جانتی ہے کہ حقیقت میں تغیر و تبدل اور تعطل واقع نہیں ہوتا۔ حقیقت اپنی جگہ اٹل رہتی ہے اربوں کھربوں سال سے چاند چاند ہے، سورج سورج ہے، زمین زمین ہے۔ اربوں کھربوں سال سے چاند کی گردش کے جو فارمولے قدرت نے بنا دیئے ہیں ان میں کبھی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوگا۔

اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ جس بات میں تغیر، تبدل، تعطل واقع ہو سکتا ہے وہ حقیقی نہیں ہے اس کی بنیاد فکشن (FICTION) اور مفروضہ حواس پر ہے۔ تصوف اور روحانیت مفروضہ یا فکشن حواس کی نفی کر کے آدمی کو حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

مندرجہ ذیل خواتین و حضرات کے سوالات میں سے کئی کے جوابات گذشتہ شماروں میں شائع ہوچکے ہیں۔ بہت سے سوالات نامکمل یا غیر واضح ہیں۔ ایسے تمام حضرات و خواتین سے گزارش ہے کہ اپنے سوالات مکمل اور واضح الفاظ میں دوبارہ ارسال کیجئے اور براہِ مہربانی جوابی لفافہ ارسال نہ کریں کیونکہ روحانی سوال و جواب کے براہِ راست جوابات نہیں دیئے جاتے۔ جواد علی شیخ۔ قصور، وقاص مشتاق۔ گوجر خان، سلیم۔ سید نادر علی، صدیق، لیاقت کراچی، سید عمران حیدر شاہ۔ مانسرہ، محمد ظہیر۔ ضلع راولپنڈی، عمارہ امین، نازیہ کوثر۔ کوئٹہ، محمد طیب نعیم۔ ماڈل ٹاؤن لاہور، محمد عرفان۔ وہاڑی، راجہ سجاد علی راجپوت۔ نوابشاہ، ڈاکٹر عبدالرزاق میمن۔ جامشورو، عظیم خانزئی، سمیرا، محمد اشد خان۔

احتشام الحق

نعمان جعفری۔ ادب کی افادیت پر یقین رکھتے ہیں

کسی حساس ذہن پر جب معاشرتی رویوں، روایتوں اور اقدار یا قدرت کی بے شمار نشانیوں کا عکس پڑتا ہے تو شعر و افسانے میں ڈھل جاتا ہے۔ پاکستانی ادب رومان، شعور، حقیقت نگاری، واقعیت نگاری، باطن بینی، خود کلامی، تجرید، علامت، استعارہ اور تحیر سے مزین ہے۔ ایک ادیب اپنے قلم سے معاشرے میں بدصورتی کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنی تخلیق سے زندگی کے حسن میں اضافہ کر دیتا ہے۔ معاشرے، معاشرے کے تضادات اور معاشرے کے مسائل سے صرفِ نظر کر کے اس میدان میں طبع آزمائی ممکن نہیں۔ اس بھاگتی دوڑتی مشینی دنیا کے اندر جذباتی گھٹن اور اعصابی تناؤ بڑھتا جا رہا ہے۔ ایسے حالات میں شعر و ادب اس تناؤ اور گھٹن کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ "اردو ادب" کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زن کہنہ مشق اور جواں عزم ادیبوں اور شاعروں کا تعارف پیش کر رہا ہے۔

نعمان جعفری سے ملاقات ہوئی تو آنکھوں میں عزم، ہمت اور کچھ کر کے دکھانے کا جذبہ موجزن نظر آیا۔ اس جذبے سے ہم متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ہم نے نعمان سے ملاقات کا وقت لے لیا۔

نعمان کا تعلق اس نسل سے ہے جس نے قیام پاکستان کے بعد شعور کی آنکھیں کھولیں۔ نعمان کراچی میں پیدا ہوئے اور یہیں اپنی تعلیم مکمل کی آج کل ایک پرائیوٹ ادارے سے وابستہ ہیں۔

شعر و شاعری کا باقاعدہ آغاز 1990ء میں کیا۔ ان کا پہلا شعر یہ ہے ؎

زندگی کا بھی اب بھروسہ کیا
اپنے ہونے سے خوف کھاتے ہیں

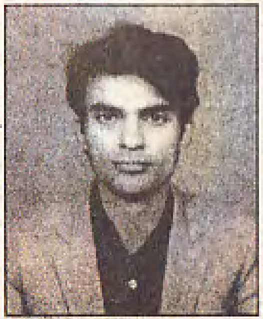

میر تقی میر پسندیدہ شاعر ہیں۔ نعمان کا شعری مجموعہ "رودلو" کے عنوان سے عنقریب منظر عام پر آنے والا ہے۔ ادب کے حوالے سے کہتے ہیں کہ "کسی بھی عہد کی سماجی و اخلاقی ترقی اس دور کے ادب سے معلوم کی جاسکتی ہے گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ادیب و شاعر جو کچھ بھی تخلیق کرتے ہیں اس سے معاشرے کی ترقی یا تنزلی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے ادب کی افادیت معاشرے کے لئے بہت اہم ہے"۔

جدید میڈیا نے ادب پر بھی اپنے گہرے اثرات نقش کئے ہیں۔ میڈیا کے ذریعے ادب کے فروغ اور ترویج کے کام میں مزید بہتری کی گنجائش موجود ہے۔ نعمان جعفری کا خیال ہے کہ جدید میڈیا پر ادیب و شاعر کو اس انداز میں متعارف کرانا چاہیے کہ معاشرے میں اس کے احترام میں اضافہ ہو۔

ہم نے موجودہ دور میں تخلیق کئے جانے والے ادب پر نعمان جعفری کی رائے دریافت کی تو کہنے لگے "موجودہ دور کا تجزیہ کیا جائے تو ادب کی صورتحال کچھ خاص بہتر محسوس نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ روز بروز بڑھتا ہوا معیار زندگی ہے جس کے حصول کے لئے ہر فرد دن رات معاش کی چکی میں مسلسل پستا چلا جا رہا ہے

اور اس کے پاس سکون کے چند لمحات بھی میسر نہیں ہیں کہ وہ معیاری ادب کا مطالعہ کر سکے یا معیاری ادب تخلیق ہو سکے...... بس جو کچھ ہو رہا ہے سب ایک مشینی عمل کی طرح ریڈی میڈ ہو رہا ہے۔ اور اس ریڈی میڈ ادب کے منفی اثرات بھی نمایاں ہو رہے ہیں۔ اب اس بھاگتی دوڑتی دنیا کو روکنا تو شاید ممکن نہ ہو لیکن اگر ذرائع ابلاغ ریڈی میڈ ادب اور حقیقی ادب کے درمیان امتیازی لکیر کھینچ دیں اور حقیقی ادب کو نمایاں کریں تو اس سے معاشرے میں پائے جانے والے ہیجان خیز رویوں کو بدلا جاسکتا ہے۔ ریڈی میڈ ادب کے پیچھے صرف اور صرف شہرت کی خواہش کار فرما ہوتی ہے۔ ادب کے میدان میں قدم رکھنے والوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وہ کچھ بھی کر لیں پاپ سنگرز جیسی شہرت شاید کبھی حاصل نہیں کر سکیں گے تو انہیں چاہئے کہ ایسی سعیٔ لاحاصل کے بجائے حقیقی ادب کی بنیاد رکھنے کی کوشش کریں یا ایسے لوگوں کو آگے آنے دیں جو حقیقی ادب سے آگہی رکھتے ہیں''۔

جب ہم نے تصوف میں دلچسپی کے حوالے سے نعمان جعفری سے سوال کیا تو مسکراتے ہوئے کہنے لگے ''تصوف میں دلچسپی تو بہت زیادہ ہے لیکن ابھی تک کسی رہنما سے محروم ہوں''۔ نعمان جعفری دوستوں کی محبتوں کو ہی اپنے لئے بہترین اعزاز و ایوارڈ سمجھتے ہیں۔ فنون، سیپ، منشور، ماہِ نو، روزنامہ جنگ، نوائے وقت، دنیائے ادب اور دیگر رسائل و جرائد میں نعمان کی غزلیں اکثر و بیشتر شائع ہوتی رہتی ہیں۔

نعمان جعفری روحانی ڈائجسٹ میں نوجوان تخلیق کاروں کی حوصلہ افزائی سے خاصے متاثر ہیں ان کا خیال ہے کہ اس طرح نوجوانوں کے اندر مثبت امکانات کو فروغ مل سکے گا۔

نعمان جعفری کی ایک غزل

اب تلک جستجو کسی کی ہے
خیر یہ بات تو خوشی کی ہے
جی بہلتا نہیں کھلونوں سے
کیا یہی عمر آگہی کی ہے
اپنا اپنا گمان ہے ورنہ
یاں حکومت ہی بے بسی کی ہے
بھر گیا آنکھ میں لہو پھر سے
اب علامت یہی خوشی کی ہے
کس نے جذبوں کو یاں پہ جھیلا ہے
کس نے یاں پہ سخنوری کی ہے
کون جانے کہ آپ اپنے سے
جان کر میں نے بے رخی کی ہے

خلیفہ مفتیٔ اعظم ہند، مولوی سید احمد علی رضوی چشتی خالقِ حقیقی سے جا ملے

سید اسد علی رضوی، حاجی سید فرقان علی رضوی، سید محمد عرفان علی رضوی اور سید آصف علی رضوی نے یہ غمناک اطلاع بھیجی ہے کہ اجمیر شریف میں خلیفہ مفتیٔ اعظم ہند، مولوی سید احمد علی رضوی چشتی 18 اکتوبر 2000ء بروز بدھ کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اناللہ و انا الیہ راجعون

مولوی صاحب کا وصال حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے ہوا اور تدفین آستانہ بمقام چار یار عقب شاہجہانی مسجد اجمیر میں ہی ہوئی۔ اس خبر سے رضوی، نوری اور حبیبی برادران کے علاوہ ان کے متوسلین میں غم کی لہر دوڑ گئی۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ مولوی سید احمد علی رضویؒ کے سانحہ ارتحال پر ان کے متعلقین اور متوسلین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ (آمین)

قارئین کرام سے بھی ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

جب عشق میں اپنی ہستی کا احساس مٹایا جاتا ہے
پھر جس کی تمنا ہوتی ہے ہر شئے میں وہ پایا جاتا ہے
اے راہِ محبت کے راہ رو، افسوس نہ کر ناکامی کا
منزل بھی مل ہی جاتی ہے جب خود کو مٹایا جاتا ہے
ہم لاکھ چھپائیں غم اپنا لیکن یہ کہاں تک ممکن ہے
صورت سے نمایاں ہوتا ہے جو غم بھی چھپایا جاتا ہے
جب نقشِ دوئی مٹ جاتا ہے وہ سامنے خود آجاتے ہیں
معراج محبت ہوتی ہے دیدار کرایا جاتا ہے
وہ جس پہ کرم فرماتے ہیں وہ جس پہ عنایت کرتے ہیں
دنیائے محبت کا اُس کو دستور بنایا جاتا ہے
اس بادۂ غم کے ساغر کی مجھ کو بھی تمنا ہے ساقی
جو بادۂ غم دیوانوں کی تقدیر بنایا جاتا ہے
اتنا ہی سمجھ میں آیا ہے دستورِ محبت اے محمودؔ
راضی برضا ہوجانے سے محبوب کو پایا جاتا ہے

(ڈاکٹر سہیل محمودؔ۔ ماڈل کالونی، کراچی)

جب بھی کوئی کتاب لکھوں گا
اپنے نادیدہ خواب لکھوں گا
نرم رنگین پھول لفظوں میں
تیرے خط کا جواب لکھوں گا
تیرے چہرے کی بات جب ہوگی
تیرے رُخ کو گلاب لکھوں گا
صبح ہوتے ہی لوحِ دل پہ میں
زندگی کے عذاب لکھوں گا
اس سراپا جمالؔ کو میں تو
گل کرن ماہتاب لکھوں گا

(سمیع جمالؔ۔ گلشن اقبال کراچی)

دوستوں سے اگر ملا کرنا
ان سے میرا نہ تذکرہ کرنا
حوصلے کی مثال بن جاؤ
ہر کے غم اس طرح اُٹھا کرنا
پھول تو زینتِ گلستاں ہیں
ان کو شاخوں سے مت جُدا کرنا
اپنی قسمت سنوارنے کے لئے
بے حسوں کا نہ آسرا کرنا
مُڑ کے مت دیکھنا گھروں کی طرف
راستے میں اگر ٹھہرا کرنا
زندگی یوں گزارنا یارو
دشمنوں کے بھی دل میں جگہ کرنا
عشق کرنا تو اس طرح دوستو!
جان دینے کا حوصلہ کرنا

(بشریٰ کنول۔ بلال ٹاؤن، نارتھ کراچی)

قندِ سخن

آپ کے پسندیدہ اشعار پر مشتمل خوبصورت سلسلہ

اس ماہ کا بہترین شعر

دنیا میں قتیل اس سا منافق نہیں دیکھا
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا
(مرسلہ: حرا ساجد۔ کراچی)

جس میں ہمت ہے وہ موسم کے ستم سہتا ہے
پتے جھڑ جاتے ہیں پر پیڑ کھڑا رہتا ہے
(مرسلہ: ایم اے عثمانی۔ کراچی)

میں سوچتا ہوں درد کے جذبات کیا لکھوں
بڑھنے لگی ہے تلخیٔ حالات کیا لکھوں
(مرسلہ: راجہ سجاد علی۔ نوابشاہ)

دکھ تو یہ ہے کہ اس نے ہی لُوٹا ہے ہم کو
جس کے لئے گھر بار لُٹایا جاسکتا تھا
(مرسلہ: صدی احمد اوکاڑوی۔ چھور کینٹ)

آگیا اس کا تصور تو پکارا ہے شوق
دل میں جم جائے الٰہی یہ خیال اچھا ہے
(مرسلہ: حنا تبسم نیناں۔ کورنگی، کراچی)

غم بانٹنے کی چیز نہیں پھر بھی دوستو!
ایک دوسرے کے حال سے واقف رہا کرو
(مرسلہ: عاصمہ رشید۔ اعظم ٹاؤن، کراچی)

اجاڑو مت کہ یہ لاکھوں زمانوں کا نتیجہ ہے
ہزاروں کروٹیں لے کے فلک نے کی زمیں پیدا
(مرسلہ: شگفتہ بشریٰ۔ نیو کراچی)

مٹی کی بات کرتا ہے کس اہتمام سے
سونے کی ریل پہ بیٹھ کے مرمر کا آدمی
(مرسلہ: تحسین فاطمہ۔ پی ای سی ایچ ایس، کراچی)

جیتے پھرتے تھے بر بزم انا کی خاطر
ورنہ حالات تو ایسے تھے کہ رویا کرتے
(مرسلہ: دُرِ شہوار۔ کراچی)

کیا قیامت ہے کہ اس دورِ ترقی میں جگر
آدمی سے آدمی کا حق ادا ہوتا نہیں
(مرسلہ: محمد ندیم۔ حجرہ شاہ مقیم)

نظر میں اس کی وسعت ہے آسمانوں کی
گو دیکھنے کو پرندہ شجر میں رہتا ہے
(مرسلہ: تنویر احمد باجوہ۔ محال کچھے)

جنہیں محسوس انسانوں کے رنج و غم نہیں ہوتے
وہ انساں بھی تو ہرگز پتھروں سے کم نہیں ہوتے
(مرسلہ: عقیل احمد خان۔ ملیر، کراچی)

اُڑوں کہاں کہ ہواؤں میں جال پھیلے
میں پَر سمیٹ کے بیٹھا ہوں آشیانے میں
(مرسلہ: سید ریحان علی۔ نوابشاہ)

دو چار نہیں مجھ کو فقط ایک بتادو
انسان جو اندر سے بھی باہر کی طرح ہو
(مرسلہ: حمیرا۔ کراچی)

ڈرتے نہیں کبھی وہ دشمن کی زیادتی سے
خدا پہ اپنے فقط اعتبار رکھتے ہیں
(مرسلہ: روبینہ علی اعوان۔ کراچی)

بلند رکھنا نگاہ اپنی خیال اپنا مزاج اپنا
نہ ڈگمگائیں قدم تمہارے کچھ اس طرح وقار رکھنا
(مرسلہ: کنول عارف۔ کراچی)

یہ عشق اپنا عقیدہ ہے ورنہ ہو کہ حرم
صنم جو نہ کرتے تو خدا خدا کرتے
(مرسلہ: منور حسین منور۔ محراب پور)

*

گوشۂ کتب

یوسفی

تبصرے کے لئے کتاب کی دو جلدیں ارسال کریں۔

سیرت پاک ﷺ کی خوشبو

مصنف: ڈاکٹر انعام الحق کوثر

ناشر: سیرت اکادمی۔ 272- O-A بلاک III سیٹلائٹ ٹاؤن کوئٹہ۔

صفحات: 164

قیمت: 100 روپے

سیرتِ طیبہ پر اردو زبان میں بے شمار کتابیں موجود ہیں ان میں سے موضوع کے اعتبار سے ہر ایک کتاب ہی قابلِ قدر اور اہمیت کی حامل ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ اسے ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے تحریر کیا ہے جو علم کے بحرِ ناپیدا کنار میں سے گوہر آبدار تلاش کرنے کے قائل ہیں۔ کتاب کے پیش لفظ میں بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے جہاں حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کو پیش کیا ہے تو وہاں وہ بڑے تعمیری انداز میں مباحث بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ بڑے اچھے فلسفیانہ انداز میں خیر اور شر کے محرکات پر بحث کرتے ہوئے اتباعِ رسول ﷺ کو نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں اور ان کے کردار و عمل اور پیکرِ مجسم ﷺ کو خیر اور سلامتی کا باعث ثابت کرتے ہیں ڈاکٹر صاحب سرکار دوعالم ﷺ کے ہر کردار اور طریق عمل کو بیان کرتے ہیں پھر ایک اچھے مورخ اور اچھے سوانح نگار یا سیرت نگار کی طرح نتائج بھی اخذ کرتے ہیں جو آج کی تحقیق پسند علمی دنیا میں بڑی افادیت کا باعث ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب عالم اسلام کو بالخصوص اور عالم انسانیت کو بالعموم امن و سلامتی کے لئے سیرت النبی ﷺ سے بہرہ ور ہونے کے لئے دعوت دے رہے ہیں"۔

کتاب کے موضوعات کی ترتیب بھی کتاب کی انفرادیت میں اضافہ کررہی ہے۔ کتابت و طباعت معیاری ہے۔

جویائے حق

مولف: سید اویس علی سہروردی

ناشر: ادارہ معارف سہروردیہ 35۔ رائل پارک لاہور۔

صفحات: 288

قیمت: درج نہیں

تذکرہ سیّد حضرت صوفی محمد نذیر غوری سہروردیؒ کے احوال، مقامات و ملفوظات پر مشتمل ہے۔ حضرت صوفی محمد نذیر غوری 1909ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مشن ہائی اسکول سیالکوٹ میں حاصل کی بعد ازاں جب آپ اپنے آبائی شہر لاہور منتقل ہوگئے تو یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ بچپن ہی سے میلانِ طبع درویشی کی جانب مائل تھا چنانچہ جب سن شعور کو پہنچے تو حضرت سید

ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ سے بیعت ہوگئے۔ حضرت قلندر علی سہروردیؒ سے آپ کو فیض پہنچا اور آپ ان کے خلیفہ خاص مقرر ہوئے۔ کتاب کی کتابت وطباعت بہت عمدہ ہے۔ سہروردیہ سلسلے کے معتقدین اور صوفیا کے حالات زندگی کے مطالعے کا ذوق رکھنے والے افراد کے لئے یہ کار آمد کتاب ہے۔

زیاراتِ مقدسہ

مصنف: افتخار احمد حافظ

ناشر: افتخار احمد حافظ۔ مکان نمبر 999/A-6، گلی نمبر 9، افشاں کالونی، راولپنڈی کینٹ

صفحات: 296

قیمت: 250روپے

اسی عنوان سے افتخار احمد حافظ کی ایک کتاب پہلے بھی شائع ہوچکی ہے جس میں شام، اردن، عراق، ترکی اور پاکستان میں مختلف انبیائے کرام، اولیاء عظام اور علماء و مشائخ کے مرقد، مزارات اور دیگر مذہبی مقامات کے بارے میں معلومات جمع کی گئی تھیں۔ زیر تبصرہ کتاب ایران، افغانستان اور پاکستان میں زیاراتِ مقدسہ کا سفر نامہ ہے۔

افتخار احمد حافظ کا قلب اولیاء اللہؒ کی محبت سے معمور ہے اور وہ اس محبت کے اظہار اور اولیا اللہؒ سے تعلق کو قائم کرنے کے لئے دور دراز سفر کرکے ان کے مرقد پر حاضری دیتے ہیں۔ اسی جذبے اور شوق کی بناء پر انہوں نے ایران اور افغانستان کا سفر کیا اور بہت سے اولیاء کرام اور بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دی۔ اس روداد کو انہوں نے سفر نامہ کی صورت میں قلمبند کیا ہے۔ چونکہ وہ تصنیف و تالیف کے میدان میں ابھی نووارد ہیں اس لئے ممکن ہے کہ آپ کو سفر نامے کی وہ چاشنی اس کتاب میں نہ مل سکے جو کسی مشاق ادیب کے ہاں مل سکتی ہے لیکن محبت کی ایسی خوشبو کو آپ ضرور محسوس کریں گے جو اللہ والوں سے تعلق کے باعث پیدا ہو جاتی ہے۔ کتاب کے آخر میں بہت سے مشاہیر اور رسائل وجرائد کے تبصرے بھی شامل کئے گئے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ کتاب کے سرورق پر جلد دوئم بھی تحریر کردیا جاتا۔

ہاؤس فل 2001

مصنف: م۔ س۔ ایمن

ناشر: ایمن پبلی کیشنز۔ فریئر آرکیڈ میز نائن فلور شاہراہ لیاقت۔ کراچی

صفحات: 144

قیمت: 111روپے

زیر تبصرہ کتاب میں اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نئی صدی یکم جنوری سن دوہزار سے شروع ہوچکی ہے۔ لہٰذا نیو ملینیم نائٹ یکم جنوری 2001ء میں منانا درست نہ ہوگا۔ مصنف کی یہ پہلی کاوش ہے اور بقول ان کے کسی اخبار کے لئے مضمون لکھنے کا آغاز کیا جو اس قدر طویل ہوگیا کہ کتابی مسودے کی صورت اختیار کرلی۔ ممکن ہے کہ کتاب کے مطالعے کے بعد ہمارے ہاں کچھ لوگ مصنف کے خیال سے متفق نہ ہوں لیکن انہوں نے اس قدر تحقیق اور تلاش کے بعد نہایت دلچسپ مثالوں، نقشوں اور چارٹ کے ذریعے اپنا موقف بیان کیا ہے کہ وہ بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

م س ایمن کا روحانی ڈائجسٹ سے تعلق دیرینہ ہے اور ان کے مضامین روحانی ڈائجسٹ کے پرانے شماروں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان جیسے افراد کی ہمارے معاشرے کو ضرورت ہے جو تقلید کے بجائے تحقیق کا مزاج رکھتے ہیں۔ کتاب کا پیش لفظ شان الحق حقی اور دیباچہ سید قاسم محمود نے تحریر کیا ہے۔ سرورق مصنف نے خود ڈیزائن کیا ہے جو ان کی ہمہ جہت صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

شوخی تحریر

مرتبہ: نعمان ظفر

موٹاپا

موٹے شخص کے پیٹ کے ساتھ دوسری چیزیں بھی پھول جاتی ہیں اور تو اور سانس بھی پھولا پھولا رہتا ہے لگتا ہے سانس لے نہیں رہا پمپ سے سانس بھر رہا ہے۔ گال اتنے موٹے اور ہونٹ اتنے سکڑ جاتے ہیں کہ جب نوالہ منہ میں ڈالتا ہے تو لگتا ہے دو جُڑے ہوئے سیبوں کے درمیان انجکشن لگایا جارہا ہے۔ بظاہر اچھی صحت کی وجہ سے موٹا آدمی خالی پیٹ بھی ہو تو اس کے پیٹ میں چوہے دوڑنے کا کسی کو پتا ہی نہیں چلتا ظاہر ہے نیاگرا آبشار کے شور میں بالٹی بھر پانی کے گرنے کا کیا شور ہوگا۔

(مہر او سحر کی کتاب "وارے نیارے" سے نائلہ مختیار کوہاٹ شہر کا تحفہ)

جنون لطیفہ

بڑا مبارک ہوتا ہے وہ دن جب کوئی نیا خانساماں گھر میں آئے اور اس سے بھی زیادہ مبارک وہ دن جب وہ چلا جائے! چونکہ ایسے مبارک دن سال میں کئی بار آتے ہیں اور تلخئ کام و دہن کی آزمائش کرکے گزر جاتے ہیں، اس لئے اطمینان کا سانس لینا، بقولِ شاعر، صرف دو ہی موقعوں پر نصیب ہوتا ہے۔

اک ترے آنے سے پہلے اک ترے جانے کے بعد

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ بدذائقہ کھانا پکانے کا ہنر صرف تعلیم یافتہ بیگمات کو آتا ہے لیکن ہم اعداد و شمار سے ثابت کرسکتے ہیں کہ پیشہ ور خانساماں اس فن میں کسی سے پیچھے نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ اُسے ہنسنا اور کھانا آتا ہے۔ اسی وجہ سے پچھلے سو برس سے یہ فن کوئی ترقی نہیں کرسکے۔ ایک دن ہم نے اپنے دوست مرزا عبدالودود بیگ سے شکایتاً کہا کہ اب وہ خانساماں جو ستر قسم کے پلاؤ پکا سکتے تھے، من حیث الجماعت رفتہ رفتہ ناپید ہوتے جارہے ہیں۔ جواب میں انہوں نے بالکل الٹی بات کہی۔

کہنے لگے "خانساماں والساماں غائب نہیں ہو رہے، بلکہ غائب ہو رہا ہے، وہ ستر قسم کے پلاؤ کھانے والا طبقہ جو بٹلر اور خانساماں رکھتا تھا اور اڑد کی دال بھی ڈنر جیکٹ پہن کر کھاتا تھا۔ اب اس وضعدار طبقے کے افراد باورچی نوکر رکھنے کے بجائے نکاح ثانی کرلیتے ہیں۔ اس لئے کہ گیا گزرا باورچی بھی روٹی کپڑا اور تنخواہ مانگتا ہے جبکہ منکوحہ فقط روٹی کپڑے پر ہی راضی ہو جاتی ہے۔ بلکہ اکثر وبیشتر کھانے اور پکانے کے برتن بھی ساتھ لاتی ہے"۔

(مشتاق احمد یوسفی کی کتاب "چراغ تلے" سے سید حفیظ احمد شاہ۔ ایبٹ آباد کی شوخی)

پھلوں کا بادشاہ

آم پھلوں کا بادشاہ ہے اس کے ایک قابلِ فخر عقیدت مند مرزا غالب تو اسے اپنے انداز میں کھاتے ہوں گے لیکن میس کی میز پر پہلے روز جب بے شمار چمچوں اور کانٹوں کے پہرے میں بادشاہ کی سواری آئی تو کیڈٹ کی حیرانی اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ٹپکی پڑتی تھی وہ پریشان تھا کہ آم کو کرسی پر بیٹھ کر چھری کانٹوں سے کیسے کھایا جائے۔ سب کی دیکھا دیکھی ایک آم اٹھا کر اپنی پلیٹ میں رکھ لیا اور اسے انگوٹھوں اور انگلیوں کی مدد سے پلپلا کرنے لگے یہ عمل صحیح نہیں تھا۔ ایک کیڈٹ نے شاید زیادہ تیزی دکھائی ان کا آم ذرا سی ٹھیس کا منتظر تھا کہ ایک سینئر آنکلے انہوں نے بڑی شائستگی سے آم کو حلال کرنے کا طریقہ بتایا پریکٹیکل کے لئے بدقسمتی سے پلپلا آم منتخب ہوگیا ابھی چھری کی نوک ہی لگی تھی کہ آم کے رس کا ایک فوارہ بلند

ہوا اور موصوف کا چہرہ لت پت کر گیا۔ ادھر میز پر بیٹھے ہوئے کیڈٹ بڑی مشکل سے ہنسی کا فوارہ ضبط کر رہے تھے۔ ان کے چہرے سرخ ہو گئے لیکن جب وہی سینئر اپنا چہرہ دھو کر واپس آئے تو ہمارے چہروں اور آم کے رس کی رنگت یکساں ہو گئی وہ دن پھلوں کے بادشاہ سے توہین آمیز سلوک کا آخری دن ثابت ہوا اور اس کے بعد آم کے چھلکوں کو بھی ڈرل کے مطابق حرکت دی جاتی تھی۔

(نائلہ مختیار، کوہاٹ شہر نے صولت رضا کی کتاب کاکولیات سے منتخب کر کے ارسال کیا)

استری پھیرنا

اپنے قد سے تقریباً دو فٹ نیچی میز منگاؤ۔ استری میں دہکتے ہوئے کوئلے ڈالو اور ہاتھ پھیر کر دیکھتی رہو جب ہاتھ پھیرنا مشکل ہو جائے تو سمجھو استری تیار ہے۔

اب استری کو کپڑے پر پھیرو۔ ساتھ ساتھ پانی کے چھینٹے دیتی جاؤ جب کپڑا ابھرا ہونا شروع ہو جائے تو سمجھ لو استری مکمل ہو گئی ہے دوسرا کپڑا پہلے والے استری شدہ کپڑے پر پھیلا کر یہ عمل کیا جا سکتا ہے جب ایک جانی پہچانی بھینی بھینی خوشبو کمرے میں پھیلنے لگے تو استری کرنا یک لخت بند کرو۔

(شفیق الرحمٰن کی کتاب "مزید حماقتیں" سے مہوش مبشر سیالکوٹ کی تبسم آمیز شوخی)

چین میں اردو

اعجاز بٹالوی نے دعویٰ کیا کہ اردو زبان چین میں عام سمجھی جاتی ہے بلکہ پنجابی بھی۔ اس کا انہوں نے ثبوت بھی دیا۔ وہ یوں کہ کھانے کا آرڈر بیرے کو اردو یا پنجابی میں دیتے تھے۔ فقط ضرورتاً کوئی لفظ اس میں انگریزی کا آجاتا تھا۔ جیسے ہم اپنی روز مرہ گفتگو کرتے ہیں مثلاً وہ بیرے سے کہتے "بریک فاسٹ لاؤ جس میں دو ہاف بوائلڈ ایگ ہوں بٹر ہو، ٹوسٹ ہو اور چائے کے ساتھ ملک بھی ہو"۔ آپ یقین نہیں مانیں گے۔ بیرا فوراً یہ چیزیں لے آتا کبھی غلطی نہ کرتا تھا۔ خود ہم نے بھی تجربہ کیا۔ بیرے سے کہا "سگریٹ لاؤ، ماچس بھی لاؤ" اور وہ دونوں چیزیں لے آیا۔ ایک بار ہم نے خالص جالندھری لہجے میں پنجابی میں بولا کہ "میاں بیرے ٹی لیاتے شوگر بھی لیاتے ملک بھی لیا" اس نے چائے، دودھ، شکر سب حاضر کر دیے۔ پیر حسام الدین راشدی نے ایک روز کھانے کی میز پر سندھی بولی۔ اس کے سمجھنے میں بیروں کو کوئی دقت نہ ہوئی انہوں نے اورنج مانگا اور واقعی تھوڑی دیر میں سائیں بیرا سنگترے کے رس کا ایک گلاس لے آیا۔ ہم سب نے حیرت کی۔

(ابن انشاء کے سفرنامے "چلتے ہو تو چین کو چلئے" سے سید عظمت علی۔ نیو کراچی کی خوشہ چینی)

ڈالر کے بندے

امامت میں سیاست ہے، سیاست میں یہ دھندے ہیں

وہی بکروں کی کھالیں ہیں، وہی مسجد کے چندے ہیں

سنا ہے آج کل "سنڈے" کی ہر "منڈی" میں رونق ہے

ہمارے "جمعے کے بازار" تو برسوں سے مندے ہیں

ملے موقع تو "بنیادوں" کو اپنی چھیل کے رکھ دیں

ابھی کچھ آستینوں میں چھپے ایسے بھی رندے ہیں

سیاہی کو ہماری "آبِ زم زم" دھو نہیں سکتا

کہ اپنا دل پراگندہ ہے، ہم فطرت کے گندے ہیں

قیامت تک عدالت اپنی فارغ ہو نہیں سکتی!

گناہوں کے دفاتر ہیں، جرائم کے پلندے ہیں

"رقیبِ روسیہ" جا کر ملا ہے پھر اسی مت سے

ہمارے حال پر پھر "یو این او" کے زہر خندے ہیں

وہ کافر ہے ابھی تک جنتِ کشمیر پر قابض!!!

ہمارے پاس کچھ "شملے" ہیں اور کچھ "تاشقندے" ہیں

اشارہ اس کا ملتے ہی چلے جاتے ہیں سجدے میں

طلسمِ سود کاری ہے، معیشت کے یہ پھندے ہیں

ہمارے دین و مذہب کو نہ پوچھو، مختصر لکھ دو

کہ آئی ایم ایف خدا ہے اور ہم ڈالر کے بندے ہیں

(شاعر: خان آصف۔ مرسلہ: رخسانہ نعیم۔ لاہور)

ہمارا جسمِ مثالی

ساتواں حصہ

ماوراء پر قدیم و جدید بے شمار ماہرین نے تحقیق کی ہے۔ اس طویل مضمون میں ہم مغرب و مشرق میں اس حوالے سے کی جانے والی تحقیق کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

عبید خان

6- جامنی روشنی :- مردوں کے جنسی امراض اور خواتین کے اندر رحم سے متعلق امراض کے لئے۔

7- گلابی روشنی :- مرگی دماغی دورے، ذہن اور حافظ کا ماؤف ہونا، ڈر اور خوف، عدم تحفظ کا احساس، زندگی سے متعلق منفی خیالات آنا، دنیا بیزاری سے نجات پانے کے لئے۔

اس طریقہ علاج میں رنگین مراقبہ، رنگین پانی اور رنگین روشنیوں سے براہ راست علاج کیا جاتا ہے۔

مغربی ممالک میں جب اس طریقہ علاج سے مختلف تجربات کئے گئے تو وہاں کے نتائج کچھ اس طرح سامنے آئے اور ان رنگوں کی یہ خاصیت انہیں محسوس ہوئی۔ جو درج ذیل ہیں۔

1- نیلا : ذہنی سکون، الہامی یا وجدانی فطرت اور ائی غلاف پر Trauma اور درد کے آرام کے لئے نہایت مفید اور موثر ہے۔

2- گہرا نیلا :- صدمے کی کیفیت کے لئے ٹھیک نہیں اس کے برعکس بے خوابی کی شکایت کے لئے موثر، ایک لہر شعاع کی صورت میں یہ اطلاع اور علم کے آنے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ روحانی شخصیات بلا تامل یہ رنگ ظاہر کرتی ہیں۔

3- آسمانی نیلا :- سیکھنے کے طریقہ کار سے متعلق، مثبت جذباتی صحت۔

4- فیروزی :- مخفی علم کے معاملات میں میسر نہ ہونے والی علمیت۔

(2) براؤن اور کالا :-

براؤن :- خود غرض اور گری ہوئی سوچ، رسولی Tumors اور کینسر کے امراض میں اوراء میں براؤن یا کالے رنگ نظر آتے ہیں۔

اس کے برعکس گہرا اور طاقتور براؤن زمین کے لئے عزت اور گہری کشش کا اظہار کرتا ہے۔

کالا :- رکاوٹ، بیماری، اندھیرے راستے، غیر متوقع وفات اور ڈپریشن۔

(3) ہرا Green :-

عام ہرا :- صحت کی بحالی، شخصیت کی نشوونما، امید، دستیابی، اظہار و انکشاف نئی زندگی و اصلاح (کینسر کے علاج میں ہرا رنگ استعمال کرتے وقت ضروری احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ عام طور پر یہ کینسر کے خلیوں میں اضافہ کر سکتا ہے بجائے صحت بخش ٹشوز کی نشوونما کے)

گدلا ہرا :- حسد، تنقیدی رائے بعض اوقات جھوٹ اور تصنع

Pastal green :- پرسکون آہستہ آہستہ ارتقاء

Sage green :- لچک اور برداشت

Emerald green:- نشوونما، رحمدلی، فلاح و بہبود، نیک دلی۔

Pine green:- اسٹریس اور تناؤ کو کم کرنے کے لئے بہترین۔

(4) سرمئی اور سفید :-

گرے **Gray**:- قوتِ برداشت کی کمی، تصورات کا فقدان، پابندی سے بھرا تعصب۔

سفید **white**:- محفوظ، سچ، خوبصورتی، صاف توانائی۔

(5)Metalics دھاتی رنگ :-

نقرئی **Silver**:- اُجلا کرنے والے، خالص، چاند کی صفات و فطرت بہت اچانک طور پر اہمیت کے حامل حالات و واقعات۔

سنہرا **Golden**:- سورج، مردانہ ذات کا، آگ اور توانائی، زیادہ تر **Spheric energy** اور لہروں میں پایا جاتا ہے۔ (صفائی کے لئے ایک بہترین اور ہمہ جہت کام کرنے والا رنگ، مرمت اور **Bandaging** کے لئے) حفاظت کے لئے اچھا رنگ۔

(6) اورنج **Orange**:- مضبوط مقاصد، فخر اور عظمت **Trauma** اور **Pain** کے لئے، اس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ یہ جسم اور ذہن کو بیلنس کرتا ہے تبدیلی حالت کی طرف اشارہ کرنے والا رنگ۔

Apricot:- تسکین بخش خصوصیات، یہ رنگ نفسیاتی طور پر وضع اور سلوک ترتیب دیتا ہے اور دوسری نقصان دہ توانائیوں کو بیلنس کرنے میں مدد دیتا ہے۔

چمکدار اورنج **(Bright Orange)**:- یہ تحریکات کا رنگ ہے۔ جان ڈالنے والا جوشیلا رنگ۔

براؤن اورنج **Brown Orange**:- زیریں چکروں میں اگر ہو تو آنتوں کی بیماری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اوراء **Aura** کے دوسرے حصوں میں یہ غنودگی، سستی اور دباؤ کے احساس کی نمائندگی کرتا ہے۔

ارغوانی **Purple**:-

عام ارغوانی :- نفسیاتی اور مخفی طاقتوں کا شعور، روحانی فطرت، تیسری آنکھ **(Third eye)** کے چکر میں پیدا کرنے کے لئے ایک تیز ارتعاش کا کردار ادا کرتا ہے۔

Violet:- خلیوں کی نشوونما کو کنٹرول کرتا ہے علاج و ادویات کے شفائی **Proccess** میں مدد دیتا ہے۔ بخار اور بدہضمی میں آسانی پیدا کرتا ہے۔

(8) سرخ **Red**:-

عام :- جسمانی، مادی فطرت کا مظاہر، لال رنگ توانائی میں اضافہ کرتا ہے لوبلڈ پریشر کو ختم کرتا ہے۔ اور دورانِ خون کے لئے بہتر ہے۔

گلابی **Pink**:- شفقت آمیز توانائی، غیر مشروط محبت اور پُرخلوص دوستی کا مظہر ہے۔

گہرا سرخ :- شدت کی علامت، جنون، عشق کی علامت

(9) پیلا **Yellow**:-

عام پیلا :- تخلیقات، شعوری افعال کی علامت، اس کے دھندلے اور بے رونق شیڈ بیماری کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

چمکدار پیلا **Bright yellow**:- یکسوئی، علم منطق کا مظہر۔

Mustard:- اس کی موجودگی چالاکی، پھرتی، مہارت اور ہنرمندی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

Pastel:- کسی شخص کے اوراء میں اس **Pastel** رنگ کا ہونا زبردست مناظرہ، مباحثہ اور دلیل جیسی خصوصیات پیدا کرتا ہے۔

اوراء کی شکل اور بناوٹ :-

یہ صلاحیت اشیاء شناسی کی صلاحیت کی طرح ہے۔ اوراء کی شکل و بناوٹ کو عام طور پر ہاتھ سے دیکھا یا محسوس کیا جاسکتا ہے۔ مگر بہت سے اشخاص خاص کر بہترین معالج کے لئے ہوسکتا ہے کہ بصری طور پر بھی اس کا اثر پڑے۔

ان مناسبت کے باہر اوراء کو کسی بھی لمحے محسوس کیا

جاسکتا ہے۔ جب آپ کسی بھی شخص سے بہت قریب ہوں اپنے حواس کو وسعت اور ترقی دینے کی کوشش کریں خاص کر جب آپ کسی پُرہجوم لفٹ میں سوار ہوں اور دیکھئے کہ آپ کیا **Feed back** حاصل کرتے ہیں۔

بہر حال تجربات اور مشاہدات سے اوراء کی بناوٹ اور شکل کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئیں اور اس کی خصوصیات کا جس طرح اندازہ لگایا گیا اور جو ٹھیک بھی ثابت ہوئیں، درج ذیل ہیں۔

1- ہموار **Smooth**:- یہ ساخت امن پسندی، نیک فطرت اور صحت کی طرف نشاندہی کرتی ہے۔

2- سخت **Hard**:- بند اور تنگ ذہن، گوشہ نشینی، رسولی، اعصاب میں اینٹھن کی دلیل۔

3- خارشی **Itchy**:- یہ بناوٹ نروس نیس، جھوٹ اور جلدی بیماریوں کی علامت ہے۔

4- گڑھے **Bumpy**:- اگر اوراء میں کسی جگہ ایسا **Shape** پایا جائے تو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ جگہ ممکنہ طور پر بیماری کی نشانی ہوسکتی ہے۔

5- نرم **Soft**:- یہ لچک، ہمدردی اور ممکن طور پر کمتر بناوٹ کی طرف اشارہ ہے۔

6- ساکن **Static**:- اوراء کا ساکن ہونا غیر ہم آہنگی غلط روابط اور رگوں یا نسوں **(Nerves)** کی باقاعدگی کی طرف اشارہ ہے۔

7- کھردرا **Rough**:- اضطراب، جنون، کیلشیم یا چکنائی کی زیادتی۔

8- سرد **Cold**:- اگر اوراء کی بناوٹ میں سردی ہے تو یقیناً یہ وہ جگہ ہے جہاں پر توانائی کی گردش ٹھیک طرح نہ ہو ایک تنہائی پسند شخصیت۔

9- **Hot**:- وہ ایریا جہاں جسم توانائی فوکس **Focus** کرتا ہو خاص کر **Vital Organs** کے قریب۔

10- بے ڈول **Bulging**:- درد اور ٹینشن کی جگہ جو حواسوں کو متاثر کرے یہ بیماری کے عیاں ہونے سے پہلے ہی ظاہر ہوسکتا ہے۔

11- دندانے دار **Jagged**:- اکثر غصہ اور شدید جذبات کی علامت ہے۔

12- لیس دار **Sticky**:- عدم تحفظ، ایمانداری کی کمی، چپکو فطرت، ذاتی صفائی کا مسئلہ، اس **Shape** کی صورت میں یہ اس بات کی نشاندہی ہے کہ اوراء میں لیک کا کام کرتا ہے۔

13- خاردار **Prickly**:- بے تکلفی کا خوف، وہ جگہ جہاں تنہا کردینے والا اور اندر تک سرائیت کرجانے والا درد ہو، اکثر مداخلت کرنے والی شخصیت۔

14- **Distinct Edges** واضح کنارے :- واضح اور باہر کی طرف کنارے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ شخصیت ایک مستحکم ارادہ کی اور محتاط شخصیت ہے اور اکثر ضدی ہونے کی دلیل بھی ہے۔

15- بھنور دار **Swirling**:- خاموش اور گہرے خیالات، اگر چکر کے پاس ہو تو کسی پرابلم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

آواز **Sound**:- وہ لوگ جو اوراء کو دیکھ نہیں سکتے یا محسوس نہیں کرسکتے اکثر وہ آواز جو وہ **Altered** حالت میں سنتے ہیں ایک نعم البدل کے طور پر اشارہ کرتی ہے۔ یہ وہ آواز یا غل ہے جو روحانی کانوں سے سُنی جاتی ہے۔ اسے ہم اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ جس طرح ایک بہرہ آدمی میوزک کو "محسوس" کرتا ہے۔ اور تکنیکی طور پر اس صلاحیت کو روشن سامع **Clairvoyance** کی اصطلاح سے جانا جاتا ہے۔

مختلف قسم کی اوراتی آوازیں مختلف خصوصیات کی نشاندہی کرتی ہیں۔ جو کچھ اس طرح سے ہیں۔

Rhythmic, Steady:- مستحکم، بیلنس، مناسب توجیہہ۔

شدید اور اونچی ساؤنڈ :- توانائی، منجمد حواس محسوسات، ہائی بلڈ پریشر، اکثر جسمانی یا جذباتی تشدد۔

گہری جھنجھناہٹ :۔ڈپریشن، توانائی کی کمی، اداسی۔
ہلکی گھنٹیاں Light bells :۔ذاتی اطمینان، صحت کی بحالی، خوشی، فرحت۔
سی سی (سانپ جیسی آواز)Hissing :۔ مشکوک، حسد، غلط نمائندگی، احساس کی ایسی گہرائی جو اسٹریس پیدا کردے۔
نغمگی(Melodic) :۔باطنی ہم آہنگی، چاق وچوبند، متناسب اور اسمارٹ اوراء
ساکن Static :۔اشارہ کو سمجھنے کی صلاحیت کی کمی، روابط کا فقدان، خود کو زندگی سے دور لے جانا۔
بُو Smells : حواس کی قطار میں اگلا حسی نقطہ بو یا Smell کا ہے ہر معالج کے پاس کوئی نہ کوئی حس بہت تیز ہوتی ہے جسے وہ بہت کامیابی سے استعمال کرتا ہے اور اسی طرح Smell ہے کہ بار بار انہیں اوراء کو پڑھنے اور سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ وہ لوگ جنہیں حقیقی طور پر یہ صلاحیت ودیعت کی گئی ہے وہ اس سطح کی متعدد معلومات کو سمجھ لیتے ہیں۔ اس طرح تجزیہ کے وقت ان کے پاس ایک نہایت مضبوط بنیاد موجود ہوتی ہے۔ اس لئے ہر معالج کے لئے یہ بات بہت کار آمد اور اچھی ہے کہ وہ اپنی تمام تر حسوں کو ترقی دیں جتنا کہ ذاتی طور پر اور جسمانی طور پر ممکن ہے۔ مختلف خوشبو کے حامل اوراء مختلف خصوصیات رکھتے ہیں۔
میٹھا، لیس دار :۔بے ایمانی، جوڑ توڑ، جسمانی طور پر اس بات کا اشارہ کرتی ہے کہ وہ شخص اپنے آپ میں زیادہ مگن ہے۔
برسات کی خوشبو :۔ مطمئن شخصیت جس میں اورائی توانائی بغیر رکاوٹ بہہ رہی ہو۔ اگر وہ صحت یاب ہو رہے ہوں تو اس Smell کا ہونا ایک بہترین سائن ہے۔
تیز و تلخ مہک :۔رکاوٹ، السر، اسٹریس، تلخ جذبات، اکثر طنز اور جلانے والا رویہ۔
ہلکی، پھولوں کی مہک :۔ اکثر و بیشتر پھولوں کی مہک اتنی واضح ہو جاتی ہے کہ پہچان لی جاتی ہے مثلاً اگر گلاب کی خوشبو ہو تو اس شخص کے محبت میں گرفتار ہونے کی طرف اشارہ ہے پھولوں کی مخصوص مہک یا عطر کی مہک اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ روح کی گہری اور مضبوط رہنمائی حاصل ہے۔ بہر حال اس مہک کا ہونا خوشی، اطمینان اور لبریزی کی علامت ہے۔
کچی شراب اور پھپھوندی کی مہک :۔ یہ Smell کینسر، شدید گردے کا انفیکشن اور متعدد مہک امراض کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ جسمانی وجود دوبارہ مٹی میں تبدیل ہو رہا ہے (ختم ہو رہا ہے) جہاں سے اس کی ابتداء ہوئی تھی۔
تیز مٹی کی مہک :۔ نشو و نما، نئی ابتداء، ماحول اور اعصابی صحت کے بارے میں اچھی آگاہی، وہ شخصیت جس کی بنیاد اچھی ہو، صحت کی بحالی کی طرف گامزن، قدیم معالجین کا یہ نظریہ تھا کہ اچھی وزرخیز مٹی بیماریوں کو ختم کر دیتی ہے۔
پھلوں کی مہک :۔ پھولوں کی طرح یہ بھی اپنی قسم کی طرح ہی ہے اور ہر حال میں، پھلوں کی مہک جذباتی اور جسمانی طور پر مثبت اشارہ دیتی ہے۔ اس بات کی علامت ہے کہ متوازن غذا، صحیح آرام اور بہترین جسمانی صلاحیت کی طرف اس شخصیت کی توجہ ہے۔

(جاری ہے)

ایک ہی لفافے میں......

تمام کرم فرما قارئین سے گزارش ہے کہ وہ داستان خیال، مشعلِ معرفت، روحانی ینگ رائٹرز کلب، حاصلِ مطالعہ، شوخی تحریر، قندِ سخن، قرینہ خیال، میرا پیغام ہے، جہاں نما، معلومات عامہ، اس ماہ کے بہترین مضامین اور روحانی سوال وجواب ایک ہی لفافہ میں ارسال کر سکتے ہیں لیکن ہر شعبہ کے لئے علیحدہ کاغذ لازماً استعمال کیجئے اور صفحہ کی ایک طرف لائن چھوڑ کر تحریر کریں اور لفافے پر "شعبہ مضامین" تحریر کر دیں۔ براہِ مہربانی روحانی ڈاک، محفلِ مراقبہ، ٹیلی پیتھی سیکھئے اور شعبہ سرکولیشن کے لئے خطوط علیحدہ لفافہ میں ارسال کیجئے۔ لفافہ پر متعلقہ شعبے کا نام لکھنا ہر گز نہ بھولیں۔

دمہ

دمہ یا سانس پھولنے کا مرض الرجی کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے۔
باقاعدہ علاج اور چند احتیاطی تدابیر سے اس مرض کو کنٹرول کرنا ممکن ہے۔

رضیہ سلطانہ

سانس کی تنگی و تکلیف کا مرض جسے دمہ کہتے ہیں بہت سی وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے۔ لیکن اس کی اکثر علامات الرجی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ دمہ کے مسائل و علاج پر بحث شروع کرنے سے پہلے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم الرجی کو اچھی طرح سے سمجھ لیں۔ الرجی کی وجوہات پر غور کرتے ہوئے یہ دیکھیں کہ کس چیز سے الرجی ہے پھر اس کا علاج کریں تو اکثر بیمار یہ خاریا دمہ کی علامات ختم ہو جاتی ہیں۔

الرجی کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی شے کی طرف دوسرے لوگوں کے مقابلے میں مختلف ردِ عمل کا مظاہرہ کرنے لگتا ہے۔ الرجی کا اطلاق صرف اسی شخص پر کرنا چاہئے جو کہ ایسی اشیاء کی جانب حساس ہو جاتا ہے جو دوسرے لوگوں کے لئے بالکل بے ضرر ہوتی ہیں۔ بعض افراد بہت حساس دماغ رکھتے ہیں چونکہ سوچ کا ذریعہ دماغ ہے اور تمام اعضاء دماغ سے کنٹرول ہوتے ہیں لہٰذا اگر کسی شخص کی سوچ بہت حساس ہو جاتی ہے تو اگر تیز ہوا بھی چلے تو اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ جلد پر کھجلی یا درد ہو رہا ہے اگر ہوا ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو گلا بند محسوس ہوتا ہے۔ وہم سے پیدا ہونے والی الرجی کے علاج میں دوائیں بہت کم مفید ثابت ہوتی ہیں۔

جولائی 1988ء میں لندن کے رائل کالج میں الرجی کے بارے میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کے منتظم اعلیٰ برٹش نیوٹریشن کے سائنس ڈائریکٹر رچرڈ تھے۔ کانفرنس میں جسم میں پیدا ہونے والی الرجی کے بارے میں بحث کی گئی اس میں بتایا گیا کہ "جب کسی شخص کے جسم میں قوت مدافعت کی استعداد کم ہو جاتی ہے تو وہ الرجی کا آسانی سے شکار ہو جاتا ہے"۔ اس کے علاوہ پروفیسر آف الرجی "ٹاک لی جم" جو الرجی سیل پر تحقیق کر رہے ہیں بتاتے ہیں "جسم میں خاص قسم کے سیلز ہوتے ہیں جب ان سیلوں میں خرابی پیدا ہوتی ہے تو سانس کی نالیاں متورم ہو جاتی ہیں جس کے نتیجے میں مریض خرخراہٹ کے ساتھ سانس لیتا ہے اور سانس لینے میں دشواری پیش آتی ہے"۔

دمہ کے مریضوں کو بہت سی غذاؤں سے بھی الرجی ہو سکتی ہے مثلاً ایسی غذائیں جو خون میں حدت پیدا کرتی ہیں یا ٹھنڈی اور بادی اشیاء وغیرہ۔ الرجی کے علاوہ بھی دمہ کے بہت سے اسباب ہیں دمہ کی ایک اہم وجہ قلبی دمہ بھی ہے۔ اس میں وہ مریض مبتلا ہوتے ہیں جن کے سینے میں کوئی پرانی بیماری پہلے سے چل رہی ہو اس دمہ کا شکار زیادہ تر عمر رسیدہ افراد ہوتے ہیں سانس کی تکالیف ان چیزوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جنہیں ہم اپنے اردگرد سے سانس کے راستے اندر لے جاتے ہیں مثلاً زردانے، ہوائی آلودگی یعنی پیٹرول کی بو، مٹی، گرد و غبار اور مخصوص بوئیں وغیرہ۔

دمہ عموماً چار اقسام کا ہوتا ہے :۔

1- بلغمی : سرد مزاج پھیپھڑے کے باعث بلغم زیادہ پیدا ہوتا ہے یا دماغ سے نزلہ گرتا ہے اور اس کی وجہ سے دمہ کا دورہ اٹھتا ہے۔

2- حاری : خفقان اور ضعفِ دل کے باعث حارات اوپر چڑھتے ہیں۔

3- ریاحی : بادی اشیاء کے استعمال سے اعضائے تنفس میں ریاح کا تجمع ہونا۔

4- استرخائی : اس قسم میں سینے کے عضلات ڈھیلے پڑ جاتے

ہیں۔

دمہ کیا ہے؟

بنیادی طور پر دمہ میں اچانک سانس پھولنے اور سانس سے سیٹی کی آوازیں سنائی دینے کی علامات دیکھی جاسکتی ہیں، سیٹی کی آواز عموماً سانس باہر نکالتے وقت سنائی دیتی ہے۔ مریض کو چھاتی جکڑی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور مریض کو کھانسی بھی آتی ہے مگر اس کے ساتھ بلغم بالکل نہیں آتا یا بہت کم آتا ہے اگر سینے میں کوئی اور انفیکشن بھی ہو تو بلغم زیادہ بھی آسکتا ہے۔ جو تھوڑا بہت بلغم آتا ہے وہ صاف ہوتا ہے عموماً سفید یا بے رنگ ہوتا ہے۔ دمہ کے متعلق سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ عارضی حالت ہوتی ہے۔ دمے کے دورے کے بعد مریض کی ہوا کی نالیاں پہلی حالت میں آجاتی ہیں اور مریض ایک بار پھر خود کو تندرست محسوس کرنے لگتا ہے۔

دمے کی ایک قسم تو وہ دمہ ہے جو کسی خاص چیز مثلاً زردانوں یا جانوروں کی کھال وغیرہ کی طرف حساسیت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے یہ دمہ "الرجک دمہ" کہلاتا ہے۔ جب کہ ایک قسم غیر الرجک دمہ کی ہوتی ہے اس میں کوئی قابلِ شناخت چیز دمہ کے دورے کی ذمہ دار نہیں ہوتی۔

الرجک دمہ :-

الرجک دمہ کی بڑی واضح علامات ہوتی ہیں۔ یہ چالیس سال کی عمر کے بعد کم ہی ہوتا ہے اور تقریباً ہمیشہ بچپن میں شروع ہوتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے بچہ ایک سال سے کم عمر کا ہوتا ہے اور ایگزیما کی بیماری کا شکار ہونے کے بعد الرجک دمہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ ابتدائی چند سالوں کے دوران بچہ زکام لگ جانے پر ہمیشہ پُر شور سانس لینا شروع کر دیتا ہے۔ اسے کروپ (Croop) بھی ہو سکتا ہے۔ کروپ سینے کا انفیکشن ہوتا ہے جس میں کھانسی کا دورہ پڑتا ہے اور کھانسی سے سیٹی کی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور سانس لینے میں مشکل پیش آتی ہے۔ پھر بچہ بظاہر اس بیماری سے نجات پا لیتا ہے مگر بعد ازاں اسے Hay fever بخار یہ بخار جیسی کوئی تکلیف ہو جاتی ہے یا اسے گھر کے کسی پالتو جانور سے الرجی ہو جاتی ہے اور جب بہار کا موسم آتا ہے جب کہ فضا میں زردانوں کی بھرمار ہوتی ہے تو اسے نہ صرف بخار یہ بخار ہو جاتا ہے جس میں اس کی ناک بہنا شروع ہو جاتی ہے چھینکیں آتی ہیں آنکھوں میں کھجلی ہوتی ہے بلکہ کھانسی بھی شروع ہو جاتی ہے اور سانس سے سیٹی کی آواز سنائی دینے لگتی ہے یہی دمہ ہے۔

غیر الرجک دمہ :-

غیر الرجک دمہ بچوں کے الرجک دمہ کے برعکس چالیس سال کی عمر کے بعد شروع ہوتا ہے۔ غیر الرجک دمے کے مریض کی ابتدائی علامات، الرجک دمہ کے مریض کی سی ہوتی ہیں۔ چالیس سال کے بعد دمے کا شکار ہونے والا مریض عموماً وہ بچہ ہوتا ہے جسے بچپن میں ہلکا دمہ اور نزلہ زکام ہوتا ہے اور جو بڑا ہونے کے بعد اس سے چھٹکارا پا لیتا ہے۔ لیکن اگر ہم اس کی زندگی کو مزید دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں اسے شدید زکام ہو جاتا ہے، کھانسی کی شکایت ہو جاتی ہے اور پھر اچانک ہی سانس پھولنے لگتی ہے اور سانس سے سیٹی کی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور دمہ عود کر آتا ہے غیر الرجک صرف ان لوگوں کو نہیں ہوتا جو کہ بچپن میں سانس کی تکلیف میں مبتلا رہے بلکہ او ھیڑ عمری میں اچانک کبھی بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً جب آپ سرد موسم میں بس کے پیچھے بھاگے ہوں، یا سرد کہر آلود دورات میں کہیں جا رہے ہوں یا کوئی جذباتی صدمہ پہنچے۔ اس دورے کے وقت آواز بہت تیز ہو جاتی ہے اور بعض لوگوں کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے انہیں دل کا دورہ پڑ رہا ہے۔ اس دورے پر بیٹھ کر اور تھوڑا سا آرام کر کے یا دوائی لے کر با آسانی قابو پایا جا سکتا ہے مگر ایسے دورے عموماً دوبارہ پڑتے ہیں۔ عموماً سرد مرطوب اور کہر آلود راتوں میں یا نزلہ زکام ہو جانے یا ورزش کرنے کے نتیجے میں دمے کے دورے پڑ سکتے ہیں یہ سلسلہ مریض کو عموماً بالکل ان فٹ نہیں کرتا مگر ایسا ہو بھی سکتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ

کو باقاعدہ دوا لینی پڑے گی۔ اس بات کا کچھ ثبوت موجود ہے کہ اس دمے میں وراثت کا کچھ عمل دخل ہے مگر ایسا الرجک دمے کی نسبت اس دمے میں بہت کم ہوتا ہے۔ تناؤ کا شکار شخص، پُرسکون مزاج رکھنے والے شخص کی نسبت اس بیماری کی طرف زیادہ رجحان رکھتا ہے۔ وہ لوگ جو سگریٹ نوشی کرتے ہیں اور جنہیں پرانابرانکائیٹس ہوتا ہے ان کا دمہ زیادہ بگڑ سکتا ہے۔

اگر کسی کو الرجی نہیں ہے تو بھی اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ پالتو جانوروں سے دور رہے، گرد و غبار سے بچے کیوں کہ یہ پھیپھڑوں کو مشتعل کر سکتا ہے۔ ایسے سرہانے جن میں پَر بھرے ہوں ان سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ ذیل میں دی گئی اشیاء سے بھی پرہیز لازم ہے کیوں کہ یہ بھی الرجی کا باعث ہو سکتی ہیں۔

1- تلے ہوئے کھانے
2- تازہ رنگ و روغن
3- خوشبویات
4- آگ سے اُٹھنے والا دھواں

ورزش :-

ورزش کرنے پر دمے کے مریضوں کا مرض اور بگڑ جاتا ہے۔ مثلاً کوئی بڑی بوڑھی آہستہ سے سیڑھیاں چڑھے یا تیز اس کا سانس پھول جاتا ہے اور اس میں سیٹی کی آواز آنے لگتی ہے۔ کوئی بھاری بھر کم شخص تھوڑی سی ورزش سے ہانپنا شروع کر سکتا ہے اور اسے دمے کی شکایت ہو جاتی ہے تاہم یہ بات ضعیف العمر اور زیادہ وزن والے لوگوں تک محدود نہیں ہے بلکہ کسی بھی عمر کے افراد اور بچے بھی ورزش کے بعد دمے کی علامات کا مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں۔ جب کہ بعض افراد سخت ورزشوں کے کئی گھنٹوں بعد دورے میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لیکن ان تمام وجوہات کے باوجود ورزش ایسے مریض کے لئے فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ ورزش سے پہلے اپنی دوائی ضرور کھا لینی چاہئے۔ سیر، دوڑ اور جوگنگ شروع میں کم اور آہستہ ہونی چاہئے جسے بتدریج زیادہ کیا جائے۔ باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت شروع کی گئی ورزش کا نتیجہ ایک خوش گوار اور زیادہ پُرسکون زندگی کی صورت میں نکلتا ہے۔ بہت سے مریضوں کا تجربہ ہے کہ باقاعدہ ورزش سے ان کا سانس کافی درست ہو گیا اور دمے کے دورے بھی مختصر اور کم شدید ہو گئے۔

غذا :-

باقاعدگی سے کھانا اور مناسب کھانا دو مختلف باتیں ہیں صرف صحیح خوراک ہی اچھی صحت کی ضامن ہو سکتی ہے اگر آپ متوازن غذا استعمال کر رہے ہیں جس میں کافی مقدار میں پروٹین، روغنیات، تازہ پھل اور سبزیاں شامل ہیں، بہت زیادہ شکر اور نشاستہ وزن میں اضافہ کرتے ہیں جو کہ دمے کے مریضوں کے لئے اچھا نہیں اضافی غذا کی ضرورت صرف حاملہ خواتین نوجوانوں اور بچوں کو ہونی چاہئے۔

ہدایات :-

آپ روز مرہ زندگی کو کئی طریقوں سے اس طرح ترتیب دے سکتے ہیں جس سے دمہ اور اس سے متعلق مسائل کم سے کم ہو جاتے ہیں ظاہر ہے کہ گرد و غبار والی جگہوں پر زیادہ وقت گزارنا نقصان دہ ہوتا ہے دمہ کے مریض کو صفائی ستھرائی اور جھاڑ پونچھ کے کاموں سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اسی طرح برف صاف کرنے، کیاریوں اور باغیچوں کی کاٹ چھانٹ سے بچنا چاہئے۔ اگر کہیں جھاڑو وغیرہ دی جا رہی ہو تو آپ کو چاہئے کہ وہاں سے جتنا زیادہ ہو سکے دور رہیں۔ دھواں آلود فضا سے بچیں، ہنگامی نوعیت کے کام مثلاً عین وقت پر گاڑی پکڑنے کے لئے نکلنے کی صورت میں خرچ ہونے والی جسمانی مشقت اور ذہنی دباؤ دمہ کے دورے کا باعث ہو سکتے ہیں۔ تیز ہواؤں والے اوقات میں سفر نہ کریں، اپنے روز مرہ کے کام سکون و آہستگی سے انجام دیں اور ایک سانس میں مسلسل کام کرنے سے گریز کریں کیونکہ اس سے بھی دمے کا دورہ پڑ سکتا ہے۔

آپ اپنے گھریلو اور کام کے ماحول کو زیادہ سے زیادہ صاف ستھرا اور ہوادار رکھیں۔

علاج :-

ڈاکٹری علاج میں دوائیں استعمال کرنے سے مرض کی مخصوص علامات کم ہوتی جاتی ہیں یہ مرض زیادہ تر حساسیت یعنی الرجی کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ حساسیت کو مناسب سوجھ بوجھ کے ساتھ کنٹرول یا ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے وٹامن طریقۂ علاج کی مدد بھی لینی چاہئے اس سے دمہ بہت جلد ختم ہوجاتا ہے۔

دمہ کے مریضوں کو علاج بذریعہ وٹامن یا علاج بالغذا کے ماہرین درج ذیل اضافی خوراکیں روزانہ استعمال کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

☆وٹامن بی ۶ (B 6) 100-50 ملی گرام (روزانہ)
☆السی کا تازہ تیل۔1 سے 2 چائے کے چمچے (روزانہ)
☆اخروٹ کا تیل 2 سے 4 چائے کے چمچے (روزانہ)
☆وٹامن سی کم از کم 500 ملی گرام (روزانہ)
☆جست (زنک) 10۔20 ملی گرام (روزانہ)
☆وٹامن ای کم از کم 600 یونٹ (روزانہ)
☆میگنیزئم۔ کم از کم 200 ملی گرام (روزانہ)

پرہیز :-

غذا میں کم سے کم شکر استعمال کریں، جبکہ حیوانی چکنائی، چربی، گھی، مکھن وغیرہ سے بچیں۔ موٹا آٹا، دلیہ اور سبزیاں زیادہ کھائیں۔ روزانہ پیدل چلنے کی ورزش کریں ان سے علامات کم ہوتی ہیں۔

بچوں کے لئے :-

☆السی کا تازہ تیل۔2 چائے کے چمچے (روزانہ)
☆مچھلی کا تیل۔1 چائے کا چمچہ (روزانہ)
☆میگنیزئم۔3 ملی گرام، جسم کے فی پونڈ وزن کے حساب سے (روزانہ)
☆کیلشیم 600 ملی گرام (روزانہ)
☆وٹامن ڈی 2 گرام (روزانہ)

☆وٹامن بی ۶ (B 6) کم از کم 200 ملی گرام (روزانہ)
☆وٹامن بی ۱۲ (B 12) 1 ملی گرام۔ دن میں دو مرتبہ چھ ہفتوں تک۔
☆کیلشیم کا استعمال، دودھ یا اس کی مصنوعات ترک کرنے کی صورت میں کرنا چاہئے۔

جن حضرات کو کوئی دوسری بیماری بھی ہو یا معدہ کمزور ہو تو وہ معالج کی ہدایت کے مطابق عمل کریں۔

یونانی علاج :-

غیر الرجک دمہ :-

☆برگ تلسی خشک 6 گرام، دمہ بوٹی 6 گرام، سپستاں 7 دانے، ان تینوں جڑی بوٹیوں کو پانی میں جوش دے کر ذرا سا شہد ملا کر صبح اور رات کو پئیں اگر یہ نہ ملیں تو "ریولین" ایک قرص ہمراہ لعوق سپستاں 12 گرام پانی میں گھول کر صبح اور رات کو پئیں۔

☆دمہ بوٹی 6 گرام، خولنجان 6 گرام، سپستاں 9 دانے، برگ تلسی 6 گرام سب کو پانی میں جوش دے کر چھان لیں۔ اس میں شہد 12 گرام ملا کر صبح و شام استعمال کریں۔

الرجک دمہ :-

☆ایک چائے کا چمچہ گیہوں کی بھوسی دودھ یا پانی میں جوش دے کر چھان لیں اس میں ذرا سا شہد ملا کر پی لیں۔

☆تخم میتھی 6 گرام، گل گاؤزبان 2 گرام، خولنجان 3 گرام، سپستاں 6 دانے ان کو پانی میں جوش دے کر چھان کر صبح اور رات کو سوتے وقت پئیں۔

روحانی علاج :-

یافارق	یافارق	یافارق
یافارق	یافارق	یافارق
یافارق	یافارق	یافارق

مندرجہ بالا نقش چینی کی پلیٹوں یا سونے کے پترے پر زردہ کے رنگ سے لکھیں اور پانی سے دھو کر دن میں تین مرتبہ پئیں۔ کھٹی اور ٹھنڈی چیزیں اس مرض میں نقصان دہ ہیں۔

قدرتی غذا و دوا کھجور

کھجور کو ایک مکمل غذا سمجھا جاتا ہے اور اس میں ہر اعتبار سے انسانی صحت و قوت کے لئے اجزا موجود ہوتے ہیں۔

نصر عباسی

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "کھجور جنت کا پھل ہے اس میں زہر سے شفایابی کی تاثیر ہے"۔ ایک دوسرے مقام پر حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ "جو کوئی کھجور (عجوہ) کے سات دانے کھائے گا اس دن اس پر کوئی زہر اثر نہ کرے گا"۔

کھجور کے اصل وطن خلیج فارس کے نواحی علاقے ایران، افریقہ، عرب اور عراق تصور کیے جاتے ہیں۔ محمد بن قاسم کی آمد کے بعد ہی کھجور برصغیر پاک و ہند میں مشہور ہوئی۔ برصغیر میں اس کی سات اقسام کا ذکر ملتا ہے۔ برنی، جادی، کلمہ، شلبی، عجوہ وغیرہ اس کی مشہور اقسام ہیں عرب ممالک میں بھی اس کی درجنوں اقسام معروف ہیں۔ جو رنگت ذائقہ اور حجم کی طرح تاثیر میں بھی منفرد ہیں۔

اہل عرب کے تمدن میں کھجور مہمان نوازی کا اس طرح حصہ رہی ہے جس طرح عصر حاضر میں چائے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں خاص طور پر کھجوریں دسترخوان کی زینت بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی مشرقی گھرانوں میں میٹھے پکوانوں میں اس کا استعمال خشک میوے کے طور پر عام ہے اس کو عربی میں تمر، فارسی میں خرما، انگریزی میں Date اور ہندی میں کھجور کہتے ہیں۔ کھجور کا نباتاتی نام "Phoenix Dactylif erea" رکھا گیا ہے۔ اور اس کا شمار نباتاتی خاندان Palmae میں ہوتا ہے۔ کھجور کو ایک مکمل غذا سمجھا جاتا ہے اور اس میں ہر اعتبار سے انسانی صحت و قوت کے لئے اجزا موجود ہوتے ہیں۔ طبی فوائد اس کے بہت ہیں۔ اس کے پتے، جڑ، پھول، بیج، گوند اور پھل دوا کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ کھجور کا مزاج گرم درجہ اول اور خشک درجہ اول ہے۔ پھل کا ذائقہ نہایت شیریں ہوتا ہے اور اس کو بطور دوا پانچ تا سات دانے بیج نکال کر استعمال کرتے ہیں اس کی اصلاح انار کے رس سے ہوجاتی ہے۔ کھجور دل کو فرحت بخشتی ہے، دل اعصاب اور دماغ کو قوت دیتی ہے، بلغم کو خارج کرتی ہے، ریاح کو توڑتی ہے اور ہاضم ہے اس کا گوند اسہال میں مفید ہے بدن کو فربہ کرتی ہے۔ کھجور دل کے زخم یا درد کے علاوہ خفقان، گرمی کے آشوب چشم میں بھی مفید ہے۔ کھجور ہر قسم کے ورم کو تحلیل کرتی ہے، کھجور کی جلی ہوئی گٹھلی بہتے ہوئے خون کو بند کردیتی ہے اور زخموں کو صاف کرتی ہے۔ جسم کو فربہ کرنے کے لئے کھجور خاص طور پر فائدہ مند ہے۔ چوں کہ بدن میں طاقت پیدا کرتی ہے اس لئے اس کے استعمال سے بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت پیدا ہوتی ہے۔ ان تمام خواص کے باعث یہ نہایت عمدہ غذا سمجھی جاتی ہے۔

کھجور کے طبی خواص:-

☆**ہڈیوں کی نشوونما:-** جسمانی نظام میں

جب کیلشیم اور فاسفورس کی کمی واقع ہو جاتی ہے تو اس سے ہڈیوں کے امراض مثلاً بچوں میں سوکھا پن اور بڑوں میں اوسٹیو ملیشیا رونما ہونے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ جس سے ہڈیاں پتلی ہو جاتی ہیں اور دانتوں میں سوراخ ہونے لگتے ہیں کھجور کے استعمال سے ہڈیوں میں خلیے کی نشوونما اور افزائش کو تحریک ملتی ہے اور دانت مضبوط ہوتے ہیں اور ہڈیوں کی درست نشوونما ہوتی ہے۔ نخلستانی باشندوں کے قوی ہیکل اور مضبوط جسم میں کھجور کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔

☆**خون کی کمی**:۔ وٹامنز اور فولاد کی مقدار کھجور میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ یہ اجزا خون میں بآسانی جذب ہو جاتے ہیں اور جسم میں خون کی افزائش کو تحریک دیتے ہیں۔ کھجور کے استعمال سے ہیموگلوبین کی مقدار اور سرخ خلیات کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ 1972ء میں کولمبیا کے مقام پر ایک کانفرنس میں ماہرین نے یہ بات تسلیم کی کہ کھجور واقعتاً خون پیدا کرنے کا ٹانک ہے۔ یہ خون کی کمی کو پورا کرنے میں موثر کردار ادا کرتی ہے۔ تحقیقی اعتبار سے کھجور کے استعمال سے کولیسٹرول کی مقدار خون میں متوازن رہتی ہے۔ خون کے اندر منجمد ذرات نہیں بننے پاتے اور کھجور میں موجود معدنی نمکیات جسم میں تیزابی مادوں کو بڑھنے نہیں دیتے اور ان میں توازن رکھتے ہیں اکثر خواتین میں حیض اور رضاعت کے دوران خون کی قلت کی شکایت ہو جاتی ہے اس وجہ سے یا کسی بھی دوسرے سبب جس کی وجہ سے خون کی کمی واقع ہو جائے کھجور کا استعمال اکسیری فوائد رکھتا ہے۔

☆**دل کے امراض**:۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے "کھجور (عجوہ) دل کے درد کے لئے مفید ہے"۔ حرکتِ قلب کو متوازن رکھنے میں معدنی نمکیات کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ جب خون میں کیلشیم کی مقدار میں کمی واقع ہوتی ہے تو خون کا بہاؤ اور بلڈ پریشر فوراً متاثر ہو جاتا ہے۔ اچھی قسم کی کھجور خصوصاً عجوہ کے سات دانوں میں 1200 ملی گرام کیلشیم ہوتا ہے جو ایک شخص کی روز مرہ جسمانی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ کھجور کے استعمال سے دل کی بیماریوں میں آرام آتا ہے اور دل کی بیماریوں سے بچاؤ بھی ممکن ہو جاتا ہے۔ دل کے عوارض کے باعث جو ٹرم Oe-dema واقع ہوتا ہے وہ کھجور کے استعمال سے رفع ہو جاتا ہے۔ اس کا رس مفرح قلب ہے اور خون کے دوران کو بھی کنٹرول میں رکھتا ہے۔

☆**اعصابی توانائی کے لئے**:۔ دماغ اور اعصاب کی کمزوری کے لئے کھجور بہترین ٹانک ہے۔ دماغی اور اعصابی کام کرنے والوں کے لئے یہ دوا کے طور پر استعمال ہو سکتی ہے۔ اس میں موجود معدنی نمکیات، لحمیات اور حیاتین اعصاب کو تقویت دیتے ہیں چنانچہ اعصابی امراض مثلاً رعشہ، لقوہ، فالج اور شدید امراض کے بعد کی کمزوری اور نقاہت میں کھجور کا استعمال بہت مفید ہوتا ہے، کھجور ایک بہترین مقوی دماغ ہے اس کے استعمال سے حافظہ قوی ترین ہو جاتا ہے اور دردِ سر میں بھی فائدہ ہے۔ کھجور کے استعمال سے حرام مغز کو تقویت ملتی ہے جس کے نتیجے میں جسم میں پھرتی پیدا ہوتی ہے۔

☆**نظام ہضم**:۔ لذیذ اور خوش ذائقہ ہونے کی وجہ سے لعابِ دہن کی پیدائش میں اضافہ کرتی ہے جو نشاستے کے اجزاء کو مالٹوز میں تبدیل کرتا ہے۔ کھجور دانتوں کو مضبوط کرتی ہے، پیاس کی شدت کو کم کرتی ہے، اس کی جڑ سے مسواک کرنے پر دانتوں کا درد دور ہو جاتا ہے۔ کھجور کے معدنی نمکیات معدے کی تیزابیت معتدل کرتے ہیں چنانچہ بدہضمی، سینے کی جلن اور دیگر عوامل میں جو تیزابیت کی زیادتی کے باعث رونما ہوتے ہیں فائدہ پہنچاتا ہے۔ اعصابِ معدہ پر مسکن تاثیر کے نتیجے میں قے، دردِ معدہ اور تناؤ کی شکایات دور ہو جاتی ہیں۔ اور ضعفِ اشتہا کو فائدہ ہوتا ہے۔

کھجور کے اجزاء آنتوں کی بلغمی جھلیوں پر اور غیر اختیاری عضلات پر بہت اچھا اثر ڈالتے ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر 147 پر ملاحظہ کیجئے

عابد بھٹی

مولی

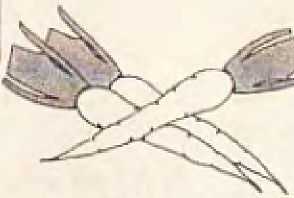

یہ خود تو دیر ہضم ہے مگر...... دوسری غذاؤں کو جلد ہضم کر دیتی ہے

مولی وہ پسندیدہ سبزی ہے جسے لوگ ذوق و شوق سے کھاتے ہیں یہ مخروطی شکل کی جڑ والی مشہور سبزی ہے جس کا زمینی حصہ سفید اور باہری حصہ سبز ہوتا ہے۔ مولی دنیا بھر میں دو قسم کی پائی جاتی ہیں سرخ اور سفید۔ پاکستان میں سفید مولی عام ملتی ہے۔ مولی کو پکا کر بطور سبزی بھی کھایا جاتا ہے اور بطور سلاد کچا بھی کھایا جاتا ہے۔ مولی سے نمک بھی تیار ہوتا ہے۔

مولی کا مزہ شاداب شوریت مائل اور تیز ہوتا ہے۔ مولی میں وٹامن اے، بی، سی اور ای کے ساتھ فاسفورس، کیلشیم اور فولاد بھی خاصی مقدار میں شامل ہوتے ہے۔ مولی ایک کثیر الاستعمال سبزی ہے جو مختلف علاقوں میں آب و ہوا کے لحاظ سے سائز میں چھوٹی، بڑی، موٹی اور پتلی ہوتی ہے۔ اس کی لمبائی ایک بالشت سے ایک ہاتھ تک ہوتی ہے بعض علاقوں میں یہ ایک گز لمبی تک بھی دیکھی گئی ہے۔ مولی وزن میں ایک چھٹانک سے ایک کلو تک جبکہ بنگال میں سولہ کلو وزنی مولی بھی پیدا ہوتی ہے۔ یوں تو مولی کی کاشت پہاڑی علاقوں میں پورا سال ہوتی ہے۔ لیکن عام طور پر سردیوں کی مولی کھانے اور ذائقے کے اعتبار سے بہترین سمجھی جاتی ہے۔ مولی کی پھلیاں مونگرے کہلاتی ہیں اور مولی کے بیج بھی طبی استعمال میں آتے ہیں۔ مولی غذا کے ساتھ ساتھ طب میں دوا کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے۔ حکیموں کا کہنا ہے کہ یہ خود تو دیر ہضم ہے مگر دوسری غذاؤں کو جلد ہضم کر دیتی ہے۔ اطباء اور حکماء حضرات نے اس کے کئی فوائد بیان کئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

☆ مولی، مونگرے یا مولی کے پتے 5 تولہ، کالی مصری 2 تولہ، بھوری مرچ 5 عدد، پانی کے ساتھ پیس کر چھان کر پلانے سے مسّوں کی خارش، جلن اور درد رفع کرتا ہے۔

☆ گردے، مثانہ کی پتھری کی صورت میں مولی بے حد مفید اور زود اثر ہے۔

☆ مولی کو باریک کاٹ کر نمک لگا کر کھائیں تو یہ بے حد لذیذ ہوتی ہے اور جگر کی خرابی میں بے حد مفید ہوتی ہے۔

☆ مولی کے پتوں کا پانی چینی ملا کر پئیں۔ یرقان کے لئے از حد مفید ہے۔ اسے کھانے کے بعد گڑ کھائیں تو مولی ہضم ہو جائے گی۔

☆ مولی کھانے سے تلی اور جگر کے امراض ختم ہو جاتے ہیں۔

☆ مولی کھانے سے جگر کے افعال درست ہو جاتے ہیں اور یہ یرقان اور خون کی کمی میں افاقہ کرتی ہے۔

☆ پتھری کے مریض نرم مولی کے پتے جس قدر کھا سکتے ہیں کھائیں تقریباً دس دن کے مسلسل استعمال سے پیشاب کے راستے پتھری خارج ہو سکتی ہے۔

☆ جگر کا کوئی بھی عارضہ ہو، رات کو مولی لے کر شبنم میں رکھ دیجئے اسے صبح اٹھ کر نہار منہ کھائیے۔ آپ تین ہفتے تک کھاتے رہیں جگر کے عارضہ سے نجات مل سکتی ہے۔

☆ مولی کھانے سے پیشاب کی بیماریاں درست ہو جاتی ہیں۔

☆ مولی کھانے سے آپ کی آنتوں کی حرکت تیز

ہو جائے گی اور قبض ختم ہو جائے گا۔

☆ مولی کو کالی مرچ لگا کر کھائیں مسوڑھوں کے امراض اور پائیوریا میں مفید ہے اور دانت بھی مضبوط ہوتے ہیں۔

☆ مولی کے پتوں کو پانی میں خوب گھوٹ کر پانی پینے سے شراب کا نشہ اُتر جاتا ہے۔

☆ مولی کھاتے رہنے سے پیشاب کی جلن یا پیشاب رک کر آنا یا کم آنا یہ شکایات ختم ہو جائیں گی۔

☆ مولی کے بیج لیموں کے رس میں پیس لیں اور درد کی جگہ لیپ کریں جلد ہی شفا حاصل ہو گی۔

☆ مولی کے بیج کو باریک پیس کر اس میں انڈے کی زردی ملا کر سر پر نیم گرم لیپ کریں تو سردی اور گرمی کی وجہ سے دماغ کے پردے متورم ہو جاتے ہیں اس کا یہ اکسیری علاج ہے۔

☆ مولی کے بیج پیس کر متاثرہ حصے پر لیپ کر کے اوپر گرم گرم ٹکور کریں تو لقوہ کے لئے مفید ہے۔

☆ دیسی اجوائن، نوشادر، نمک سیاہ، ہڑ، ہم وزن کوٹ پیس کر مولی کے پانی میں بھگو دیں جب پانی خشک ہو جائے تو سفوف تیار کریں اور کھانے کے بعد استعمال کریں۔ معدے کے امراض کا لاجواب نسخہ ہے۔

☆ مولی کا پانی شہد کے ساتھ ملا کر دن میں تقریباً چار مرتبہ دیں یرقان میں بے حد مفید ہے۔

☆ مولی کا پانی 3 کلو، قلمی شورہ، ریوند چینی اور اندر جو شیریں دس دس تولہ میں تمام اشیاء کو کوٹ پیس کر مولی کے پانی میں ملا کر ابالیں جب پانی ڈیڑھ کلو باقی رہ جائے تو اتار لیں اور چھان کر اس کے اندر دو کلو چینی ڈال کر شربت تیار کر لیں پانچ تولہ شربت دن میں چار بار پانی میں گھول کر پئیں۔ یرقان کے لئے مفید ہے۔

☆ تلی کے ورم میں مولی کو کوٹ کر اس میں نمک نوشادر پیس لیں اس کو مولی کے ساتھ لگا کر کھائیں۔

☆ مولی کو کاٹ کر سرکہ میں ڈال دیں دو تین ہفتے کے بعد مولی کے قتلے نکال کر دن میں دو تین بار کھلائیں۔ بڑھی ہوئی تلی کو نارمل حالت میں لانے کے لئے بہت اچھی دوا ہے۔

☆ بواسیر کے لئے ایک درمیانی مولی پتوں سمیت چار ٹکڑے کر کے شیشے کی ایک پلیٹ میں رات کو کھلے آسمان کے نیچے رکھ دیجئے صبح اس پر چینی چھڑک کر کھا لیجئے مسلسل تین چار ہفتوں تک کھایئے بواسیر کو آرام آئے گا۔

☆ ایک مولی کے قتلے کاٹ کر اس کے سبز پتوں پر ہلکا سا شہد لگا کر صبح و شام ناشتہ کیجئے اس سے گیس نہیں بنے گی اور موٹاپا دور ہو گا۔

☆ جسم پر سفید و سیاہ دھبے پڑ جائیں تو مولی کے بیج پیس کر دہی میں ملائیں اور اس کا لیپ کریں۔

☆ سفید دھبوں کے لئے مولی کے بیج جو کے سرکے میں پیس کر لیپ کریں، مسلسل استعمال سے فائدہ ہو گا۔

☆ مولی کے پتے سایہ میں خشک کر لیجئے اور کوئلوں میں ڈال کر دھونی دیجئے اس کے دھوئیں سے موذی کیڑے بچھو سانپ وغیرہ بھاگ جاتے ہیں۔

☆ مولیاں پیس کر پانی نکال کر بوتل میں محفوظ کر لیجئے سالہاسال کے لئے تریاق بن جائے گا۔ روئی کی پھریری سے تین چار بار کیڑے کے کاٹے پر لگائیں۔ ٹھنڈ پڑ جائے گی۔

☆ مولی کے بیج نصف تولہ گرم پانی سے کھلائیں، بند شدہ حیض جاری ہو جائے گا۔

☆ مولی کے بیج نصف تولہ روزانہ کھانے سے قوت باہ بڑھ جائے گی۔

☆ مولی کے بیج لیموں کے رس میں پیس کر داد کے مقام پر لیپ کریں داد کو آرام ہو گا۔

مولی کا اچار :-

مولی کا اچار کھانے سے تلی، بواسیر اور پیشاب کی تمام تکالیف دور ہو جاتی ہیں۔ یہ اچار مولی کے ٹکڑے کر کے مرتبان میں ڈال دیں نمک مرچ زیرہ ملا دیں اور

خالص سرکہ اتنا ملائیں کہ تمام مولی سرکہ میں ڈوب جائے۔ چند روز رکھے رہیں نہایت لذیذ اچار تیار ہو گا۔ یہ اچار پیٹ بڑھنے کھٹی ڈکاریں آنے بدہضمی کے لئے بہت مفید ہے۔

مولی کا جوہر :-

مولی کوٹ کر اس کا رس نکال لیں اسے نرم آگ پر پکائیں گاڑھا ہونے پر اُتار لیں پھر اسے دھوپ میں خشک ہو جانے کے بعد شیشی میں ڈال کر رکھیں اسے کھانے سے سخت ترین درد گردہ کو آرام آجائے گا مقدار دو ماشہ ہے۔

مولی کا نمک :-

بڑی پختہ مولیوں کو پتوں سمیت صاف کر کے کاٹ کر باریک پیس لیں خشک ہو جانے پر کڑھائی میں جلائیں راکھ ٹھنڈی ہو جانے پر پانی میں ملا کر خوب ہلائیں تین چار روز تک دن میں کئی دفعہ ہلانے سے راکھ کا تمام اثر پانی میں آجائے گا۔ چوتھے روز نتھرا ہوا پانی علیحدہ کر لیں اور نیچے کی راکھ پھینک دیں اب اس پانی کو آگ پر پکائیں جو بچ جائے وہ کھرچ کر شیشی میں بھر لیں اسے مولی کا نمک کہتے ہیں۔ اس کے کئی فوائد ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ مولی کا ایک ماشہ نمک ہر روز صبح چھاچھ کے ساتھ کھانے سے یرقان دور ہو جاتا ہے۔

☆ ایک ماشہ (ایک گرام) مولی کے نمک میں شہد ملا کر چٹانے سے دمہ سے آرام ملتا ہے۔

☆ آدھ ماشہ مولی کا نمک گرم پانی سے کھلائیں نزلہ زکام کو آرام ہو گا۔

☆ نمک مولی کھانڈ میں ملا کر نصف سے ایک ماشہ کھانے سے پرانی کھانسی کو آرام آجاتا ہے۔

☆ بدہضمی کے لئے ایک ماشہ نمک مولی گرم پانی کے ساتھ دیں۔

☆ پیشاب رک گیا ہو تو ٹھنڈے پانی سے یہ نمک کھاتے رہیں۔ درد گردہ، مثانہ کی پتھری کے لئے فائدہ مند ہے۔

بقیہ: قدرت کی غذا و دوا کھجور

اس لئے آنتوں کی رطوبت کی تراوش میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور غیر اختیاری عضلات کے تناؤ میں جس میں سوزش یا تشنجی کیفیت کے نتیجہ میں ڈھیلا پن پیدا ہو جاتا ہے اور پیچش اور اسہال کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا اس کے استعمال سے پیچش اور اسہال کی شکایات دور ہو جاتی ہیں اور درد قولنج کو فائدہ ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ "کھجور کے استعمال سے انسان قولنج کے مرض میں مبتلا نہیں ہوتا" قدرتی حیاتین کے ذریعہ سے آنتوں میں غذائی اجزاء کے انجذاب کی صلاحیت کو تقویت ملتی ہے اس لئے کھجور کا استعمال سنگرحنی کے مرض میں مفید ہے۔

اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ کھجور کے استعمال سے پیٹ کے کیڑے ختم ہو جاتے ہیں اور یہ بات مصدقہ ہے کہ مسلسل چالیس روز سات دانے کھجور استعمال کرنے سے پیٹ کے ہمہ اقسام کے کیڑے مر جاتے ہیں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "علی الصباح کھجور کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں"۔

☆ **جلد کے لئے :-** کھجور میں موجود پروٹین جلد کو تقویت دیتی ہے۔ رنگت کو صاف کر کے جلد میں چمک پیدا کرتی ہے اس لئے کھجور کا استعمال جسم کی خوب صورتی اور کشش میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔ اس کے بیج کا مرہم جلد کے زخم مندمل کرتا ہے۔ سوزش کو رفع کرتا ہے اور بواسیر میں مفید بتایا گیا ہے۔ مرض جذام میں اس کا استعمال کرایا جاتا ہے۔

☆ **کھجور بطور چائے :-** ابلتے ہوئے پانی میں پانچ دانے کھجور اور تھوڑی سی پتی ڈال دیں جب چائے تیار ہو جائے تو حسب ضرورت چینی شامل کر کے استعمال کریں یہ چائے دماغی کمزوری کے لئے اور جسم کو گرم رکھنے میں بہت مفید ہوتی ہے۔

شرجیل بٹ

اخروٹ

دماغی کمزوری کی دواؤں میں اخروٹ کے استعمال کو اکسیر سمجھا جاتا ہے

پاکستان کے پہاڑی علاقوں میں اخروٹ کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔یہ ایک مشہور میوہ ہے۔پاکستان میں افغانستان سے بھی اخروٹ آتا ہے۔ اخروٹ کا اوپری چھلکا بہت سخت ہوتا ہے اور اس کے اندر خانے بنے ہوتے ہیں جن میں سفید رنگ کا مغز ہوتا ہے جسے کھایا جاتا ہے۔ اخروٹ گرم ہوتا ہے اور سردیوں میں اس کا استعمال بہت مفید ہوتا ہے یہ جسم کو گرم رکھتا ہے۔ اسے دماغی امراض میں استعمال کرلیا جاتا ہے اور دماغی امراض کی دواؤں میں اس کا شمار اکسیر سمجھا جاتا ہے۔ اخروٹ کا تازہ چھلکا دانتوں پر ملنے سے مسوڑھے اور دانت مضبوط ہوجاتے ہیں اسے دنداسہ کہتے ہیں۔ سردی کی کھانسی یا دماغی نزلے میں اخروٹ کا استعمال بہت مفید ہوتا ہے۔ اخروٹ غذائیت سے بھرپور میوہ ہے۔ معدے کی سردی کے لیے مغز اخروٹ شہد کے ہمراہ کھانا مفید ہے اس سے معدے کی سردی دور ہوجاتی ہے۔ یہ آتشک کو دور کرتا ہے۔ اخروٹ کا استعمال عموماً معجونوں اور کشتہ جات میں ہوتا ہے۔ اس میں روغن اور پروٹین کی مقدار چونکہ زیادہ ہوتی ہے اس لیے یہ چربی پیدا کرتا ہے۔ اخروٹ کا استعمال مختلف صورتوں میں کیا جاتا ہے۔

☆ قبض اور بدہضمی کے لئے بھی اخروٹ کا استعمال کراتے ہیں۔

☆ دُبلے پتلے افراد اگر مصری کے ساتھ اخروٹ کا استعمال کریں تو وہ بہت جلد موٹے ہوجاتے ہیں۔

☆ اخروٹ کو پانی میں ابال کر غرارے کرنے سے منہ اور معدہ کے ورم میں آرام آجاتا ہے۔

☆ اخروٹ کے مغز کو تھوڑا سا کڑاہی میں بھون کر کھایا جائے تو دوسرے فائدوں کے ساتھ ساتھ سرد کھانسی کو بہت فائدہ دیتا ہے۔

☆ سردیوں کے دنوں میں اخروٹ کے ساتھ بادام، کشمش یا منقی کھاتے رہنے سے انسان کا جسم، دل اور دماغ طاقتور ہوجاتا ہے اور متواتر استعمال سے وزن بڑھتا ہے۔

☆ اخروٹ کے تیل کی مالش سے لقوہ وفالج کے مریضوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔

☆ جسم سے زہر کا اثر ختم کرنے کے لیے اخروٹ کو انجیر کے ساتھ کھاتے ہیں۔

☆ اخروٹ کو سرکہ میں بھگو کر رکھیں جب نرم ہوجائے تو استعمال کریں یہ معدہ کو مضبوط بناتا ہے اور جسم کو قوت فراہم کرتا ہے۔

☆ اگر اخروٹ کو پیس کر ناف پر لیپ کریں تو پیچش اور مروڑ کو آرام آجاتا ہے۔

☆ دماغی، جسمانی اور اعصابی صحت کے لیے ایک صاف مرتبان میں اخروٹ کی گریاں شہد میں ڈال کر ڈیڑھ مہینہ کے لیے رکھ دیں اور پھر روزانہ 20 سے 25 گرام یہ گریاں اور شہد خوب چبا چبا کر کھائیں۔ بہت فائدہ مند ہے اور گردے کے درد میں بھی آرام دیتا ہے۔

احتیاطیں :۔ اخروٹ اگر زیادہ مقدار میں کھایا جائے تو یہ منہ پکا دیتا ہے۔ کمزور معدے والے حضرات ضرورت سے زائد استعمال نہ کریں۔ اس کے زیادہ استعمال سے منہ میں چھالے پڑجاتے ہیں، حلق میں خراشیں ہونے لگتی ہیں بال اڑنے لگتے ہیں اور جسم میں کولیسٹرول بھی بڑھ جاتا ہے۔

خواتین خانہ کا پسندیدہ کالم

مرتبہ: فرحت صدیقی

دسترخوان

آپ بھی آزمودہ اور لذیذ ڈشز کی تراکیب اور کچن کے لئے کارآمد ٹوٹکے ارسال کرسکتی ہیں

سافٹ سینڈوچز

اشیاء : چکن، ایک کلو (2 چوزے)، کارن فلور ایک کھانے کا چمچہ، مسٹرڈ پاؤڈر آدھا چائے کا چمچہ، نمک اور سیاہ مرچ آدھا چائے کا چمچہ، میونیز، چار کھانے کے چمچے بھرے ہوئے۔

ترکیب : مرغی کا گوشت پانی میں ڈال کر ابال لیں اور گلنے کے بعد جو یخنی / سوپ ہو اس کو مزید پکا کر ایک کپ رہنے دیں۔ یخنی / سوپ میں کارن فلور ایک کھانے کے چمچے کو پانی میں گھول کر ملائیں اور پکا کر گاڑھا کرلیں پھر ٹھنڈا کر کے اس میں ریشے والا گوشت، نمک، سیاہ مرچ، مسٹرڈ اور میونیز ملا دیں۔ ڈبل روٹی کے سلائس کے سخت کنارے چھری سے کاٹ لیں۔ کھانے کا چمچہ میونیز چکن مرکب کا بھر کر سلائس پر پھیلا دیں اور دوسرا سلائس اوپر رکھ دیں اس طرح تمام سینڈوچز تیار کر کے ہلکے گیلے نیپکن میں لپیٹ کر بند ڈبے میں رکھ دیں۔ یہ مزیدار سینڈوچز آپ بچوں کے اسکول لنچ کے لئے بھی تیار کرسکتی ہیں اور شام کی چائے کے ساتھ بھی پیش کئے جاسکتے ہیں۔

کٹلس گارڈن

اشیاء : قیمہ ایک پاؤ، آلو ایک پاؤ، بیسن آدھا کلو، نمک، پسی ہوئی مرچ، ہری مرچ 4 عدد، سفید زیرہ ایک کھانے کا چمچہ، ہرا دھنیہ، ثابت دھنیہ ایک چائے کا چمچہ، انار دانہ ایک ٹی اسپون، اجوائن چٹکی بھر پیاز درمیانہ سائز ایک عدد، گھی۔

ترکیب : سب سے پہلے قیمہ جو کہ مشین کا باریک ہو دھو کر تمام پانی اچھی طرح نکال دیں۔ اب گھی میں قیمہ ڈال کر تھوڑا نمک تھوڑی پسی مرچ تھوڑا سا سفید زیرہ، ڈال کر خوب بھون لیں۔ اب آلو ابال کر باریک ملیدہ سا بنالیں اور قیمہ اور آلو کو آپس میں مکس کردیں۔ ہری مرچ دھنیہ اور بقیہ پیاز آدھی باریک کاٹ کر ملادیں۔ اب اس آمیزے کی گول گول سی گولیاں بنالیں۔ اب ادھر بیسن کو گھول لیں اور اس میں نمک مرچ، دھنیہ، اجوائن، انار دانہ، بقیہ سفید زیرہ، سب ڈال کر خوب اچھی طرح مکس کرلیں اور آلو اور قیمہ کی گولی کو بیسن میں لپیٹ کر گھی میں تل لیں۔ سلاد، ٹماٹو کیچپ کے ساتھ نوش فرمائیں۔ افطاری کی دیگر اشیاء میں سب سے زیادہ پسند کیا جائے گا۔

❄ ❄ ❄ ❄

مچھلی یا گوشت کے پکوڑے

اشیاء : مچھلی سول یا رو ہو۔ تازہ، ایک کلو، گرم مصالحہ (سب ملا کر) ایک تولہ، لہسن 12 جوئے، بیسن 1 پاؤ، سرخ مرچ، نمک، حسب ضرورت، سفید زیرہ، سوکھا دھنیا، دونوں ملا کر چوتھائی چھٹانک، انار دانہ، حسب ذائقہ۔

ترکیب : مچھلی کے باریک قتلے کاٹ کر نمک لگا کر رکھ دیں۔ آدھے گھنٹے کے بعد لہسن یا آٹا لگا کر خوب اچھی طرح دھولیں۔ اب ایک کھلے منہ کی دیگچی میں بہت سا پانی ڈال کر ابال لیں اس کے اوپر ململ کا کپڑا باندھ دیں۔ کپڑے پر مچھلی بچھا دیں اور بھاپ میں 5 منٹ تک پڑا رہنے دیں پھر اس میں سے کانٹے نکال لیں اب سب مسالہ انار دانہ، دھنیا لہسن

باریک پیس کر مچھلی کے ٹکڑوں کو لگادیں اور بیسن گھول کر نمک مرچ ڈال کر آدھا گھنٹہ رکھا رہنے دیں۔ اب حسب پسند بڑے یا چھوٹے ٹکڑے بیسن میں ڈبو کر فرائی کریں بہت مزیدار پکوڑے ہوں گے۔

گوشت کے پکوڑے: گوشت بغیر ہڈی کا آدھا کلو

ترکیب: اس کے بہت چھوٹے ٹکڑے کرلیں اور صرف نمک اور لہسن ڈال کر ابالیں جب گوشت گل جائے تو اتار کر پسا ہوا مسالہ اس پر لگادیں۔ اور آدھ گھنٹہ کے لیے رکھ دیں۔ پھر لہسن لگا کر تل لیں۔ لہسن مرچ اور پودینے کی چٹنی کے ساتھ افطاری میں پیش کریں۔

(مرسلہ: نگہت میمونہ سحر۔ گوجرانوالہ)

آلو بڑے

اشیاء: 2 کپ بیسن، آدھا کلو آلو، نمک حسب ذائقہ، پودینہ کٹا ہوا، ہرا دھنیہ، ہری مرچ 6تا8 عدد، لیموں کا عرق 2 ٹیبل، لال مرچ ایک ٹی اسپون، زیرہ بھون کر ایک ٹی اسپون، پسی ہوئی ہلدی آدھی ٹی اسپون، ویکنگ سوڈا چوتھائی پیالی۔

ترکیب: آلو ابلے ہوئے بھرتا بنالیں حسب ذائقہ نمک ڈالیں پودینہ کٹا ہوا ہرا دھنیہ، ہری مرچیں لیموں کا عرق، اگر آپ لیموں کی جگہ سرکہ یا انار دانہ ڈالنا چاہیں تو ڈال سکتے ہیں ان تمام چیزوں کو مکس کرلیں اور گول گول بال کی طرح بنالیں۔ اس کے بعد بیسن میں نمک لال مرچ ایک ٹی اسپون زیرہ بھون کر پسی ہوئی ہلدی آدھی ٹی اسپون۔ پانی ویکنگ سوڈا مکس کریں اور گاڑھا گاڑھا محلول بنالیں۔ پھر بال کو بیسن کا لیپ جو آپ نے تیار کیا ہوا ہے میں لیپ کر کے ہلکے ہاتھ سے تیل میں تل لیں لائٹ براؤن ہونے پر نکال کر چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

چٹنی بنانے کے لئے: 1 پیالی پودینہ، 1 پیالی دھنیہ، حسب ذائقہ نمک، زیرہ 1 چمچ بھنا ہوا۔ 5 سے 6 دانے لہسن، ہری مرچیں، 4 عدد لیموں کا جوس 2 سے 4 چمچ اب ان سب چیزوں کو گرائینڈ کرلیں، چٹنی تیار ہے۔

چٹنی کے ساتھ افطار میں نوش جان کرلیں۔

(مرسلہ: صبا انصاری۔ کراچی)

کچن ٹپس

کاجل کا داغ دور کرنا: اگر کپڑے پر کاجل کا داغ لگ جائے تو نمک کے ساتھ خوب رگڑیں پھر نیم گرم پانی سے دھولیں۔ داغ صاف ہو جائے گا۔

ہاتھوں کی خشک جلد کے لئے: برتن یا کپڑے دھونے سے ہاتھوں کی جلد خراب یا خشک ہو جاتی ہے اس کے لئے خالص سرسوں کا تیل لے کر اس میں آدھا لیموں ڈال دیں اور انگلی سے پھینٹ لیں پھر جب برتن دھوئیں یا کپڑے اس کے بعد یہ تیل لگا کر ہلکے ہاتھ سے مساج کریں اور ہاتھ نہ دھوئیں ہاتھ خوبصورت ہو جائیں گے۔

(مرسلہ: صبا انصاری۔ کراچی)

پکتے ہوئے کوفتے نہ ٹوٹیں: کوفتے پکاتے وقت کوفتوں کو سالن میں ڈالنے کے بعد چمچے سے نہ ہلائیں بلکہ دیگچی کو گولائی میں حرکت دے کر ہلایئے اس طرح کوفتے ٹوٹیں گے نہیں۔

(مرسلہ: سائرہ ندیم۔ ساہیوال)

قوام صاف کرنا: قوام تیار کرتے وقت اگر اس میں دودھ کا چھینٹا یا تھوڑی پھٹکری گھول کر ڈال لی جائے تو قوام صاف ہو جاتا ہے۔

(مرسلہ: نورین تقوی۔ کراچی)

اروی کا لیس دور کرنا: اروی کا لیس دور کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ اروی کو کاٹنے کے بعد چونے کے پانی سے دھو ڈالئے تو اس کی لیس جاتی رہے گی۔

(مرسلہ: بتول رحیم۔ لاہور)

کوئلہ جلتے وقت کم خرچ ہو: کوئلے جلاتے وقت اگر تھوڑا سا نمک چھڑک دیا جائے تو کوئلے دیر تک جلیں گے اور کم خرچ ہوں گے۔

(مرسلہ: دردانہ خان۔ پشاور)

سات روزہ ہربل بیوٹی پروگرام

پر عمل کر کے آپ ہر دم حسین نظر آسکتی ہیں۔

صدف قمر

قدرتی حسن وہ ہے جو قدرت خداوندی نے آپ کو عطا کیا۔ تمام عمر قدرتی حسن ایک سا نہیں رہتا اور زمانے کے تغیر و تبدل جہاں آپ کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں وہاں آپ کے حسن و رعنائی کو بھی متاثر کرتے ہیں اور آپ کی جلد مختلف تبدیلیوں کا شکار ہو کر خشک، چکنی، رف یا نارمل یا حساس ہو جاتی ہے۔ اس میں مختلف خرابیاں پیدا ہونے لگتی ہیں اور دھیرے دھیرے آپ کا حسن ماند پڑنے لگتا ہے۔ جس کو چھپانے کے لئے آپ مصنوعی ذریعے استعمال کرتی ہیں اور آپ کی جوانی مصنوعی ذرائع کی محتاج بن کر رہ جاتی ہے۔ لیکن ان مصنوعی ذرائع سے ملنے والی خوبصورتی صرف چند گھنٹوں کی ہوتی ہے۔ اگر آپ ہربل حسین نظر آنا چاہتی ہیں اور وہ بھی ایسی کہ قدرت کا حسن آپ کی شخصیت سے چھلکے تو آپ کو قدرتی اشیاء کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہوگا۔ ان قدرتی اشیاء کے استعمال سے آپ ایسی شخصیت کی حامل ہو سکتی ہیں جو ہربل اور ہر دم حسین نظر آئے۔

سب سے پہلے آپ اپنے اندرونی حسن کو ابھاریں۔ کیونکہ حسن و دلکشی کا تعلق آپ کے اندرونی احساسات سے بھی ہوتا ہے۔ پر سکون، پریشانیوں سے مبرا اور ہر لحاظ سے مطمئن رہنے والے انسان کے چہرے پر ایسی دلکشی اور رعنائی ہوتی ہے جو مصنوعی طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ سیرت اور اچھے اوصاف بھی خوبصورتی کے لئے نعمت بے بہا ہیں۔

حسین نظر آنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان پُراعتماد اور اپنی شخصیت سے مطمئن ہو۔ لیکن اس کے برعکس اگر آپ بہت خوبصورت ہیں لیکن آپ کی طبیعت پر غصہ، حسد، افسردگی، انجانے وسوسے اور خوف طاری رہتا ہے تو آپ کا حسن بھی آپ کے اندر کی مغموم اور پژمردہ شخصیت کی لپیٹ میں آجائے گا۔

ہر چند کہ حسن و خوبصورتی میں اضافے کے لئے میک اپ، کاسمیٹکس اور بالوں کے اسٹائل کی بہت اہمیت ہے لیکن ان کے استعمال سے ہم کہتے ہیں کہ آپ کو قدرتی اور مستقل حسن حاصل نہیں ہو سکے گا۔ ہر دم حسین نظر آنے کے لئے آپ سب سے پہلے "روزانہ کا چارٹ" بنائیں اور اسے سات دنوں کے حساب سے سات حصوں میں تقسیم کردیں اور اس میں اپنی جلد کے حساب سے روزانہ کا اور ہفتہ وار معمول نوٹ کریں۔

روزانہ کا معمول

چکنی جلد کے لئے: وہ خواتین جن کی جلد

چکنی ہے۔ اپنی صبح کا آغاز فیشل واش سے کیجئے تاکہ فالتو چکنائی اور بیکٹیریا چہرے سے دور ہو جائیں۔ فیشل واش کے لئے کسی کریم سے اپنے چہرے پر مساج کریں۔ اس کے بعد پانی گرم کرکے، اس کی بھاپ چہرے پر لیں پھر ٹوننگ لوشن سے چہرے کو آہستگی سے صاف کریں۔ ٹوننگ لوشن ایک چمچ عرق گلاب، چار چمچ پودینہ کے پتے اور دو چمچ کھیرے کو مکس کرکے بنایا جاسکتا ہے (کھیرا بہت جلد خراب ہو جاتا ہے اس لئے اس سے تیار شدہ ٹوننگ لوشن کو فرج میں رکھیں) اور پھر اس کو موئسچرائز کریں۔ چکنی جلد کے لئے موئسچرائزنگ کی ترکیب درج ذیل ہے۔

چائے کا ایک چمچ مکئی کا آٹا اور چوتھائی چمچ صندل کی لکڑی کا برادہ لے کر آپس میں ملائیں اس سے چہرہ کو موئسچرائز کریں۔ ٹوننگ لوشن سرکہ ایک چمچ ایک گلاس پانی میں حل کرکے بھی بنایا جاسکتا ہے۔

خشک جلد کے لئے :- ایسے لوشن کا استعمال کریں جس میں وٹامن "E" یعنی گندم شامل ہو (گندم کے آٹے کا ماسک بھی بہترین رہے گا) اس کے بعد ٹھنڈے پانی کے چھینٹے یا اس میں ایک چمچ سرکہ ملا کر چھینٹیں ماریں اس کے بعد موئسچرائز کریں۔ خشک جلد کے موئسچرائزر کے لئے عرق گلاب کا لیپ کرکے ایک چمچ گلیسرین میں چند قطرے آملہ کے تیل کے ملالیں اور چہرے پر مل لیں۔ دس منٹ بعد منہ دھولیں۔

ملی جلی جلد کے لئے :- ملی جلی جلد کے چہرے کی صفائی کے لئے ہلکا سا لوشن استعمال کریں پیشانی اور ناک کے اطراف کے حصوں کا خصوصی خیال رکھیں۔ گالوں کو بہت آہستگی سے صاف کریں چکنے حصے کو سرکے ملے پانی سے ٹون کریں اور پورے چہرے پر بغیر تیل والا موئسچرائزر ملیں۔

نارمل جلد کے لئے :- ایسی جلد قدرت کا بہترین عطیہ ہے اور اسے مستقل خوبصورت رکھنے کے لئے بہت کم محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پہلے جلد کو کسی ہلکے صابن یا لوشن سے صاف کریں پھر سرکے ملے پانی سے ٹون کریں پھر ہلکا لوشن موئسچرائزر لیں اور انگلیوں سے پورے چہرے کی جلد پر آہستہ آہستہ مساج کریں۔

حساس جلد کے لئے :- ایسی جلد کے ساتھ متعدد مسائل وابستہ رہتے ہیں۔ لوشن یا کریم سے چہرہ صاف کرکے جلد کو ٹھنڈک پہنچانے والا ٹانک استعمال کریں اور بغیر چکنائی والی مصنوعات سے جلد کو موئسچرائز کریں۔

ہفتہ وار معمول

پہلا دن :- ہفتہ کا ایک دن آپ فیشل اور ماسکنگ کے لئے مخصوص کرلیں۔ خراب موسم اور کام کاج کی تھکن چہرے کی جلد پر برا اثر چھوڑتی ہے۔ ان عوامل کے مضر اثرات سے نجات پانے کے لئے فیشل ایک بہترین طریقہ ہے۔

فیشل کے لئے کسی اچھی کولڈ کریم کو چہرے پر خوب اچھی طرح ملیں اب کسی برتن میں کھولتا ہوا پانی ڈالیں۔ چاہیں تو اس میں خوشبو کے لئے پودینے کی چند پتیاں ڈال دیں چہرے اور گردن کو تولئے سے خوب اچھی طرح ڈھانپ لیں اور بھاپ لینا شروع کردیں برتن سے آپ کے چہرے کا فاصلہ کم از کم ایک فٹ ہو جب خوب اچھی طرح پسینہ آجائے تو تولئے سے رگڑ کر صاف کرلیں۔ ماسکنگ کے لئے ماسک کا انتخاب آپ کی جلد کی نوعیت پر منحصر ہے۔

چکنی جلد کے لئے : انڈے کی سفیدی، شہد، خمیر، سنگترہ، لیموں، کھیرا یا آٹے کا ماسک

خشک جلد کے لئے : کیلے، گندم، کریم، انڈے کی زردی، شہد، بادام یا دودھ کا ماسک

نارمل جلد کے لئے : آٹے، ہلدی، انڈے، شہد یا دہی کا ماسک۔ دہی، ملتانی مٹی، پپیتہ، تربوز اور شہد کا ماسک ہر طرح کی جلد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا دن :- بال آپ کے حسن میں ایک مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ بالوں کو چمکدار اور خوبصورت بنانے

کی خواہش کسے نہیں ہوتی اس لئے آپ ایک دن بالوں کی حفاظت کے لئے مخصوص کرلیں، اس دن آپ بالوں کو شیمپو کریں۔

سیکاکائی شیمپو :- سیکاکائی شیمپو بنانے کے لئے سیکاکائی کے بیج، سفوف ریٹھا اور سفوف زیتون 200 گرام ہم وزن لے لیں اور حسب ضرورت سنگترے کے چھلکے ملا کر رات بھر کے لئے پانی میں بھگودیں صبح اٹھ کر انہیں ابال لیں ٹھنڈا ہونے پر چھان کر محفوظ کرلیں۔ یہ شیمپو بالوں کو لمبا اور چمکدار بنانے کے لئے بہترین ہے۔ پھر اس کو کنڈیشنر سے دھوئیں۔ شیمپو اور کنڈیشنگ کے علاوہ بالوں کا مساج بھی کریں۔ ایک گلاس پانی میں ایک چمچ جو کا سرکہ اور نمک ملا کر بالوں میں تیل کی طرح مساج کریں یا اس کے علاوہ، مکھن اور انڈا ملا کر لوشن بنالیں یا صرف دہی سے مساج کریں۔

تیسرا دن :- تیسرا دن آپ اپنے ہاتھوں اور ناخنوں کے لئے مخصوص کریں۔ اس روز آپ اپنے ناخنوں کو مطلوبہ لمبائی تک کاٹئے۔ ہاتھ اور ناخن کی صفائی کیجئے۔ ہاتھوں کو پہلے نیم گرم پانی اور صابن سے دھولیں اور پھر لیموں کے رس میں روئی یا فلالین کا کپڑا ڈبو کر ہاتھوں کی جلد پر جذب کریں یہ عمل رات کو سونے سے پہلے کریں اور صبح اٹھتے ہی نیم گرم پانی سے ہاتھ دھولیں اور ہاتھوں پر کوئی کریم مل لیں۔

ہاتھوں کے لئے کریم :- مکھن، روغن بادام اور سفید موم ہم وزن لے کر ملالیں اور کڑاہی میں پگھلائیں ٹھنڈا ہونے پر کسی صاف بوتل میں بھر کر رکھ لیں یہ ہاتھوں کے لئے بہترین کریم ہے۔ ناخنوں کے دھبے دور کرنے کے لئے آلو یا لیموں رگڑیں۔ ناخن تراشنے سے پہلے نیم گرم تیل (زیتون کا ہو تو زیادہ بہتر ہے) میں بھگوئے رکھیں پھر تراش لیں۔

چوتھا دن :- چوتھا دن پاؤں کی حفاظت کے لئے مخصوص کرلیں۔ اس روز آپ نیم گرم پانی میں شیمپو ملا کر پاؤں کو اچھی طرح ڈبوئیں دس پندرہ منٹ بعد جھانوے کی مدد سے رگڑیں تاکہ مردہ کھال اتر آئے۔ ساتھ ساتھ پاؤں کے ناخنوں کی صفائی کریں۔ ٹخنوں کی سیاہی دور کرنے کے لئے، لیموں کے چھلکے ملنے اور پاؤں پر گلیسرین، لیموں اور عرق گلاب ملا کر ملیں۔ سردیوں میں زیادہ ننگے پیر ہرگز نہ چلیں۔ بار بار پانی ڈالنے سے بھی گریز کریں۔

پانچواں دن :- پانچواں دن آپ اپنی آنکھوں کے لئے مخصوص کریں۔ پلکوں کی جڑوں میں روئی کی مدد سے کسٹر آئل لگائیے یا اصلی شہد کسٹر آئل میں ملا کر رات کو سوتے وقت پلکوں پر لگائیں اس سے پلکیں لمبی اور گھنی ہوتی ہیں اگر اس کا روزانہ استعمال کیا جائے تو دو ہفتوں میں پلکیں لمبی اور گھنی ہو جائیں گی۔ بھنوئیں گھنی کرنے کے لئے رات کو سوتے وقت روغن زیتون کو بھنوؤں پر پالش کریں۔

پلکوں کی نشوونما کے لئے دودھ کو نیم گرم کرکے روئی یا فلالین کے کپڑے میں بھگوئیں اور یہ کپڑا پلکوں پر رکھ دیں جب گرمائش ختم ہو جائے تو یہ عمل دوبارہ کریں۔ (یاد رہے یہ عمل چار پانچ بار سے زیادہ نہ کریں)

آنکھوں کے پاس پڑنے والی جھریوں کے لئے ایک گلاس گرم پانی میں ایک چمچ نمک ڈال دیں اور کسی روئی یا فلالین کے کپڑے میں بھگو کر آنکھیں بند کرکے سیکیں اور اس وقت تک رکھا رہنے دیں جب تک ٹھنڈا نہ ہو جائے۔ یہ عمل دوبارہ کریں اور پھر کوئی کریم آنکھوں کے اردگرد ملیں۔ آنکھوں کے گرد حلقے کے لئے وٹامن E کا تیل لگائیں۔

وٹامن E گندم، مکئی، جو، گیہوں، کاہو، بدسم کے تیل میں ہوتا ہے یہ روغن بادام اور روغن زیتون میں بھی پایا جاتا ہے یا پھر ایک عدد کیلا، ایک پاؤ پپیتہ ایک پاؤ امرود کی چاٹ بنا کر کھائیں۔

چھٹا دن :- چھٹا دن آپ گردن اور ہونٹوں کے لئے مخصوص کرلیں۔ تھوڑی سی بالائی میں لیموں کا عرق ملا کر ہونٹوں پر لگائیں یا پھر ہونٹوں پر زعفران لگائیں اور پانچ

منٹ بعد دھو ڈالیں چند دنوں میں آپ کے ہونٹوں پر قدرتی لالی آجائے گی۔ ہونٹ پتلے اور خوبصورت بنانے کے لئے آپ پسی ہوئی پھٹکری، گلاب کا عرق اور چار قطرے لیموں کا عرق لیں اور تینوں کو ملا کر دن میں دو تین بار اور رات کو سوتے وقت لگائیں سیاہی مائل ہونٹ بھی پتلے اور خوبصورت ہو جائیں گے۔

گردن کے لئے مکھن 15 گرام، لینولن 16 گرام، مونگ پھلی کا تیل آدھی پیالی کو کڑاہی یا پانی میں پگھلا لیں اور پھر پانی شامل کر دیں اور پکالیں۔ ٹھنڈا ہونے پر بوتل میں بھر کر ریفریجریٹر یا کسی ٹھنڈی جگہ رکھئے۔ دھوپ کی وجہ سے گردن پر جو میلی یا بھدی رنگت ہوتی جاتی ہے اس کے لئے یہ کریم بہترین ہے۔

ساتواں دن :- ساتواں دن جسم کے مساج اور غسل کے لئے مخصوص کریں۔ کسی بھی اچھے تیل مثلاً زیتون، تل کے تیل سے جسم کا مساج کریں مساج صرف دس منٹ کریں۔ مساج کے بعد غسل کریں۔ غسل کے لئے پودینے کی پتیاں، گلاب کی پتیاں، سنگترے اور لیموں کے چھلکے سکھا کر کسی کپڑے میں باندھ کر نہانے کے پانی میں ڈال دیں یا پھر ایک عدد انڈا، چائے کا چمچ جیلاٹن، آدھا کپ ہربل شیمپو ملا کر پانی میں ڈال دیں۔ غسل کے دوران جلد پر توری کا جھانواں رگڑیں اس طرح میل کچیل نکل جائے گا۔ غسل کے بعد عرق گلاب 11 گرام، گلیسرین 10 گرام اور سالٹ 4 گرام ملا کر روئی کی مدد سے جلد پر ٹون کریں۔

جلد کی خوبصورتی کے لئے بہترین لوشن ہے۔ سورج کی تپش سے بچنے کے لئے کھانے کے چار چمچ لینولن دو چمچ روغن بادام تین چمچ، تلوں کا تیل اور آدھ کپ تیز چائے، تیل اور لینولن کو گرم پانی پر رکھ کر پگھلا دیں نیچے اتار کر چائے اس میں انڈیل دیں لکڑی کے چمچ سے خوب ہلائیں۔ ٹھنڈا ہونے پر محفوظ کرلیں یہ کریم سورج کی تپش کے لئے قدرتی اسکریننگ کا کام دیتی ہے۔

سردیوں کو انجوائے کیجئے

سردیاں شروع ہوتے ہی عمر رسیدہ اور جسمانی طور پر کمزور افراد ٹھٹھرنا شروع ہو جاتے ہیں ایسے افراد کو سردیوں میں بہت پریشانی ہوتی ہے۔ گرم کپڑوں میں لپٹے بغیر کوئی کام نہیں کرپاتے اور پورے موسم میں نزلہ سے بیمار رہتے ہیں ایسے افراد کے لئے ایک نسخہ درج کیا جارہا ہے جو کہ جسمانی طاقت میں خاطر خواہ اضافہ کر کے سردی کے مضر اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس نسخے سے وہ افراد بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو دماغی محنت کرتے ہوں یا جو بے خوابی کا شکار ہوں اور اختلاج قلب میں مبتلا رہتے ہوں۔ یہ نسخہ دو سے تین ہفتے استعمال کریں اور پھر سردیوں کا بھرپور لطف اٹھائیں۔

نسخہ :- کالی جڑ، زرد جڑ، سقمونیا (ایک بیل دار نبات کی جڑ سے نکلنے والی خشک شدہ رطوبت) تینوں میں سے ہر ایک 28 گرام۔ فلفل، دار فلفل، سرخ سونٹھ، زرنباد (ہلدی سے مشابہت رکھتی ہے)، خشخاش سرخ، نمک لاہوری، یہ تمام دوائیں ہر ایک 18 گرام، ناگیسر (ایک درخت کے پھول)، الائچی، بالچھڑ، ستاور (ایک نبات کی جڑ)، عود بلسان (بلسان کی لکڑی)، حب بلسان (بلسان کے بیج)، تج مقشر (دار چینی سے موٹی چھال، مزہ اور خوشبو دار چینی کی طرح ہے)، مصطگی رومی، عاقر قرحا (ایک نبات کی جڑ ہے)، دار چینی ہر ایک 10 گرام۔

ترکیب :- سوائے سقمونیا کے باقی تمام دواؤں کو ایک جگہ کوٹ چھان کر رکھ لیں پھر سقمونیا کو بھی علیحدہ کوٹ چھان لیں۔ اس کے بعد ڈھائی سو گرام شکر اور ڈھائی سو گرام شہد، ایک پتیلی میں ڈال کر تقریباً ایک گلاس پانی ملا کر قوام بنالیں پھر باقی ادویات اس میں ملا کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔ نہار منہ 10 گرام اور سوتے وقت 10 گرام استعمال کریں۔

« مرتبہ : حسن احمد شیخ »

امریکا میں عید کے لئے خصوصی ٹکٹ کا اجرا

امریکا کے محکمہ ڈاک نے مسلمانوں کے مذہبی تہواروں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے 13 نومبر 2000ء کو عید کے لئے ایک خصوصی ٹکٹ جاری کیا ہے۔ اس ٹکٹ کی مالیت 33 سینٹ ہے اور اس میں خطاط محمد زکریا نے خوبصورت طریقے سے "عید مبارک" کی خطاطی کی ہے۔

(مرسلہ : عرفان۔ کراچی)

ریشم کے کیڑے میں مکڑی کی جینز

دنیا بھر میں سائنسی انقلابات کس حد تک اثر انداز ہو رہے ہیں اس کا اندازہ زندگی کے ہر شعبے میں کیا جا سکتا ہے۔ برسوں پر محیط ریشم کی صنعت بھی سائنسی انقلاب کی زد میں آگئی ہے۔ بہترین معیار کی ریشم حاصل کرنے کے لئے چینی سائنس دان برسوں سے مصروف عمل تھے۔ بالآخر ان کی کوششیں رنگ لے آئیں۔ سائنس دان ریشم کے کیڑے میں مکڑی کی جینز منتقل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جینز کی منتقلی سے ریشم کے کیڑے میں ریشم بنانے کی صلاحیت میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ اس جینز کی منتقلی کے بعد جو ریشم پیدا ہوگی وہ خاص طور پر بلٹ پروف جیکٹوں اور پیراشوٹس بنانے میں بہت کار آمد رہے گی۔ چائنا اکیڈمی آف سائنس شنگھائی انسٹیٹیوٹ بائیولوجی سائنسز کے ڈاکٹر لیوچنگ نے اس بارے میں بتایا کہ ہماری ٹیم نے چار برس تک متواتر اس پروجیکٹ پر کام کیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب جو ریشم ہم حاصل کریں گے وہ انتہائی شفاف اور اعلیٰ درجے کا ہوگا۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے کامیابی کے ساتھ ریشم کے کیڑوں کے انڈوں میں مکڑی کی جینز کا ملاپ کیا۔ اس راہ میں بے شمار مشکلیں آئیں لیکن ہم نے کامیابی سے ان مشکلات کا مقابلہ کیا اس طریقے سے حاصل کردہ ریشم کا رنگ ہلکا پیلا اور اس کا معیار انتہائی اعلیٰ ہے۔ اس ریشم سے بنائے گئے کپڑے نہ صرف مضبوط بلکہ بہت نرم بھی ہوتے ہیں۔ یہ بات غور طلب ہے کہ چین کے سائنسی انجینئروں نے اس میدان میں بہت کام کیا ہے۔ گذشتہ برس چینی انجینئروں نے کپاس کے پودے میں خرگوش کی جینز داخل کر کے ایک بڑا کامیاب تجربہ کیا جس کے نتیجے میں خرگوش کے بالوں کی طرح نرم کپاس حاصل کی گئی۔

(مرسلہ : شبانہ اختر۔ ملتان)

ایم اے پاس اساتذہ۔ شاگرد پی ایچ ڈی

گزشتہ برسوں میں پاکستان کی چند اور یونیورسٹیز کی طرح سندھ یونیورسٹی میں بھی ایم فل ریگولر کر دیا گیا اور یہ شرط رکھ دی گئی کہ

طالب علم جامعہ سے باہر کسی استاد کو اپنے ایم فل یا پی ایچ ڈی کے مقالے کا نگراں نہیں بنا سکتا، اسے ان ہی اساتذہ سے پڑھنا ہو گا جو شعبے سے متعلق ہیں۔ کمال یہ ہے کہ ان میں سے صرف ایک استاد پی ایچ ڈی اور ایک ایم فل پاس ہیں، جب کہ باقی سب اساتذہ ایم اے پاس ہیں، اور یہ ایم اے پاس اساتذہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلباء کو پڑھا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں سابق سربراہ شعبہ اردو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ "اس طریقہ کار سے تحقیق کے شعبے کو بہت نقصان پہنچے گا کیوں کہ تجربے کار اور پرانے اساتذہ کو تو یونیورسٹی نے رد کر دیا ہے اور جو نئے لوگ ہیں ان میں بعض ایسے ہیں کہ جنہوں نے عمر بھر کبھی کچھ نہیں لکھا، وہ طالب علموں کو کیا گائیڈ کریں گے"۔

یہ صرف ایک ماہر تعلیم ہی کا نہیں بلکہ اس شخصیت کا بیان ہے جس نے اس شعبے کو اپنے خون سے سینچا تھا۔ اس ضمن میں ملتان کالج کے پرنسپل ڈاکٹر طاہر تونسوی صاحب نے کہا کہ "سندھ یونی ورسٹی شعبہ اردو میں غالب تعداد ایم اے پاس اساتذہ کی ہے۔ جب تک گائیڈ تجربے کار اور پڑھا لکھا نہ ہو، وہ اپنی نگرانی میں بہتر کام کیسے کرا سکتا ہے۔ ایم اے پاس لوگ اگر ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات کی نگرانی کریں گے تو تحقیق اور تعلیم دونوں کے معیار کو شدید نقصان پہنچے گا۔

(مرسلہ: علوینہ مظہر۔ حیدر آباد)

شہاب ثاقب زمین سے ٹکرا سکتے ہیں

خلا میں تیزی سے سفر کرنے والے تقریباً گیارہ سو شہاب ثاقب زمین کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں اور گزشتہ تخمینے کے مقابلے میں ان سے زمین کے لئے خطرہ تقریباً 50 فیصد بڑھ گیا ہے۔ میساچوسٹس انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کی شائع ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق ان شہاب ثاقب کے لئے گزشتہ تخمینہ خلاء کے تمام حصوں کو سامنے رکھ کر نہیں لگایا گیا تھا جب کہ ان علاقوں میں ایک کلو میٹر سے زائد قطر رکھنے والے شہاب بھی موجود ہیں اور ان کا زمین سے ممکنہ تصادم کا خطرہ موجود ہے تاہم اس وقت کسی شہاب ثاقب کے زمین سے تصادم کا امکان کم ہے۔ سائنسدانوں کی ٹیمیں دور دراز کی کہکشاؤں کا معائنہ کر رہی ہیں۔

(مرسلہ: بابر مرزا۔ راولپنڈی)

کراچی میں مویشیوں کے خون کی تجارت

روزنامہ جرأت کراچی نے اپنی 16 نومبر کی اشاعت میں یہ خبر شائع کی ہے کہ شہر میں انسانوں کے بعد جانوروں کے خون کی تجارت شروع ہو گئی اس دھندے میں ملوث افراد گائے کا خون نکال کر ادویات بنانے والے نیم حکیموں اور گٹکا سازوں اور پان فروشوں کو سپلائی کرتے ہیں جس کا بھاری معاوضہ وصول کیا جاتا ہے جب کہ خون نچوڑی ہوئی گائے سستے داموں قصائیوں کو فروخت کر دی جاتی ہے جس کا گوشت کراچی کے مختلف مقامات پر فروخت کر دیا جاتا ہے۔

(مرسلہ: اورنگزیب خان۔ کراچی)

انعامی معلوماتِ عالم کوئز

درج ذیل سوالات کے تین جوابات میں سے درست جواب پر سرخ بال پوائنٹ سے نشان TICK MARK ✓ لگا کر کوپن پُر کریں اور پورا صفحہ ڈائجسٹ سے نکال کر اس ماہ کی 30 تاریخ تک ارسال کر دیں۔ جوابات علیحدہ کاغذ پر تحریر نہ کریں اگر آپ کے جوابات درست ثابت ہوئے تو آپ کو معروف روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی کی ایک کتاب ان کے آٹوگراف کے ساتھ بطور انعام دی جائے گی۔ ایک سے زائد درست حل موصول ہونے پر فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔ "معلومات عالم" اور "اس ماہ کے بہترین مضامین" کے حل ایک ہی لفافے میں ارسال فرمائیں۔

معلومات عالم روحانی ڈائجسٹ ۱۔ ڈی، ۷/۱ ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

۱۔ جس اسلامی معرکہ میں حضور ﷺ نے خود شرکت نہیں فرمائی اسے کیا کہا جاتا ہے؟

غزوہ ...... سریہ ...... معرکہ

۲۔ قرآن کی کس سورۃ میں بسم اللہ شریف دو مرتبہ آئی ہے؟

سورہ نمل ...... سورہ یٰسین ...... سورہ رحمٰن

۳۔ انبیاءؑ کی سرزمین کس ملک کو کہا جاتا ہے؟

ایران ...... فلسطین ...... عراق

۴۔ ہیرے میں سب سے زیادہ کونسا عنصر ہوتا ہے؟

نائٹروجن ...... کاربن ...... پلاٹینم

۵۔ جزیرہ کسے کہتے ہیں؟

جس کے چاروں طرف پانی ہو ...... دو طرف پانی ہو ...... تین اطراف پانی ہو

۶۔ ایفل ٹاور کس ملک میں واقع ہے؟

فرانس ...... امریکہ ...... چین

۷۔ افغانستان کی سرکاری زبان کونسی ہے؟

بلوچی ...... پشتو ...... سندھی

۸۔ لبدال کس زبان کا لفظ ہے؟

عربی ...... فارسی ...... ترکی

اِس ماہ کے بہترین مضامین

روحانی ڈائجسٹ میں اپنے پسندیدہ مضامین کی نشاندہی کیجئے اور معروف روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی کی ایک کتاب اُن کے آٹوگراف کے ساتھ بطور انعام حاصل کیجئے۔ ذیل میں دیئے گئے ٹوکن کی خانہ پُری سرخ بال پوائنٹ سے کریں اور اِس ماہ کی 30 تاریخ تک ہمیں ارسال کردیں۔ ٹوکن کی فوٹو اسٹیٹ قابل قبول نہیں ہوگی۔ فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔ اپنی نگارشات اس پتے پر ارسال کریں۔

"اس ماہ کے بہترین مضامین" روحانی ڈائجسٹ، ا۔ڈی ۷ / ۱ ناظم آباد۔ کراچی

1 - --

2 - --

3 - --

4 - --

5 - --

ٹوکن برائے معلوماتِ عالم (انعامی کوئز) اس ماہ کے بہترین مضامین

(لفافے پر انعامی مقابلہ ضرور تحریر فرمائیں)

نام --

ولدیت ---------------- عمر ---------------- تعلیم ----------------

مکمل پتہ --

بچوں کا روحانی ڈائجسٹ

ملاقات

ننھے منے دوستو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جب تک یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچے کا ممکن ہے کہ ماہِ رمضان کا آغاز ہو چکا ہو یا اس ایک دو روز میں شروع ہونے والا ہو آپ میں سے بہت سے دوست انشاء اللہ روزے بھی رکھیں گے۔ بچھ کی اس ماہ میں روزہ کشائی ہونے والی ہوگی۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ روزہ صرف صبح سے شام تک بھوکا رہنے یا کھانے پینے سے پرہیز کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے صبح و شام بھوکا پیاسا رہنے کے ساتھ ساتھ صلوٰۃ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط قائم کرنا، بڑوں کا ادب کرنا، غیبت نہ کرنا، جھوٹ نہ بولنا، کسی کی حق تلفی ہرگز نہ کرنا، غصہ نہ کرنا اور برائی سے بچنا یعنی ایسے تمام کام جو اللہ کے لئے ناپسندیدہ ہوں ان سے پرہیز کرنے سے ہی روزے کا اصل حق ادا ہو سکتا ہے۔ ایسے بچوں کو صحیح معنوں میں عید کی سچی خوشی نصیب ہوتی ہے۔ عید کے موقع پر ان بچوں کو ہرگز نہ بھولئے گا جو غریب یا یتیم ہیں اور عید پر کپڑے، جوتے وغیرہ نہیں خرید سکتے۔ آپ میں سے بہت سے بچے یقیناً ایسے ہوں گے جو اگر اپنی پاکٹ منی سے پیسے بچا کر ان بچوں کی مدد کریں تو ان کی عید کی خوشیاں بھی دوبالا ہو جائیں گی۔

فقط آپ کا دوست

رسول اکرم ﷺ کو اکثر راستے میں بچے کھیلتے مل جاتے تو حضور ﷺ نہایت متبسم ہو کر بڑی محبت سے انہیں سلام کرتے اور بچوں کو سلام میں پہل کرنے کا موقع ہی نہ مل پاتا۔ پھر ان بچوں سے پیار بھری باتیں کرتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ فصل کا کوئی پھل پکتا تو لوگ اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا کرتے۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتے:

"اے اللہ! ہمیں مدینے میں اور اپنے پھل میں اور اپنے مد میں اور اپنے صاع میں برکت دے"۔

اس دعا کے بعد بچے جو حاضرِ خدمت ہوتے، ان میں سب سے چھوٹے بچے کو سب سے پہلے وہ پھل عنایت فرماتے۔ رسول اکرم ﷺ بچوں کا جی خوش کرنے کے لئے ان سے ہنسی اور دل لگی کی باتیں بھی کیا کرتے۔ ام خالد جب چھوٹی سی تھیں تو ایک روز اپنے والد خالدؓ بن سعید کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت انہوں نے سرخ رنگ کا کُرتا پہن رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"سنہ، سنہ!"

حبشی زبان میں سنہ "خوش نما" یا "خوبصورت" کو کہتے ہیں چونکہ اُمّ خالد کی پیدائش حبشہ میں ہوئی تھی اس لئے حضور نے کُرتے کو حبشی زبان میں "خوش نما" کہا اور اس طرح ان کا جی خوش کر دیا۔ پھر تین بار خوش مزاجی سے فرمایا:

"تم اس کو پہن کر پُرانا کر دو"۔

کاشان کا روزہ

ارم فرید خان کراچی

رمضان کا چاند نظر آتے ہی کاشان دوڑتا ہوا کچن میں گیا۔ ماما، ماما رمضان کا چاند نظر آگیا ہے۔ ماما نے کہا رمضان کا چاند نظر آگیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کل سے روزے ہیں۔ بیٹا آپ نے چاند دیکھ کر دعا کی کاشان بولا نہیں ماما۔ کیوں بیٹا بُری بات چلو آؤ چاند دیکھ کر دعا کرتے ہیں۔ راحیلہ کاشان کو چھت پر لے گئیں۔ دعا مانگنے کے بعد کاشان بولا۔ ماما کل میں بھی آپ کے ساتھ روزہ رکھوں گا۔ راحیلہ کاشان کو حیرت سے دیکھنے لگیں اور کہنے لگیں۔ بیٹا آپ روزہ رکھو گے۔ آپ تو بہت چھوٹے ہو۔ کاشان ضد کرنے لگا۔ تو کیا ہوا ماما، کیا بچے روزہ نہیں رکھتے۔ نہیں بیٹا ایسی بات نہیں ہے ماما نے کہا۔ کاشان بولا تو پھر بس ماما کل میں بھی روزہ رکھوں گا۔ کاشان یوں تو ایک ذہین اور خوبصورت بچہ تھا اور پچھلے سال اس نے پانچویں کلاس میں ٹاپ کیا تھا لیکن کاشان کی بے جا ضد کی وجہ سے اکثر ماما پاپا دونوں پریشان ہو جاتے۔ جب کاشان کے پاپا آئے۔ اس وقت بھی راحیلہ اور کاشان میں وہی تکرار جاری تھی۔ راحیلہ جانے لگیں تو کاشان نے آواز دی ماما۔ ماما تو کل آپ مجھے روزہ رکھوا رہی ہیں۔ راحیلہ اونچی آواز میں بولیں جیسی آپ کی مرضی بیٹا۔ کاشان خوش ہو گیا یاہو اور پاپا سے کہنے لگا۔ پاپا اب ہم مل کر سحری کریں گے اور روزہ رکھ کر میں مسجد میں آپ کے ساتھ نماز قائم کرنے جاؤں گا۔ اتنے میں ماما نے پکارا کاشان آجاؤ بیٹا اور پاپا سے کہو کہ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ ماہ رمضان کا دن اس کے لئے بہت خوشی کا دن تھا کاشان صبح اٹھ کر سحری و نماز سے فارغ ہو کر اسکول کی تیاریوں میں لگ گیا۔ بابا! بابا۔ جی چھوٹے صاحب۔ کاشان کو اپنے اسکول شوز نہیں مل رہے تھے اس لئے غصہ کرنے لگا ہے۔ آپ کو آواز سنائی نہیں دیتی میرے شوز کہاں ہیں۔ راحیلہ کچن میں مصروف تھیں۔ کاشان بیٹے کی آواز سن کر اس کے کمرے میں آئیں اور کاشان کو پریشان دیکھ کر بولیں۔ کاشان بیٹا کیا بات ہے۔ کیوں چیخ رہے ہو اور بابا سے مخاطب ہوئیں۔ بابا آپ جائیں۔ کاشان آپ کے شوز بیڈ کے نیچے ہیں۔ جلدی تیار ہو جائیں۔ آپ کی اسکول وین آتی ہی ہوگی۔ راحیلہ اور زاہد بھی خوش تھے کہ آج ان کے بیٹے نے پہلا روزہ رکھا تھا۔ راحیلہ تھوڑی پریشان تھیں آخر ماں جو ٹھہریں۔ سارے کام سے فارغ ہو کر گھڑی میں ٹائم دیکھا تو دوپہر کے ساڑھے بارہ بج چکے تھے۔ راحیلہ ہمیشہ کی طرح کاشان کا انتظار کرنے لگیں۔

کاشان نے گیٹ پر دوبار بیل دی اور چوکیدار کے آتے ہی اس پر برس پڑا چوکیدار کہاں چلے گئے تھے آپ؟ میں کب سے بیل دے رہا ہوں۔ آواز نہیں آتی کانوں میں میں روزے کی حالت میں گھر آیا ہوں۔ آپ کو گیٹ پر رہنا تھا۔ راحیلہ کاشان کی آواز سن کر باہر ہی آگئیں۔ کاشان بیٹا کیا ہوا۔ کیوں اتنا غصہ کر رہے ہو؟ چلو اندر چلو۔ چوکیدار آپ گیٹ بند کر دیں اور یہ کہہ کر راحیلہ اپنے کمرے میں آگئیں۔ بابا بابا، ایک آواز میں کیوں نہیں آتے۔ میں کب سے بلا رہا ہوں پہلے ہی میرا روزہ ہے۔ یہ میرے شوز رکھ

دیں اور ہاں یہ بیگ اور یونیفارم بھی۔ جی اچھا چھوٹے صاحب۔ اتنے میں راحیلہ آگئیں اور بولیں کاشان کیا بات ہے بیٹا۔ بابا آپ جائیں میں یہ چیزیں خود رکھ دوں گی۔ بیٹا آپ اتنا غصہ کیوں کر رہے ہو۔ ابھی آپ نے چوکیدار کے ساتھ بد تمیزی کی اور اب بابا کے ساتھ اور آپ یہ بار بار کیا کہہ رہے ہیں کہ میرا روزہ ہے میرا روزہ ہے۔ آپ سے چوکیدار نے کہا تھا کہ آپ روزہ رکھو یا بابا نے؟ بتاؤ میں نے منع کیا تھا نا۔ مجھے معلوم تھا آپ چھوٹی چھوٹی بات پر غصہ کرو گے۔ غصہ کرنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "جو لوگ غصہ پر قابو حاصل کر لیتے ہیں۔ اللہ ایسے احسان کرنے والے بندوں سے محبت کرتا ہے"۔

اور آپ کا بار بار یہ کہنا کہ میرا روزہ ہے۔ میرا روزہ ہے۔ بیٹا اس طرح نہیں کہتے۔ آپ نے روزہ بابا کے لئے تو نہیں رکھا اور نہ چوکیدار کے لئے۔ کاشان بڑے غور سے ماما کی باتیں سن رہا تھا۔ روزہ تو آپ نے اللہ کے لئے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "روزہ کی جزا میں ہوں روزہ کا بدل میں ہوں۔ روزہ میرے لئے ہے"۔ یہ کہتے ہی راحیلہ کی نظر گھڑی پر پڑی جہاں دو بج چکے تھے۔ وہ کاشان کو وہیں چھوڑ کر نماز ظہر قائم کرنے چلی گئیں۔ نماز قائم کرنے کے بعد سلام پھیرا تو بائیں جانب کاشان آنکھوں میں آنسو لئے اداس بیٹھا تھا۔ ماما کو دعا مانگتے دیکھ کر ان کی جانب چلا آیا اور کہنے لگا۔ ماما اگر میں اس مہینہ میں اپنی تمام غلطیوں اور بری باتوں سے خدا سے معافی مانگوں تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دیں گے۔ ہاں بیٹا۔ اور ماما میں آپ سے بھی معافی مانگتا ہوں اب میں ماما اور پاپا دونوں کو کبھی تنگ نہیں کروں گا۔ بس میرے بیٹے راحیلہ کو کاشان پر ٹوٹ کر پیار آگیا۔ بیٹا آپ تو بہت اچھے ہو اب آپ جاؤ بابا سے سوری کہو اور چوکیدار سے بھی اور ہاں کل اپنے کلاس فیلو سے بھی سوری کرنا۔ او کے ماما۔ ماما اب تو آپ خوش ہیں۔ ہاں بیٹا میں اپنے بیٹے سے بہت خوش ہوں۔

بات بے بات کی...!

تیز بارش ہو رہی تھی۔ ارشد جو سیاہ سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ سیاہ کار میں، جس کی تمام لائیٹیں بجھی ہوئی تھیں تیزی سے جا رہے تھے۔ اچانک ایک صاحب جو خود بھی سیاہ سوٹ پہنے ہوئے تھے انہوں نے کافی دور سے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا ارشد نے فوراً کار روک لی۔ بتایئے انہوں نے اس شخص کا اشارہ کیسے دیکھ لیا، جبکہ اس وقت نہ تو بجلی چمکی تھی، نہ ہی دور دور تک کسی دوسری گاڑی کی روشنی کا نام و نشان تھا اور نہ ہی سڑک کے کنارے کی لائیٹیں جل رہی تھیں؟

بہار ہر سُو

(مرسلہ: ارسہ کنول، انعم رشید، کلثوم۔ لاہور)

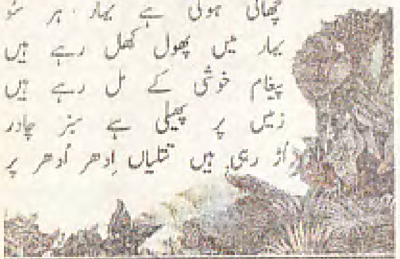

چمن میں چمک رہی ہیں کلیاں
خوشی سے چہک رہی ہیں چڑیاں
مہکا رہی ہے دلوں کو خوشبو
چھائی ہوئی ہے بہار ہر سُو
بہار میں پھول کھل رہے ہیں
پیغام خوشی کے مل رہے ہیں
زمیں پہ پھیلی ہے سبز چادر
اُڑ رہی ہیں تتلیاں اِدھر اُدھر پہ

رنگ بھریئے

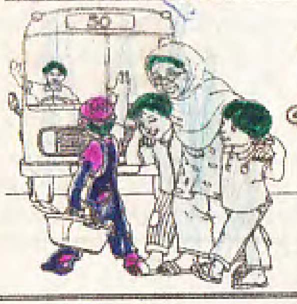

ببلو کا بستہ

صبا خالد۔ کراچی

آخر ببلو کا بستہ اتنا موٹا کیوں ہے؟ اشعر نے نعمان سے پوچھا مجھ میں نہیں آتا کہ اس میں کیا بھر کر لے آتا ہے۔ نعمان نے دور سے آتے ہوئے ببلو کو دیکھ کر جواب دیا۔ یہ دراصل ببلو صاحب تھے جو مشکل اپنے بیگ کو اٹھا کر چلے آرہے تھے۔ وہ اسکول گراونڈ سے گزر کر کلاس میں چلے گئے اور اشعر اور نعمان ہنسنے لگے۔ یہ تینوں بچے تھرڈ کلاس میں پڑھتے تھے اور تھرڈ کلاس کے لحاظ سے ببلو کا بیگ اتنا موٹا تھا کہ ان سے اٹھتا بھی نہیں تھا۔ اس کے باوجود جب کوئی ٹیچر ان سے کوئی بک نکالنے کا کہتے تو وہ کافی دیر تک ڈھونڈتے ہی رہتے۔ مگر بک نہ مل کر دیتی اور پیریڈ ختم ہو جاتا۔ ببلو کے بیگ کے بارے میں سب ہی کو جستجو رہتی تھی کہ آخر اس بیگ میں ہے کیا۔ آج کل ببلو کے انگلش کے نئے ٹیچر آئے تھے۔ وہ جب سے آئے تھے۔ انہوں نے یہی دیکھا تھا کہ ببلو صاحب بیگ سے کبھی کتاب باہر نہیں نکال پاتے ہیں اور پیریڈ ختم ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ انہیں بچوں کی کتابوں پر سوالوں کے جواب لگوانے کی ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے سب بچوں سے کتابیں نکالنے کو کہا سر نے سب بچوں کی کتابوں پر نشان لگانے شروع کئے۔ جب وہ ببلو کے پاس آئے تو ببلو صاحب ابھی تک دونوں ہاتھ بیگ میں ڈالے اپنی کتاب تلاش کر رہے تھے۔ سر نے دوبارہ ببلو سے کتاب نکالنے کو کہا مگر وہ مل کر ہی نہ دی۔ آخر سر سے برداشت نہ ہو سکا اور سر نے ببلو سے کہا کہ وہ اپنے بیگ کی چیکنگ کرائیں۔ چیکنگ کا نام سن کر ببلو نے رونا شروع کر دیا مگر سر نے انہیں یقین دلایا کہ وہ ان کے بیگ میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے اور انہیں سزا بھی نہیں دے گی۔ آخر ببلو نے بڑی مشکل سے بیگ کی چیکنگ کروانے پر رضامندی ظاہر کی۔ سر نے ببلو کے بیگ کے اندر جھانکا تو انہیں لگا کہ جیسے انہوں نے غلطی سے کسی ردی کی ٹوکری میں جھانک لیا ہو۔ خیر بسم اللہ پڑھ کر انہوں نے ببلو کے بیگ میں ہاتھ ڈالا تو اس میں سے دنیا جہان کے کاغذات برآمد ہونے لگے۔ سر نے ان کاغذوں کو دیکھنا شروع کیا جو زیادہ تر کارٹون کامکس پر مشتمل تھے۔ پھر دوبارہ ہاتھ ڈالا تو اس میں سے ایک شیونگ ریزر برآمد ہوا اور ایک پرانی سی لپ اسٹک نکلی۔ دو تین پرانے اور ٹوٹے ہوئے پینسل باکس نکلے۔ سر کے ساتھ ساتھ سب بچے بھی حیرانی سے ببلو کے بیگ کا آپریشن دیکھ رہے تھے۔ آخر سبھی کو جستجو بھی تو رہتی تھی کہ آخر ببلو کا بیگ اتنا موٹا کیوں رہتا ہے۔ خیر سر نے اپنی کارروائی جاری رکھی۔ لگتا تھا کہ اس بیگ میں کتاب نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی مگر تھوڑی دیر کے بعد بالآخر ایک کتاب برآمد ہو ہی گئی۔ اس کے بعد ببلو کا لنچ بکس برآمد ہوا۔ جسے ببلو نے وہیں کھول کر تناول فرمانا شروع کر دیا۔ آخر سر نے ان سب چیزوں کو ایک پولی بیگ میں ڈالا پھر ببلو کا پورا بیگ ان کی ڈیسک پر الٹ دیا۔ جس میں سے کاٹھ کباڑ نکلا۔ کچھ ٹوٹے ہوئے کھلونے نکلے اور پھر ایک خوبصورت سی گڑیا برآمد ہوئی جسے دیکھ کر سب بچوں نے ہنسنا شروع کر دیا اور ببلو نے رونا۔ جب ببلو کا بیگ خالی ہو چکا تو سر نے اس بیگ سے جو چیزیں برآمد ہوئی تھیں ان کی تفتیش کرنا شروع کر دی۔ جس پر ببلو نے بتایا کہ انہیں جو چیزیں اچھی لگتی ہیں وہ انہیں بیگ میں رکھ لیتے ہیں۔ مگر سر کو ابھی تک شک تھا۔ انہوں نے ببلو سے پوچھا کہ بتائیں آپ لپ اسٹک، گڑیا اور ریزر کا کیا کرتے ہیں؟ ببلو نے کہا کہ یہ چیزیں خراب ہو گئی تھیں مگر انہیں پسند تھیں اس لئے انہیں اپنے پاس رکھ لیا۔ اور گڑیا انہوں نے اپنی بہن کو تنگ کرنے کے لئے بیگ میں چھپائی تھی۔ سر نے ان سب چیزوں کو ایک تھیلی میں بھر اور ببلو کا بیگ سیٹ کر کے انہیں واپس دے دیا۔ گھر آکر ببلو اس کو بھول گئے اور کھیل میں لگ گئے شام تک ان کے امی ابو آگئے دراصل ببلو کے امی ابو دونوں جاب کرتے تھے۔ ببلو نے انہیں آج کے واقعے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور اپنے امی ابو کے لائے ہوئے کھلونے دیکھنے لگے۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ ببلو کے ابو نے جا کر دروازہ کھولا۔ دروازے پر ببلو کے انگلش کے سر تھے۔ انہوں نے اپنا تعارف کرایا اور گھر میں آنے کے بعد اپنی آمد کا مقصد بتایا۔ اتنے میں ببلو کی امی آگئیں۔ جب انہیں پتہ چلا تو انہیں بہت غصہ آیا اور وہ ببلو کی پٹائی کرنے جانے لگیں۔ مگر سر نے انہیں روکا اور سمجھایا کہ بات پٹائی سے نہیں بنے گی۔ اب آپ دونوں کو ببلو کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔ اگلی صبح جب ببلو نے اسکول جانے کے لئے بیگ اٹھایا تو پہلے ان کی امی نے بیگ کو اچھی طرح سے چیک کیا۔ پھر انہیں اسکول بھیجا۔ ببلو صاحب اسکول پہنچے تو سب نے دیکھا کہ ببلو خلاف معمول ہلکے پھلکے بیگ کے ساتھ خوش خوش کلاس کی طرف آرہے ہیں۔

گذشتہ ماہ کی تصویر کا منتخب عنوان

نومبر 2000ء میں عنوان تجویز کیجئے کی تصویر کا عنوان منتخب کرنے والوں میں سے سب سے بہترین عنوان "تماشہ" قرار پایا، جو ضلع گجرات میں مقیم پانچویں جماعت کے طالب علم محمد ضیاء ولد طارق عباس نے منتخب کیا۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ محمد ضیاء کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ آپ اپنا نام اور پتہ صاف اور خوشخط لکھ کر بھیج دیجئے تاکہ انعام جلد از جلد ارسال کیا جا سکے۔ عنوان تجویز کیجئے کے تحت ہمیں بہت سے دوستوں نے خطوط ارسال کیے۔ جگہ کی کمی کے باعث صرف ان دوستوں کے نام دیے جا رہے ہیں۔ جنہوں نے خوبصورت عنوان تجویز کیے تھے۔

کراچی: محمد عزیز، افضل عزیز، رانی ماریہ، تور شید، فضل الرحمٰن، حیدر آباد: محمد اخلاص، محمد تقی الدین، لاہور: ... علی، راولپنڈی: ربیعہ اصغر، سانگھڑ: علی، ... کائنات، ہنوکی: سید شائلہ ربانی، پاکپتن: رملہ تحریم، شیخوالہ بار: صباحت نیاز علی، گوجرانوالہ: شبنم ناز۔

عنوان تجویز کیجئے

اس تصویر کا خوبصورت سا عنوان لکھ کر دسمبر کی 12 تاریخ تک اپنے نام، عمر اور مکمل پتے کے ہمراہ ہمیں ارسال کیجئے۔

بہترین عنوان پر خوبصورت انعام دیا جائے گا۔

مسکرائیے

☺.... گاہک: (کھانے کے بعد) یہ مجھے کیسی کافی پلادی جس سے مجھے نشہ سا ہو گیا اس جلدی سے کوئی ایسی چیز لاؤ جس سے نشہ اترے۔

ہوٹل بیرا: یہ لیجئے۔

گاہک: یہ کیا ہے؟

ہوٹل بیرا: "کھانے کا بل ہے"

☺.... ایک بہت موٹا آدمی ڈاکٹر کے پاس دبلا ہونے کے لئے گیا ڈاکٹر نے اس سے کہا تم اپنی گردن کو دائیں بائیں ہلایا کرو۔ موٹے آدمی نے پوچھا دن میں کتنی مرتبہ؟ ڈاکٹر نے جواب دیا جتنی دفعہ کوئی تمہیں کھانے کا کہے۔

☺.... وکیل: (بیوی سے) بیگم آج زیورات وغیرہ سنبھال کر رکھنا۔

بیوی: مگر وہ کیوں.....؟

وکیل: اس لیے کہ میں نے ایک چور کو رہا کروایا ہے وہ آج رات کو شکریہ ادا کرنے آئے گا۔

(مرسلہ: سائرہ نجم۔ کراچی)

☺.... احمد: مجھے ریاضی کے استاد بالکل اچھے نہیں لگے

نعیم: کیوں کیا ہوا؟

احمد: انہوں نے کل ہمیں بتایا کہ چار اور ایک پانچ ہوتے ہیں اور آج کہنے لگے کہ دو اور تین پانچ ہوتے ہیں۔

(مرسلہ: حسن آصف۔ ناظم آباد کراچی)

☺.... پاگل خانے میں ڈاکٹر نے پاگل کے خط لکھنے پر تعجب سے کہا یہ خط کس کو لکھ رہے ہو۔

"اپنے آپ کو"

کیا لکھا ہے؟

مجھے کیا معلوم ابھی مجھے ملا کب ہے۔

☺.... ماں: (بچے سے) آج پھر تم اسکول سے بھاگ آئے ہو۔

بیٹا: (ماں سے) نہیں امی میں تو آہستہ آہستہ آیا ہوں۔

(مرسلہ: ارم آصف۔ ناظم آباد کراچی)

☺.... ایک ٹوٹی پھوٹی پرانی کار محصول چنگی کے آگے آکر رکی۔ چنگی کا کلرک ڈرائیور کے پاس ٹول ٹیکس لینے کے لیے آیا اور بولا: "سو روپے جناب"۔

"سودا منظور ہے۔ یہ لو کار کی چابی"۔ کار کا مالک یہ کہہ کر نیچے اتر آیا۔

(مرسلہ: محمد ندیم۔ مجرو شاہ مقیم)

محمد محتشم۔ شہر کا نام نہیں لکھا

شامہ ارم اور محمد حسنین۔ چکوال

عائشہ سعید۔ اوکاڑہ

فیصل رانا۔ میرپور ماتھیلو

عزیز احمد خان۔ وہاڑی

کھلتی کلیاں مہکتے پھول

قاسم لطیف۔ کراچی

جویریہ پاشا۔ نارتھ ناظم آباد کراچی

رانا عمیر کریم۔ کراچی

انعامی مقابلوں کے نتائج

معلومات عالم اکتوبر ۲۰۰۰ء کے شمارے میں شائع ہونے والے سوالات کے بے شمار خواتین وحضرات نے جوابات ارسال کئے۔ قرعہ اندازی کے ذریعے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے آٹوگراف کے ساتھ ان کی ایک تصنیف حاصل کرنے والی خوش قسمت **شازیہ تاج محمد۔ کراچی** قرار پائی ہیں۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ شازیہ تاج محمد کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ آپ کا پتہ غیر واضح اور نامکمل ہے اس لئے براہ مہربانی اپنا مکمل پتہ صاف اور خوشخط لکھ کر بھیج دیجئے۔

اکتوبر ۲۰۰۰ء کے صحیح جوابات

۱۔ مختلف غزوات میں حضور ﷺ کے ہاتھوں کوئی غیر مسلم ہلاک یا زخمی نہیں ہوا۔
۲۔ قرآن مجید کی دوسری طویل سورۃ "سورہ آل عمران" ہے۔
۳۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کا دارالحکومت کراچی کو بنایا گیا۔
۴۔ نظریہ اضافیت کا بانی آئن اسٹائن کو کہا جاتا ہے۔
۵۔ مادہ کچھوا خشکی پر انڈے دیتی ہے۔
۶۔ حکیم لقمان کو حکمت میں شہرت حاصل ہے۔
۷۔ اس سال اولمپک گیمز سڈنی میں منعقد کئے گئے۔
۸۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا مزار دہلی میں ہے۔

آٹھ درست جوابات بھیجنے والوں کے نام: کراچی:۔ سید نور شاہ، ریحانہ عروج، فضل الرحمن، شرین نازش، فرح ناز، مقصود شیخ، محمد یوسف، سمیر افنان، شبانہ، اعظم ہاشمی، افضل عزیز، محمد امیر خان اللہ خیل، مولاۃ عشق، شدل بلوچ، محمد عقیل احمد، زاہدہ، محمد سلیم خان، روبینہ علی اعوان، روحی علی انصاری، اسماء سلیم، عمران بن شریف ایڈوکیٹ، حیدرآباد:۔ ساجدہ قریشی، تسلیم اختر، ہما ناز، شہداد پور:۔ ارسلان مرتضیٰ، راولپنڈی:۔ ملک محمد ممتاز، ربیعہ اظہر، نیاز حسین، وحیدہ ستار، طیبہ مغل، صوفی قمر عارف، بنوں:۔ شازیہ سرفراز، وہاڑی:۔ اکبر مجاہد، محراب پور جنکشن:۔ عارف گل فوٹوگرافر، جہلم:۔ عزیز احمد، لاہور:۔ حیدر خان، محمد عمران خالد، شازیہ قمر، محمد نوید اختر، مسرت نثار احمد، عائشہ شاہ، افتخار احمد باجوہ، ٹنڈو آدم:۔ ندیم رضا خان، نوابشاہ:۔ راجہ سجاد علی راجپوت، رحیم یار خان:۔ نوید شہزاد، دریا خان:۔ شکیل احمد، لاڑکانہ:۔ محمد عمران شیخ، ڈیرہ غازی خان:۔ ڈاکٹر محمد علی یوسف، ہری پور ہزارہ:۔ مہتاب حبیب خان، منڈی بہاؤ الدین:۔ نعیم احمد طاہر، بہاولپور:۔ نجم سائرہ، کوئٹہ:۔ غزل، فیصل آباد:۔ وسیم ناز تبسم، گھوٹکی:۔ فدا حسین، سمندری:۔ ڈاکٹر روزینہ خالد، سرگودھا:۔ محمد ریاض شیخ، ماتلی:۔ شہزاد علی، شیخوپورہ:۔ محمد اعجاز قادری، پاک پتن شریف:۔ صہیب ریاض دولہ، نوشہرہ:۔ سعدیہ بی بی۔

سات درست جوابات بھیجنے والوں کے نام: کراچی:۔ بینا خالد، فوزیہ رحمن، رضیہ سلطانہ، سائرہ سلطان ہاشمی، ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی، محمد عبدالمجید، نسیم عباس، ثمینہ ناز، لبنیٰ رشید خان، حنا شیخ، حرا ساجد، فریحہ فاروق، مسعود اکبر، محمد فیضان خان، رانی نازیہ رشید، اسماء عبدالحق، گجرات:۔ آصف عمران، رخسانہ کوثر، محمد سہیل شمیم مرزا، ساجدہ پروین، شازیہ خورشید، ساہیوال:۔ محمد تنویر احمد، لاڑکانہ:۔ طاہر احمد، ہری پور ہزارہ:۔ سمیرا سعید، راولپنڈی:۔ کلثوم بی بی، فرحت شاہین، عمیر نسیم، سیالکوٹ:۔ سیدہ سعدیہ نوازش، محمد نعیم، نوشہرہ:۔ ابرار حسین، اوکاڑہ:۔ حافظ سید عبدالوہاب، عائشہ انور، دریا خان:۔ نصرت پروین، حاجی غلام حسن، ملتان:۔ محمد تنیم نسیم، گلشن آرا، حیدرآباد:۔ محمد ذیشان عارف، لطیف الرحمان، چارسدہ:۔ محمد خان خادم، اسلام آباد:۔ حافظ محمد عارف، یعقوب علی، خانیوال:۔ محمد توقیر طاہر، ٹھٹھہ:۔ اسد علی شاہ خٹک، لاہور:۔ محمد اشرف مغل، محمد عمران، میجر افتخار الدین احمد، محمد مظفر احمد، معظمی منصور، آزاد کشمیر:۔ ثمینہ اعظم، کوہاٹ:۔ یار گل آفریدی، سانگھڑ:۔ محمد سرفراز قریشی، ریاض الدین منصوری، مظفر گڑھ:۔ عبدالحفیظ، ماتلی:۔ مس تنزلہ، کوٹ ادو:۔ محمد بلال، محراب پور:۔ ظفر علی طور، اٹک:۔ مسز فاخرہ جبین ملک، فیصل آباد:۔ محمد عمران شاہد، خواجہ ریحان احمد، جہلم:۔ رقیہ سلطانہ ٭

اس ماہ کے بہترین مضامین

اکتوبر ۲۰۰۰ء کے بہترین مضامین منتخب کرنے والوں میں سے قرعہ اندازی کے ذریعے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے آٹوگراف کے ساتھ ان کی ایک تصنیف حاصل کرنے والی خوش قسمت **شاہدہ سلطان بنگش، حیدر آباد** قرار پائی ہیں۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ شاہدہ سلطان بنگش کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ کتاب جلد ہی ارسال کر دی جائے گی۔ موصول ہونے پر خط کے ذریعے ادارے کو مطلع فرمائیں۔

1- مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ (جمیل احمد خان)
2- کیا ماضی میں سفر ممکن ہے؟ .... (سید اسد علی)
3- نشان عزت۔ حق مہر .... (خالد ریاض ایڈووکیٹ)
4- تاریخ گواہ ہے .... (محمد اقبال جیلانی)
5- تصوف حقائق کی روشنی میں .... (پیر کرم شاہ الازہری)

کھلتی کلیاں مہکتے پھول

بچوں کی تصاویر کے ہمراہ اس ٹوکن کو پر کر کے ضرور ارسال کیجئے۔

نام ____________

ولدیت ____________

عمر ________ کلاس ________

مکمل پتہ ____________

اسکول کا نام ____________

____

____

روحانی ینگ رائٹرز کلب

روحانی ینگ رائٹرز کلب کے ممبر بننے کے لئے براہ مہربانی اپنی نگارشات کے ہمراہ اس ٹوکن کو پر کر کے اپنی تصویر بھی ارسال کیجئے۔

نام ____________

ولدیت ____________

عمر ________ تعلیم ________

پیشہ ____________

مشاغل ____________

مکمل پتہ رفون نمبر ____________

____

____

____

روحانی ینگ رائٹرز کلب نوجوان قلم کاروں میں مقبول عام سلسلہ ہے۔ جس سے ان کی صلاحیتوں کو مہمیز ملتی ہے۔ اس کے ذریعہ بہت سے نئے مضمون نگار سامنے آئے اور انہوں نے اپنے جوہر دکھائے۔ ہم اس کلب کو باقاعدہ طور پر منظم کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اپنی نگارشات ارسال کرنے والوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنی نگارشات کے ہمراہ روحانی ینگ رائٹرز کلب کا ٹوکن بھی پُر کر کے اپنی حالیہ تصویر کے ہمراہ لازماً ارسال کریں۔ یہ گذارش ان تمام ینگ رائٹرز سے بھی ہے جن کی تحریریں پچھلے شماروں میں شامل اشاعت ہو چکی ہیں یا جو اپنی تحریریں ارسال کر چکے ہیں اور اب ان کی اشاعت کے منتظر ہیں۔ ایسے ینگ رائٹرز اپنی نگارشات کا حوالہ بھی تحریر فرمائیں۔ ہم آپ کے کوائف کا ریکارڈ جمع کریں گے۔ ہمیں امید ہے کہ اس سلسلہ میں نئے قلم کاروں کا تعاون ہمارے ساتھ رہے گا۔

روحانی ینگ رائٹرز کلب

خود کشی

مظفر حسنین خان

عروس البلاد کراچی میں ماروی کے شہر ملیر میں مقیم ہیں تعلیم بی کام ہے مشاغل میں مذہبی سائنسی، معلوماتی اور تدریسی کتب کا مطالعہ اور پڑھانا شامل ہیں اس کے علاوہ مضامین اور نظمیں بھی لکھتے ہیں۔ روحانی ڈائجسٹ سے ان کا تعلق دیرینہ ہے۔

خود کشی دنیا کا بدترین جرم ہے لیکن دنیا میں اس جرم کے مرتکب افراد کے لئے معافی کی گنجائش بھی موجود ہے اس کے مختلف اسباب ہیں۔ مثلاً زندگی کی رنگینیوں یا دلچسپیوں سے نفرت، معاشی مسائل، تنہائی، مفلسی، جسمانی و ذہنی کمزوریاں، حسد، امتحانات میں ناکامی وغیرہ۔

زیادہ تر اسباب خانگی پریشانیوں، مرضی کے خلاف شادی، جہیز کی لعنت، ساس، سسر، نند، بھاوج، دیور، رشتہ داروں کے جھگڑوں سے بھی پیدا ہوتے ہیں۔

ایک ڈاکٹر کے مطابق خود کشی کرنے والوں کی اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جنہوں نے طویل علالت سے چھٹکارا پانے کے لئے خود کشی کی (بلکہ امریکہ میں یہ خود کشی قانون سے اجازت یافتہ بھی ہے) خانگی جھگڑوں کے باعث خود کشی کرنے والوں کی تعداد میں اکثریت عورتوں کی ہے۔ اس کے علاوہ بعض ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن میں لوگ محض اپنی غلطی اور احساس جرم کے خیالی اثرات اور نتائج کے خوف سے خود کشی کرتے ہیں۔

اگر خود اعتمادی کو دھچکا پہنچے یا کسی کے وقار یا انا پر حملہ ہو تو بھی خود کشی کر لی جاتی ہے۔ اس کی مثال امریکا کے صدر "ٹرومین" کے محکمہ دفاع کے سیکریٹری "جیمس فور اسٹیل" ہے۔ ان سے جب کہا گیا کہ وہ اپنا استعفیٰ صدر کو

پیش کریں تو انہوں نے اسے اپنے وقار کے منافی سمجھتے ہوئے ایک کافی اونچی عمارت کی کھڑکی سے چھلانگ لگادی تھی جس سے ان کے جسم کے پرخچے اُڑ گئے تھے۔

اکثر خود کشی کا بنیادی سبب مالی پریشانی بتایا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات تحقیق کے بعد غلط ثابت ہوئی اس کے ثبوت کے طور پر دنیا کے چند خوش حال، ترقی یافتہ اور مہذب ملکوں کے نام پیش کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً مغربی جرمنی، آسٹریلیا، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، (سویڈن میں خود کشی کا رجحان سب سے زیادہ ہے) جہاں سویڈن میں فی کس آمدنی کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ میں خوشحال سفید فام، غریب سیاہ فاموں سے زیادہ تعداد میں خود کشی کرتے ہیں۔

خود کشی کے متعلق تحقیق کرنے والے ادارے کی رپورٹ میں خود کشی کے جو طریقے بتائے گئے ہیں وہ یہ ہیں

بھارت میں عام طریقہ خود کشی کنویں میں چھلانگ لگا دینا ہے۔

برطانیہ میں پھندا لگالینا ہے۔

امریکہ میں پستول سے خود کو ہلاک کرلینا عام طریقہ ہے۔

اس کے علاوہ دیگر ممالک میں جہاں خود کشی سے اموات ہوتی رہتی ہیں وہ یہ ہیں۔ ٹرینوں کے آگے لیٹ جانا، اونچی عمارتوں یا پہاڑوں سے چھلانگ لگا دینا، بجلی کے جھٹکے (امریکہ اور برطانیہ میں عموماً 45 سال سے زائد عمر کے افراد یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں)

یہ کہنا غلط ہے کہ خود کشی صرف وہ لوگ کرتے ہیں جو کم عقل، کم علم اور فلسفہ حیات سے نا آشنا ہوتے ہیں اگر یہ بات صحیح ہوتی تو پھر میکسم گورکی، موپساں، لیو ٹالسٹائی، ارنسٹ ہیمنگوے، اسٹیفن رویگ، آرنسٹ وان گاکھر اور فلسفی شاعر چسرٹن کی گنتی کن لوگوں میں کی جائے گی۔ کیونکہ ان لوگوں نے بھی خود کشی کی تھی۔

پوری دنیا کی طرح ہمارے ہاں بھی خود کشی کے واقعات میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے لیکن ہم اکثر اخبارات میں اس قسم کی خبریں پڑھ کر صرف افسوس کا اظہار کرکے رہ جاتے ہیں۔ بہت کم لوگ ان محرکات کا کھوج لگانے کی کوشش کرتے ہیں جو کسی کے لئے خود کشی کا باعث بنتے ہیں۔

مذہبی نقطہ نظر سے خود کشی اس مایوسی اور ناامیدی کی پیداوار ہے جو کفر والحاد، روحانی اور اخلاقی اقدار کے زوال اور ایمان کے ضعف کا نتیجہ ہوتی ہے۔

مطمئن زندگی بسر کرنے کے لئے انسان کو ہمیشہ کسی مضبوط روحانی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے خود کشی کرنے والے کے پاس ایسا کوئی سہارا نہیں ہوتا، کیونکہ وہ صرف مادی اور جھوٹے سہاروں پر انحصار کرتا ہے اور یہ سہارے جو جھوٹے ہوتے ہیں ساتھ چھوڑ دیتے ہیں تو کوئی اور طاقت مصیبت کے وقت ان کی پشت پناہی نہیں کرتی۔

خود کشی کا مرتکب عملاً اللہ کا منکر ہے۔ حالانکہ اللہ کی رحمت سے ہواؤں کے رُخ پلٹ سکتے ہیں اور مایوسیوں کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ خود کشی کرنے والا یہ نہیں جانتا کہ جن حالات سے دلبرداشتہ ہو کر وہ اپنا چراغ گُل کر رہا ہے خدا کی مہربانی سے وہی حالات کل اس کے حق میں سازگار ہو سکتے ہیں "خود کشی انسانی عزم و ہمت اور عقل و تدبیر کی مکمل نفی ہے"۔

"یہ طرزِ عمل" کہ مشکلات سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دینا اور اعترافِ شکست کرلینا کمزور اور پست ہمتی کا مظہر ہے کہ مسئلہ چونکہ کسی طور حل نہیں ہو سکتا تو کوئی حل نہیں سوائے یہ کہ اپنی زندگی ختم کرلی جائے انسانیت کی توہین ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کے اکثر مذہبی اور قانونی ضابطوں نے اسے جرم قرار دیا ہے اسلامی نقطہ نظر سے خود کشی کرنا حرام ہے۔ کیونکہ خود کشی جیسا انتہائی قدم صرف مایوسی کی پیداوار ہے اسی لئے ہمارے مذہب نے مایوسی کو کفر کے برابر درجہ دیا ہے۔

خود کشی کی روک تھام کے سلسلے میں سب سے اہم بات ایسے محرکات کو ختم کرنا ہے جن سے خود کشی کا رجحان رکھنے والوں کو تحریک ملتی ہے۔ یہ بات نفسیاتی جرائم کے سلسلے میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔

خدا اور محبت

روبینہ علی اعوان کا تعلق روشنیوں کے شہر کراچی سے ہے وہ سائنس گریجویٹ ہیں۔ روحانی ڈائجسٹ کا مطالعہ ان کا اولین مشغلہ ہے اس کے علاوہ پینٹنگ، جانور پالنا، پودوں کی دیکھ بھال اوز مضامین لکھنا بھی ان کے مشاغل میں شامل ہے۔ کئی کمپیوٹر کورسز بھی کرچکی ہیں۔

جب اللہ کی عطا کردہ ان گنت نعمتوں کا تذکرہ آتا ہے تو سب سے پہلی چیز زندگی زیرِ بحث آتی ہے چاہے وہ کسی بھی جاندار کی ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ پیار کی زبان ہر جاندار سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا سے بے انتہا محبت کرتے ہیں مگر دوسری جانب اللہ محبت کا Return بھی چاہتے ہیں۔ وہ اس طرح چاہتے ہیں کہ اس کا Return اس دنیا کو دے کر اس کا حق ادا کریں۔

" The Voice of God " (خدا کی آواز)

نامی Poem کے شاعر Louis I Newman اپنی نظم میں لکھتے ہیں:

اردو ترجمہ

میں نے رب العزت کی آواز کی جستجو کی
اور بلند ترین گنبد پر چڑھ گیا!
لیکن خداوند کریم نے کہا۔ دوبارہ نیچے جاؤ۔
میں لوگوں کے درمیان رہتا ہوں۔

ایک قول ہے کہ "ہر ایک سے محبت سے ملو نہ جانے کس بھیس میں خدا مل جائے" یعنی محبت کی میراث کی تقسیم کرنا ہی اولین مقصدِ زندگی ہے زندگی کو اگر محبتیں سمیٹتے ہوئے اور نفرتوں کا خاتمہ کرتے ہوئے گذاریں گے تو زندگی بہت ہی اچھی گزرے گی۔

زندگی ایک سمندر کی موج کی مانند ہے جو ساحل کی طرف بڑھتی ہے ساحل سے ملتی ہے اور فنا ہو جاتی ہے لیکن! در حقیقت وہ فنا نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے پیچھے کئی اور موجوں کو جنم دیتی ہے اور یہی سلسلہ زندگی کا ہے۔

انسان کی زندگی غم و خوشی دونوں سے عبارت ہے دیئے سے جب دیا جلتا ہے تو روشنی تیز ہو جاتی ہے۔ زندگی میں بارہا ایسے مواقع آتے ہیں کہ کبھی انسان اتنا خوش ہوتا ہے کہ غم کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور کبھی انسان اتنا غمگین ہو جاتا ہے کہ خوشی اس کے لئے ایک نہ حاصل کرنے والی چیز بن جاتی ہے۔

مگر جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے تو ہمارا اولین فرض یہ بنتا ہے کہ ہم کسی کو دکھی دیکھیں تو اس کے دکھ بانٹ دیں کیونکہ کسی کے غم میں شریک ہوں تو ان کا غم کم ہو جاتا ہے اور کسی کی خوشی میں شریک ہوں تو خوشی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

ایک حدیثِ مبارکہ ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی مومن کو اچانک خوش کردیا اس کے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے"۔

حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

اچھی اور میٹھی بات بھی صدقہ ہے۔

اپنے بھائی کے لئے مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔

مگر اس پر عمل صرف ایک ہی بات سے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی انا کو ختم کرکے محبت کا فارمولا Apply کرے۔ تب ہی بات بن سکتی ہے۔

سمندر کی موجیں ساحل سے کتنا پیار کرتی ہیں مگر جب ساحل بے رُخی برتتا ہے تو موجیں واپس لوٹ جاتی ہیں مگر پھر اپنی محبت سے مجبور ہو کر دوبارہ ساحل کی جانب رواں دواں ہو جاتی ہیں یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔

اگر آپ کسی کو بھی دکھی دیکھیں تو اس کے دکھ بانٹ دیں اللہ تعالیٰ آپ کو دکھوں سے نجات دلا دے گا اگر آپ کو کہیں نفرت کا پودا بڑھتا ہوا نظر آجائے گا تو اسے پیار و خلوص کی چھری سے کاٹ دیں اور وہاں پیار و محبت کے بیج بو دیں۔ عقیدت و احترام کا ہل چلادیں اور پیار کے دریا کا پانی دیں آپ دیکھیں گے کہ وہاں خلوص اور اپنائیت کی کونپلیں نکلیں گی اور یہی انسان کا اصل مقصد ہے۔

زندگی ایک نعمت ہے زندگی سے نفرت نہیں بلکہ زندگی سے پیار کرنا چاہئے کیونکہ اس مختصر سی زندگی میں اگر ہم نفرتوں کو اپنے دل میں پالیں گے تو زندگی ایک نہ ختم ہونے والا عذاب بن جائے گی۔ کیوں ہم اپنی زندگی کو عذاب بنا کر عذاب کے مستحق بنیں؟ نہیں یہ ہماری اصل نہیں ہے ہماری اصل محبت ہے صرف محبت۔ اگر ہم لوگوں، ماحول اور اس کائنات کو غرض اپنے آپ کو پیار و محبت کی نگاہ سے دیکھیں گے تو یہ دنیا نہایت ہی حسین نظر آئے گی اور پھر بندہ بے ساختہ کائنات کے بنانے والے کی تعریف کرے گا۔ زندگی میں کسی سے نفرت مت کریں جو کسی سے نفرت کرتا ہے تو خدا اور اس کی مخلوق بھی اس سے نفرت کرتے ہیں۔

کسی کی برائیوں سے نفرت ضرور کریں مگر برائیوں کی وجہ سے کسی سے نفرت مت کریں۔ اس کائنات سے پیار کریں انسانوں، جانداروں، دوسری مخلوقات، جانوروں، پودوں اور خصوصاً چھوٹے بچوں سے بہت پیار کریں۔ اپنی زندگی کو پیار و محبت سے رنگین کیجئے اس کائنات کے بنانے والے سے پیار کریں آپ کی زندگی پُر سکون ہو جائے گی اور سکون اللہ کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے۔

تو ہی تو ہے

محمد سلیم خان کا تعلق ماڈل کالونی، کراچی سے ہے۔ ان کی تعلیم انٹر (کامرس) ہے اور مقامی ادارے میں اکاؤنٹ اسسٹنٹ کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ان کے مشاغل میں روحانی کتب کا مطالعہ کرنا شامل ہے۔ ایک عرصے سے روحانی ڈائجسٹ کے قاری ہیں اور پہلی مرتبہ "روحانی ینگ رائٹرز کلب" میں شرکت کر رہے ہیں۔

میناولی تو ہی تو ہے اے خدا دوسرا کوئی نہیں
بجرا ہوا لامیں میں میرے سوا کوئی نہیں
پھیر دی جل کر چھری اس پر قصاب نے
گوشت اس کا کتا کچھ پکا کچھ بکا بازار میں
رہ گئیں آنتیں فقط میں میں سنانے کے لئے
ندا لے گیا ڈھنکی بنانے کے لئے
جب پڑی سونٹے کی چوٹ تانت گھبرانے لگی
میں کے بدلے بس تو ہی تو کی آواز آنے لگی
تو ہی تو ہے تو ہی تو اے خدا دوسرا کوئی نہیں

....

الفاظ	معنی
ندا	روئی دھنے والا (صاف کرنے والا)
ڈھنکی	جس سے روئی صاف کی جاتی ہے
سونٹا	ڈنڈا
تانت	روئی صاف کرنے والے آلے میں جو ڈوری لگی ہوتی ہے۔

دارالمطالعہ

کسی قوم کی ابتری یا برتری کا دارومدار علم پر ہوتا ہے۔ علم سے محروم افراد اور قومیں معاشی، معاشرتی اور اخلاقی لحاظ سے پستی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ علم کے فروغ کے لئے سلسلہ عظیمیہ کے کارکنان نے "عظیمیہ روحانی لائبریری" کے نام سے کراچی اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں دارالمطالعے قائم کئے ہیں۔ جہاں پر ہر خاص و عام کے لئے مفت مطالعہ اور ممبر شپ فری کی سہولت موجود ہے۔

برائے حضرات (کراچی)

1- R-127/9، عظیم سوسائٹی فیڈرل بی ایریا نزد ضیاء اسپتال۔ کراچی۔

2- A/8 ،C-1 ایریا، لیاقت آباد۔ کراچی۔

3- مکان نمبر L-319 سیکٹر 5C-4 نارتھ کراچی۔

4- مکان نمبر R-748 سیکٹر 15-A-1 عقب ہارون شاپنگ ایمپوریم، بفر زون، نارتھ کراچی۔

5- مکان نمبر 8 مسجد حنفیہ نزد بلاک نمبر 116 سیکٹر 11-F نیو کراچی۔

6- L-384 سیکٹر 5-D معمار آباد، سرجانی ٹاؤن۔ کراچی۔

7- پلاٹ نمبر 542 سیکٹر 8، ایل۔ مین چائنیز کارروڈ، نزد فاطمہ کلینک، اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔

8- مکان نمبر 286 سیکٹر 4-E نزد جامع مسجد محمدی، اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔

9- گلشن بہار سیکٹر 16 نزد عظیم ڈیکوریشن اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔

10- 106-1 نزد شہتاتی پیلس۔ شاہ فیصل کالونی نمبر 3۔ کراچی۔

11- S-2/854 نزد طیبہ مسجد، سعود آباد، ملیر کالونی۔ کراچی۔

12- ایریا 73 - B کہکشاں سوسائٹی۔ ملیر ہالٹ۔ کراچی۔

13- D 36 مکان نمبر 86 نزد بلدیہ گرلز اسکول، فٹبال گراؤنڈ (زمان آباد) لانڈھی۔ کراچی۔

14- مکان نمبر 71 سیکٹر R اورنگی ڈیڑھ نمبر، مین روڈ نزد فرحان کولڈ ڈرنک۔ کراچی

15- SC-8 باغ ابراہیم بالمقابل دانش کاٹھیاوی اسکول، ملیر سٹی۔ کراچی۔

16- 10/7 کاشانہ کلثوم، ڈرگ روڈ کینٹ بازار، نزد روبی ڈیکوریشن۔ کراچی۔

17- A-349 فیز 1، گلشن حدید۔ کراچی۔

18- سیکٹر نمبر B-5/3 پہلوی روڈ، منظور کالونی۔ کراچی۔

19- گلی نمبر 26 محمود آباد نمبر ساڑھے پانچ۔ کراچی۔

20- مکان نمبر 32 سیکٹر A/3 شاہراہ وقاص، سعید آباد بلدیہ ٹاؤن۔ کراچی۔

21- گلی نمبر 26، بلاک B، محمدی روڈ، شیر شاہ کراچی۔

22- نوالین گلی نمبر 3، محراب خان، عیسیٰ خان روڈ، لیاری۔ کراچی۔

23- 104/4 بالمقابل عید گاہ پارک۔ "D" روڈ، بہار کالونی، لیاری۔ کراچی۔

برائے خواتین (کراچی)

24- R-130/9، عظیم سوسائٹی۔ فیڈرل بی ایریا، ضیاء اسپتال۔ کراچی۔

25- مکان نمبر L-319 سیکٹر 5C-4 نارتھ کراچی۔

26- مکان نمبر R-743 سیکٹر 15-A-1 عقب ہارون شاپنگ ایمپوریم بفر زون۔ نارتھ کراچی۔

27- مکان نمبر 261 سیکٹر 13-F اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔

28- مکان نمبر R-1-3/13 قصبہ کالونی، منگھو پیر روڈ۔ کراچی۔

29- BN-48 بلاک "M" بینظیر کالونی سیکٹر نمبر ساڑھے گیارہ اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔

30- D4/99 ملیر کالونی، نشتر اسکوائر۔ کراچی۔

31- مکان نمبر 9-10 گلی نمبر 1 سیکٹر C، پنجاب روڈ منظور کالونی۔ کراچی۔

32- D-37 گلی نمبر 19۔ محمود آباد 5۔ کراچی۔

33- MC-150 سروے نمبر 97 گرین ٹاؤن۔ کراچی۔

برائے حضرات (سندھ)

34- نسیم سٹی سینٹر، بدین۔

35- خانزادہ محلہ یونٹ نمبر 5 شاہی بازار نوشہرو فیروز۔

36- نزد سندھ الیکٹرک اسٹور بھریاسٹی۔ ضلع نوشہرو فیروز۔

37- حق باہو آٹو ورکس، اسٹیشن روڈ بھریا روڈ۔ ضلع نوشہرو فیروز۔

38- B-11,12 قلعہ ایریا عقب پولیس اسٹیشن ٹنڈوالہ یار، ضلع حیدر آباد۔

39- مکان نمبر 68 بلاک نمبر D یونٹ 9 لطیف آباد، حیدر آباد۔

40- دکان نمبر 485 بلاک C بلدیہ شاپنگ کمپلیکس، میرپور خاص۔

41- محلہ اولڈ ٹاؤن، محراب پور۔ ضلع نوشہرو فیروز۔

42- نزد تاج امروٹی مسجد، محلہ رحمت پور، لاڑکانہ۔

43- محلہ کڑی عطا محمد خان، شکارپور۔

44- نزد HBL ڈگری، ٹنڈو غلام علی روڈ، ڈگری ضلع میرپور خاص۔

برائے خواتین (سندھ)

45- معرفت لیاقت علی، صدیق کمہار گوٹھ، مکان نمبر 542 وارڈ نمبر 6۔ بدین۔

46- کلیم پیلس 48/c بلاک E یونٹ نمبر 8 لطیف آباد، حیدر آباد۔

47- قاضی عبدالقیوم روڈ، گاڑی کھاتہ، حیدر آباد۔

48- ہاؤس ڈاکٹر ذوالفقار علی سیف نور اسلام محلہ سانگھڑ۔

49- مکان نمبر 150 بلاک 2، نزد مجید سائیکل ورکس، ایم اے جناح روڈ سانگھڑ۔

50- معرفت منور احمد خان۔ فوڈ انسپکٹر شاہی بازار شاہ پور چاکر سانگھڑ۔

51- کریم ٹاؤن نزد قائم سینما، میرپور خاص

52- نزد مہاجر مسجد، ٹنڈو غلام علی روڈ ڈگری۔ ضلع میرپور خاص۔

53- مکان نمبر F/137 657 نزد میرپور خاص میڈیکل اسٹور اسکیم نمبر 2 سٹلائٹ ٹاؤن۔ میرپور خاص۔

برائے حضرات (پنجاب)

54- بہار کالونی نمبر 2 نزد اتفاق ہسپتال، کوٹ لکھپت روڈ، لاہور۔

55- اقبال پورہ گلی نمبر 4، سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ۔

56- نزد غوثیہ مسجد، کچہری روڈ، منڈی بہاؤالدین۔

57- بمقام ڈاکخانہ پھلوکی براہ قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ۔

58- گلی نمبر 6/17 نزد آفس کونسلر محمد پورہ، فیصل آباد۔

59- گلی نمبر 2 محلہ رحمت آباد سرگودھا روڈ گجرات۔

60- گلی نمبر 1 کمرہ نمبر 109 فرسٹ فلور قادر منزل محلہ عثمان پورہ۔ راولپنڈی۔

61- نزد فیلڈین پبلک اسکول فیصل کالونی نمبر 2 فیصل آباد روڈ۔ اوکاڑہ۔

62- MCB 3/508 محلہ عثمان آباد راولپنڈی روڈ، چکوال۔

63- نزد حوالدار ہوٹل، بڑکی روڈ، گوجر خان۔

64- D-273 لین نمبر 12 لالہ رخ، واہ کینٹ۔

برائے خواتین (پنجاب)

65- ڈاکخانہ پھلوکی براہ قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ۔

66- 2 - A - 88 پنجاب گورنمنٹ ہاؤسنگ سوسائٹی۔ نزد جوہر ٹاؤن لاہور۔

67- 9، بیڈن روڈ، لاہور۔

68- E-23 اولڈ تھرمل پلانٹ، عبداللہ پور، فیصل آباد۔

برائے حضرات (سرحد)

69- نزد ڈاکخانہ، ڈب نمبر 1، مانسہرہ

70- سٹی پلازہ۔ گھنٹہ گھر، پشاور۔

برائے حضرات (آزاد کشمیر)

71- کلیال بلڈنگ چوک شہیداں۔ میرپور آزاد کشمیر۔

72- بالمقابل فرنیچر 2000، دوسری منزل ریڈیو اسٹیشن چوک، مظفر آباد، آزاد کشمیر۔

برائے خواتین (بلوچستان)

73- 10-9/2856 قلات اسٹریٹ عبداللہ جان کالونی۔ جیل روڈ ہدہ۔ کوئٹہ۔

74- مکان نمبر 23 شیخان اسٹریٹ، ارباب کرم خان روڈ، کوئٹہ۔

میرا پیغام ہے!

آپ اپنے کسی دوست، رشتہ دار، معاشرے کے کسی فرد یا روحانی ڈائجسٹ کے کسی مضمون نگار کے نام کوئی پیغام دینا چاہتے ہوں تو ہمیں ایک صفحے پر تحریر کرکے ارسال کردیجئے۔ ذاتی نوعیت کے پیغامات کی اشاعت کیلئے جس فرد کو پیغام دیا جارہا ہے اس کا مکمل پتہ بھی ضرور تحریر کریں۔

میرا پیغام مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے نام ہے!

آپ نے مجھے اپنا روحانی طالب علم بناکر مجھ گناہ گار پر جو احسان کیا ہے میں وہ احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گا۔ اللہ پاک کی ذات آپ پر اور ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ اور آپ کو صحت و تندرستی عطافرمائے۔ (آمین) گذارش یہ ہے کہ یہاں سمندری میں نہ کوئی مراقبہ ہال ہے اور نہ ہی عظیمیہ روحانی لائبریری قائم ہے میری آپ سے درخواست ہے کہ سمندری میں بھی ایک عظیمیہ روحانی لائبریری قائم کی جائے تاکہ لوگ آپ کی ایمان افروز کتابوں سے مستفید ہو سکیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ کبھی تھوڑا سا وقت نکال کر سمندری ضرور تشریف لائیں ہم آپ کی آمد کے منتظر ہیں۔

(وسیم ناز تبسم۔ غوثیہ کالونی، سمندری)

میرا پیغام نگران مراقبہ ہال آزاد کشمیر (کالڑہ ٹاؤن) کے نام ہے!

میں جناب حاجی ادریس اور سعیدہ ادریس کے بے لوث خلوص، اپنائیت، شفقت اور عمدہ میزبانی کی تہہ دل سے ممنون ہوں۔ اس کے علاوہ باجی فرزانہ اور ان کے اہل خانہ کے خلوص، حسن سلوک اور عمدہ میزبانی کی دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔

(رخسانہ کوثر۔ لاہور)

میرا پیغام اپنی کزن اور دوست شاہ تبسم کے نام ہے!

میٹرک کے امتحان میں "A" گریڈ سے کامیابی حاصل کرنے پر آپ کو میری جانب سے دلی مبارک باد اور نیک تمنائیں۔

(فرزانہ انجم۔ لانڈھی، کراچی)

میرا پیغام محمد نصیر الدین کے نام ہے!

نصیر تم نے جب سے گھر تبدیل کیا ہے ایک مرتبہ بھی ملاقات نہیں ہوئی۔ میں نے تمہارا گھر کافی تلاش کیا لیکن ناکامی ہوئی تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ سے رابطہ کرو اپنا ٹیلی فون نمبر ہی دے دو تاکہ میں تم سے رابطہ کروں۔

(محمد سلیم۔ لانڈھی، کراچی)

میرا پیغام ناظم آباد (ناتھ کراچی) لائبریری (برائے خواتین) کی لائبریرین اور اپنی مخلص دوست ڈاکٹر سیما عرشی کے نام ہے!

ڈیئر سیما تمہاری سالگرہ پر بہت ساری دعاؤں کے ساتھ صرف تمہارے لئے یہ شعر پیش ہے۔

تیری حیات کا ہر لمحہ شاداں گزرے
بہار سجدہ کرے تو جہاں جہاں گزرے
خدا نصیب کرے تجھے ساعت سعید
تو سرخرو ہو جب کوئی امتحاں گزرے

(روبینہ خان۔ ناتھ کراچی)

میرا پیغام بدین میں مقیم رضیہ صاحبہ کے نام ہے!

ماہ نومبر کے روحانی ڈائجسٹ میں آپ کا پیغام بدین میں قائم عظیمیہ روحانی لائبریری کی انتظامیہ کے نام شائع ہوا ہے۔ آپ نے لائبریری بند ہونے کے حوالے سے جو شکایت بیان کی ہے وہ ہمارے خیال میں کسی غلط فہمی کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے۔ الحمدللہ لائبریری پابندیٔ وقت کے ساتھ کھلتی ہے۔ آپ کسی روز لائبریری اوقات میں تشریف لائیں انشاءاللہ آپ کی شکایات اور غلط فہمیاں دور ہوجائیں گی۔ روحانی علوم کے حصول کے لئے آپ کا جذبہ ہمارے لئے نہایت قابل قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں مزید اضافہ فرمائیں۔ (آمین)

(عذرا کوثر۔ لائبریرین عظیمیہ روحانی لائبریری۔ صدیق ٹاؤن بدین)

میرا پیغام پاکستان کے شہریوں کے نام ہے!

خدارا آپس کے اختلافات و مسائل کو بھلا کر اس دیس کی ترقی و کامرانی کو پروان چڑھائیں اور اس پیارے وطن کو جنت کا ٹکڑا بنائیں۔

آپ سب کے لئے دعا گو!

(نعمان شہزاد۔ ضلع رحیم یار خان)

میرا پیغام تنویر پھول کے نام ہے!

محترم تنویر پھول صاحب میں آپ کے اشعار اور نظمیں کئی ماہناموں میں پڑھ چکی ہوں۔ آپ کی شاعری کی زبان بہت سلیس اور عام فہم ہے۔ روحانی ڈائجسٹ کے اس کالم کے ذریعے بھی آپ کے کئی پیغامات اب تک میری نظر سے گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقی عنایت کرے۔ (آمین)

(شاہدہ سلطان۔ حیدر آباد)

اسلام اور عصر حاضر

معزز قارئین کرام اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں!

گذشتہ دو صدیوں سے پے در پے سائنسی ایجادات نے انسان کے شعوری ارتقاء کی رفتار کو تیز تر کر دیا۔ رفتہ رفتہ فاصلے سمٹنے لگے اور ایک خطے سے دوسرے خطے تک انسان کی رسائی مہینوں کے بجائے گھنٹوں میں ہونے لگی۔ یوں صدیوں کے دوران ایک تہذیب دوسری تہذیب پر جو اثرات صدیوں میں مرتب کر سکتی تھی ذرائع ابلاغ کے بہ جہت پھیلاؤ سے وہ اثرات سالوں میں مرتب ہونے لگے۔ موجودہ دور کے انسان کو ایسے نظام کی شدید ضرورت محسوس ہوئی جو بدلتے ہوئے حالات میں ان کے معاشرتی، اقتصادی، معاشی اور روحانی تقاضوں کی تکمیل میں مدو معاون ثابت ہو سکے۔

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے گذشتہ دو صدیوں کے دوران نوع انسانی کی فلاح وبقا کے نام پر کئی نظام ہائے حکمت متعارف کرائے گئے۔

+ ...... کمیونزم نے ریاست، خاندان، مذہب اور نجی ملکیت کو یکسر رد کر دیا لیکن چند دہائیوں کے عملی تجربات سے اس کے نظریات باطل ثابت ہوئے ان تمام ممالک میں جہاں کمیونسٹ نظام کا تجربہ کیا گیا تھا آج عدم مساوات کا دور دورہ ہے۔ اس نظام کے زمیں بوس ہوتے ہی دنیا کی دوسری بڑی عالمی طاقت روس 21 آزاد ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔

+ ...... سوشلزم کا ریاستی اشتراک، سرمایہ داری کی دوسری شکل اختیار کر گیا سرمایہ داروں نے ریاست کی مشینری پر غلبہ حاصل کر کے اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

+ ...... لبرل ازم آج برطانیہ، امریکہ اور مشرقی یورپ کے کئی ممالک میں رائج ہے۔ یہ ایک مکمل مادہ پرست نظام ہے جس کی بنیاد صرف اور صرف سرمایہ ہے۔ سرمائے کو زندگی کا مقصد قرار دینے سے لبرل معاشرے کے افراد بھی بہت سے اجتماعی حقوق سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ ترقی یافتہ معاشروں میں بھی امیری اور غریبی کا فرق ہوشربا حد تک بڑھتا جا رہا ہے۔

لبرل ازم اور گلوبلائزیشن کا فروغ اس منصوبے کا حصہ محسوس ہوتا ہے جس کے تحت کوششیں کی جا رہی ہیں کہ ساری دنیا کی معیشت کو آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور دیگر عالمی مالیاتی اداروں کے ذریعے اپنے پنجوں میں جکڑ لیا جائے اور دنیا بھر کے انسانوں کو ذرائع ابلاغ کے جال میں پھانس کر انہیں اپنا ذہنی، فکری، علمی اور معاشرتی غلام بنا لیا جائے۔ اس کی ایک مثال بیسویں صدی کے آخری عشرے کی ابتداء میں دیکھی جا سکتی ہے جب خلیج کی جنگ کے ذریعے "جواز" پیدا کر کے مشرق وسطیٰ اور سعودی عرب میں امریکی فوجوں کو مستقل قدم جمانے کا راستہ نکالا گیا۔

آج بظاہر یہ نظام پے در پے کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا نظر آ رہا ہے لیکن در پردہ اس نظام کے گرد ایک ان دیکھا مالیاتی بحران بھی حلقہ کئے ہوئے ہے جو اپنے اندر پوری عالمی معیشت زمیں بوس کرنے کے امکانات بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ اب نظریاتی تصادم کے ساتھ ساتھ معاشی تصادم کے اندیشے بھی بڑھتے جا رہے ہیں اگر یہ تصادم شروع ہو گیا تو پھر اس کو روکنا ممکن نہ ہو گا کیوں کہ اس تصادم میں ایٹمی ہتھیاروں کے زبردست ذخائر کا استعمال ہو سکتا ہے۔ اور جو کچھ بھی ہو گا وہ گذشتہ تمام جنگوں سے زیادہ ہولناک اور خوفناک ہو گا۔ عالمی حالات وواقعات کے اس تناظر میں آپ سے ہمارا سوال ہے کہ

ان حالات میں جب کہ نوع انسانی کی بقاء کو ہی خطرہ لاحق ہو اور اجتماعی طور پر زندگی بسر کرنے کے لئے متعارف

کرائے گئے تمام نظام حکمت بھی ناکام ہو چکے ہوں تو ......

❊ کیا اسلام پوری دنیا کے انسانوں کے لئے بقا کا ذریعہ بن سکتا ہے ؟

❊ نوع انسانی کے لئے اجتماعی پلیٹ فارم کی تشکیل کے لئے اہل اسلام کو کیا کرنا چاہیے ؟

آپ نے مندرجہ بالا نوٹ اور اس میں اٹھائے گئے سوالات ملاحظہ فرمائے۔ ان سوالات پر آپ ٹیلی فون یا ڈاک کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں۔ آپ کی قیمتی آراء کو روحانی ڈائجسٹ "قلندر بابا اولیاءؒ نمبر" جنوری 2001ء میں شائع کیا جائے گا۔ رائے ارسال کرنے کا طریقہ یہ ہے۔

1- اگر آپ بذریعہ ڈاک اپنی رائے دینا چاہتے ہیں تو ایک صفحے پر تحریر کر کے کوپن اور اپنی تصویر کے ہمراہ درج ذیل پتے پر اس طرح ارسال کیجئے کہ ہمیں 15 دسمبر تک موصول ہو جائے۔ لفافے پر "عصر حاضر اور اسلام" ضرور تحریر کر دیں۔

روحانی ڈائجسٹ، D-1 ، 1/7، ناظم آباد، کراچی۔ 74600

2- بذریعہ ٹیلی فون یکم دسمبر سے دس دسمبر تک رائے دی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے

کراچی، 6685469 پر صبح 10 بجے سے دوپہر 12 بجے

حیدرآباد، 866411 پر شام 7 بجے سے رات 9 بجے

لاہور، 7243541 پر شام 3 بجے سے 4 بجے

راولپنڈی، 584557 پر ڈھائی بجے سے 4 بجے شام

فیصل آباد، 719065 پر صبح 10 بجے سے 1 بجے تک علاوہ جمعہ

کوئٹہ، 837187 پر شام 7 بجے سے رات 9 بجے تک علاوہ اتوار

کے دوران آپ اپنی رائے نام، تعلیم، پیشے اور مکمل پتے کے ساتھ لکھوا سکتے ہیں۔

✂ --

* ...... اسلام اور عصر حاضر ...... *

نام..

تعلیم.............................. عمر.............................. پیشہ..............................

مکمل پتہ..

....

(اپنی قیمتی رائے کے ساتھ یہ کوپن پُر کر کے منسلک کریں)

لمحاتِ مسرت

☆...... مرکزی مراقبہ ہال کراچی کے رکن محمد حسین کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔ مرشد کریم نے نومولود کا نام عبدالقدیر تجویز کیا ہے۔

☆...... مرکزی مراقبہ ہال کے سرگرم رکن شوکت علی اور عفت عذرا کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔ مرشد کریم نے صاحبزادے کا نام فراست علی تجویز کیا ہے۔

☆...... راولپنڈی مراقبہ ہال کے سرگرم رکن رزاق خان رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

☆...... نگران مراقبہ ہال دریا خان صوفی محمد یامین کے صاحبزادے محمد رمضان کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا۔

☆...... کوٹ ادو مراقبہ ہال کے سرگرم رکن محمد بلال کی ماموں زاد بہن کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔

☆...... کوٹ ادو مراقبہ ہال میں سلسلہ عظیمیہ کے دوست محمد بلال کے کزن وقار اسد نے B.A کے امتحان میں نمایاں نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔

☆...... کوٹ ادو مراقبہ ہال کے رکن عبدالحفیظ کے بھائیوں محمد سلیم اور محمد ادریس کو اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے بیٹیوں کی رحمت سے نوازا ہے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری لطیف آباد حیدر آباد کی لائبریرین شازیہ شیخ کی بہن عظمیٰ وسیم کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت سے نوازا ہے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری مظفر آباد کے لائبریرین شیخ طاہر رشید کے بھائی شیخ شوکت رشید کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت سے نوازا ہے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری محمد پورہ فیصل آباد کے معاون محمد عاطف نواز کے بھائی میاں کاشف نواز رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری محمد پورہ فیصل آباد کے معاون محسن فاروق رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

☆...... مراقبہ ہال فیصل آباد کے سینئر رکن سردار محمد کو اللہ تعالیٰ نے عمرہ کی سعادت نصیب فرمائی۔

☆...... مراقبہ ہال فیصل آباد کے رکن منظور حسین رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

☆...... سلسلہ عظیمیہ کی دوست نسرین کی بھانجی اور نجمہ صاحبہ کی صاحبزادی مراقبہ ہال چنیوٹ کی متحرک رکن نوشین رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔

☆...... مراقبہ ہال چنیوٹ کے سرگرم رکن چاچا عاشق علی کے بیٹے محمد ارشد رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

☆...... چنیوٹ میں سلسلہ عظیمیہ کے رکن نعیم احمد گذشتہ دنوں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری گلشن بہار اور نگی ٹاؤن کراچی کے رکن کرم الٰہی کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ نرینہ سے نوازا ہے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری واہ کینٹ کے رکن عرفات احمد کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ نرینہ سے نوازا ہے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری (برائے خواتین) محمود آباد کراچی کی رکن فیروزہ خانم کو اللہ تعالیٰ نے پوتی کی رحمت سے نوازا ہے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری (برائے خواتین) محمود آباد کراچی کی رکن یاسمین رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری لانڈھی کراچی کے سرگرم رکن سید محمد علی جوہر ہاشمی کی بھانجی شاہ عبدالخالق، سبحان علی سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔

☆...... مراقبہ ہال کوٹ ادو کے سرگرم رکن قیصر امین کے دو بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی اور بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔

☆...... مراقبہ ہال پشاور کے نائب نگران شاہد درانی کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔

☆...... مراقبہ ہال پشاور کے سرگرم رکن علی گوہر کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی خوشیوں سے سرفراز فرمایا ہے۔

روحانی مشن کی سرگرمیوں پر مبنی روداد

ملک کے مختلف شہروں میں قائم مراقبہ ہالز کے نگراں اور عظیمیہ روحانی لائبریری کے لائبریرین خواتین و حضرات سے درخواست ہے کہ اگر آپ لمحاتِ مسرت اور سانحہ ارتحال کے لئے کوئی خبر یا افق کے کالم کے لئے کسی پروگرام کی رپورٹ ارسال فرما رہے ہیں تو از راہِ مہربانی مراقبہ ہال یا عظیمیہ روحانی لائبریری کے مصدقہ لیٹر ہیڈ پر ارسال کریں۔ بصورتِ دیگر رپورٹ یا خبر کی اشاعت ممکن نہ ہو سکے گی۔ اہم تقاریب کی رپورٹ کے ہمراہ تصاویر بھی ارسال فرمائیں۔ تصاویر صاف اور واضح ہوں۔ مقررین کی تصاویر ایک ہی رُخ اور یکساں فاصلے سے لی گئی ہوں نیز مخاطب کے چہرے کے نقوش نمایاں ہوں۔ لمحاتِ مسرت اور سانحہ ارتحال کی خبریں ہمیشہ علیحدہ علیحدہ کاغذ پر ارسال کریں۔ بصورتِ دیگر خبر شائع نہیں ہو سکے گی۔

مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں تعلیمی پروگرام

(رپورٹ: نعمان ظفر)

19 نومبر بروز اتوار مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں ضلع وسطی اور ضلع جنوبی کے اراکین سلسلہ عظیمیہ کا تعلیمی تعارفی پروگرام عظیمیہ جامع مسجد، مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن میں منعقد ہوا اس موقع پر قلندر شعور فاؤنڈیشن کے جنرل سیکریٹری اور سلسلہ عظیمیہ کے شعبہ نظم کے نگراں وقار یوسف عظیمی نے تعلیمی پروگرام کے نکات اور اس سلسلے میں معلمین اور مدرسین کی ذمہ داریوں سے حاظرین کو آگاہ کیا۔ سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے برطانیہ کے شہر لندن سے ٹیلیفون کے ذریعے خطاب فرمایا۔

الشیخ عظیمی صاحب انگلینڈ سے ٹیلیفون کے ذریعے خطاب کر رہے ہیں

اس موقع پر اپنے خطاب میں الشیخ عظیمی نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے بعد کہا الست بربکم تو روحوں نے اس کا جواب دیا بلیٰ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ روح اللہ کی آواز سن چکی ہے اور اللہ کو دیکھ چکی ہے جب کوئی بندہ اپنی روح سے واقف ہو جاتا ہے تو چونکہ روح ازل میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کر چکی ہے اللہ کی آواز سن چکی ہے اس

اور اس کی ربوبیت کا اقرار ہے۔ یہی سلسلہ عظیمیہ کا مقصد ہے"۔

الشیخ عظیمی نے مزید فرمایا

"اچھائی اور برائی کا تصور ہمارے اندر ضمیر پیدا کرتا ہے۔ ضمیر حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے مطابق نور باطن ہے۔ ضمیر کی وجہ سے کسی برے کام کے بعد ہمارے اندر، تکلیف اور بے چینی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ ضمیر ہی کی وجہ سے اچھے کام کے بعد ہمارے اندر خوشی اور اطمینان کی لہریں دوڑتی ہیں۔ انسان کے اندر اصل چیز ضمیر ہی ہے جو اسے اچھائی اور برائی سے آگاہ کرتا ہے۔ ضمیر نور باطن ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق

"اللہ نور السموات والارض"۔

مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں منعقدہ تعلیمی پروگرام سے وقار یوسف عظیمی، عرفان بساطیہ اور داؤد کمال خطاب کر رہے ہیں

اللہ کا نور آپ کے اندر ہے اور وہ نور روح ہے۔ روح کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اسی روشنی سے انسان جب اپنے اندر جھانکتا ہے تو وہ اپنی روح کے قریب ہو جاتا ہے"۔

وقار یوسف عظیمی نے اپنے خطاب میں کہا "ہمارے لئے معاشرے کی اخلاقی اقدار اور آداب زندگی کو جاننا نہایت ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اگر روحانیت کے راستے پر چلنے والے لوگ سماجی ادب آداب اور اخلاق کی پاسداری کو اپنے اندر سے نکال دیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ روحانیت کی راہ پر چلنے والے مبتدی پر یہ ذمہ داریاں عام آدمی سے زیادہ ہو جاتی ہیں۔ سلسلہ عظیمیہ کا مقصد و محور پیغمبرانہ طرز فکر کا حصول ہے۔ آپ اور ہم پر لازم ہے کہ پیغمبرانہ طرز فکر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی راہ پر

لئے روح سے واقف بندہ کو اللہ کا عرفان حاصل ہو جاتا ہے۔ سلسلہ عظیمیہ کا مشن بھی یہی ہے کہ انسان اپنی روح سے واقف ہو۔ انسان اللہ کو جانتا ہو اسے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہو۔ کائنات کا کوئی روپ اسے دھوکا نہ دے سکے۔ اگر آپ روحانی علوم سیکھنا چاہتے ہیں، اللہ سے قریب ہونا چاہتے ہیں، رب العالمین کے مقربین میں سے ہونا چاہتے ہیں تو آپ پر لازم ہے کہ اپنی روح کو تلاش کریں۔ جس نے اللہ کو دیکھ کر کہا تھا "بلیٰ" "جی ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ اگر انسان نے اپنا یہ وصف پورا کر دیا۔ اس نے اللہ کو پہچان لیا تو انسان کی تخلیق کا مقصد پورا ہو گیا۔ اگر آپ کو اپنا شرف تلاش کرنا ہے، حیوانات سے خود کو ممتاز کرنا ہے تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ آپ اس روح کو تلاش کریں جس روح نے خالق کائنات کو دیکھا ہے، اس کی آواز سنی ہے

گامزن ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور اپنی جانب سے پوری کوشش بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوتی ہے"۔

اس موقع پر ضلع وسطی کراچی کے نگراں مراقبہ ہال محمد عرفان بساطیہ نے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے حاضرین کے سامنے تعلیمی پروگرام کی وضاحت کی۔ قبل ازیں پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ سے ہوا، تلاوت داؤد کمال نے کی۔ اس کے بعد نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی گئی۔

اس تعلیمی پروگرام میں سلسلہ عظیمیہ کے ارکان کی علمی تربیت کے لئے کراچی کے مختلف علاقوں میں جن خواتین و حضرات کو ذمہ داریاں دی گئیں ان کے نام یہ ہیں:

آصف داؤد کمال۔ عامر جمال۔ زبیر احمد۔ سید باسط علی۔ سلمان سلطان۔ مرزا مسرور بیگ۔ نصرت فاطمہ۔

مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں منعقدہ تعلیمی پروگرام کے شرکاء

نعمان احمد ریاض۔ ایم عارف۔ ظہور احمد۔ امجد علی۔ اے وحید۔ ایم عارف۔ محبوب خان۔ عابد لیاقت۔ ایم اعظم۔ ایس عابد علی۔ ذاکر حسین۔ شمشیر خان۔ عبید خان۔ عبدالرؤف۔ ایم یوسف۔ ایم عمران۔ در شہوار۔ شمع ضمیر۔ عفت عذرا۔ مسز شفقت۔ شیریں فیروز۔ حمیدہ۔ آمنہ ہما۔ نرگس سلیم۔ سید امتیاز علی۔ بدر الدین۔ اقبال حسن۔ محمد عدنان۔ محمد عمر فاروق۔ نوید مشفق۔ سید اسد علی۔ زرتاب فہیم الحق۔ محمد علیم الدین۔ اخلاق احمد۔ اظہر قریشی۔ محمد سہیل۔ عرفان احمد۔ شکیل الرحمٰن شمسی۔ محمد ارسلان خان۔ محسن شہزاد۔ عامر احمد۔ انیس الحق۔ ایم عارف۔ ایم آصف اقبال۔ ایم تنویر عالم۔ ایم ذیشان۔ رضوان احمد۔ عرفانہ کوثر۔ بلقیس فاطمہ۔ آسیہ تقی۔ شہلا پروین۔ پروین اختر۔ شازیہ بشیر۔ حنا شہزاد۔ ریتا خالق۔ سیما ناز۔ زاہدہ خاتون۔ ناہید کوثر۔ نگہت یاسمین۔ مہ جبین صدیقی۔ شمس النساء۔ روبینہ اسعد۔ رفیعہ سلطانہ۔ ثریا رشید بیگ۔ ناہید فاطمہ۔ رخسانہ پروین۔

پروگرام کے اختتام پر ذکر اور مراقبہ ہوا۔ آخر میں دعا

کی گئی۔

عظیمیہ رنگ و نور لیب مانچسٹر
کی نئی پیش رفت

(رپورٹ: شاہد سلیم۔ نیلسن، انگلینڈ)

کلر تھراپی کی فیلڈ میں باقاعدہ طور پر کام پچھلی صدی ہی سے شروع ہو چکا ہے۔ معروف روحانی اسکالر جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے کلر تھراپی کو بطور میڈیسن متعارف کرانے کے لئے نہایت آسان اور عام فہم زبان میں دو کتابیں "رنگ و روشنی سے علاج" اور "کلر تھراپی" کے نام سے تحریر کی ہیں۔ ان کتابوں سے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔

کسی بھی رنگ کو بطور میڈیسن جسم کے مختلف حصوں پر استعمال کرنے کے بہت سے طریقے ہیں جن میں رنگین روشنی کو سائنسی طریقے سے جسم میں داخل کرنے کا ایک طریقہ رائج ہے۔ عام طور پر اس مقصد کے لئے سیلوفین پیپر Transparent Coloured Paper کا استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس طریقے میں قباحت یہ ہے کہ Transparent Coloured Paper کا ایک مخصوص رنگ ہونے کی وجہ سے ہم کسی ایک رنگ کے مختلف شیڈز حاصل نہیں کر سکتے۔ اس سلسلے میں کسی بھی بیماری کے مکمل طور پر خاتمے کے لئے ہمیں ایک خاص Scientific Machine کی ضرورت تھی جو تمام رنگوں کے مختلف شیڈز مہیا کر سکے تاکہ ہر بیماری کا مکمل طور پر سدباب کیا جا سکے۔ مثال کے طور پر ایک ہائی بلڈ پریشر کے مریض

گلزار احمد بنیال

کو آرتھرائٹس Arthritis کا عارضہ ہے جس کے لئے اُسے Red یا Orange رنگ دیا جاتا ہے۔ لیکن Red یا Orange رنگ دینے سے اُس کا بلڈ پریشر مزید ہائی ہو جائے گا۔ لہٰذا اُس مریض کو Red یا Orange رنگ کے ہلکے شیڈ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اُس کے Arthritis کا بھی علاج ہو جائے اور اُس کا بلڈ پریشر بھی مزید نہ بڑھے۔

دیکھا جائے تو یہ وقت کی ایک اہم ضرورت تھی جس کو ممتاز روحانی اسکالر جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے بڑی شدت سے محسوس کیا لہٰذا ان کے حکم کے مطابق 1994ء میں مانچسٹر میں "عظیمیہ رنگ و نور لیب" قائم کی گئی جس کا اولین مقصد خاص طور پر کلر تھراپی کی فیلڈ میں تحقیق تھا۔ الشیخ عظیمی نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کوالیفائڈ کلر تھراپسٹ ڈاکٹر گلزار احمد بنیال کا انتخاب کیا جو اس فیلڈ میں خاصا تجربہ رکھتے ہیں۔

گلزار احمد بنیال نے 1994ء میں "عظیمی کلر اسکوپ مارک 1" کے نام سے ایک مشین تیار کی تھی جو دیکھنے میں بظاہر ایک سادہ سی مشین تھی لیکن یہ کلر تھراپی کی فیلڈ میں بہت مفید ثابت ہوئی۔ انہوں نے اس مشین کی Demonstration بھی اسی سال مانچسٹر میں کی تھی۔ لیکن اس کے فوراً بعد ہی انہوں نے اس قسم کی ایک دوسری مشین "مارک II" کی تیاری شروع کر دی، شاید وہ اپنی مشین "مارک I" سے پوری طرح مطمئن نہیں تھے۔ بہر حال "مارک II" کی تیاری کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اس مشین سے رنگوں کے مختلف شیڈز حاصل کئے جائیں۔ لہٰذا کافی سالوں کی جدوجہد اور انتھک محنت کے بعد گلزار احمد بنیال اگست 2000ء تک کلر تھراپی کی فیلڈ میں ایک جدید مشین تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے، جس کا باقاعدہ افتتاح الشیخ عظیمی نے 10 ستمبر 2000ء کو اپنے دستِ مبارک سے کیا۔ اس موقع پر الشیخ عظیمی نے گلزار احمد بنیال کو "سائنٹسٹ" کا خطاب دیتے ہوئے ان کی اس کوشش کو

بہت سراہا۔

اب تک کلر تھراپی کی فیلڈ میں تین مشینیں بنائی گئی ان سے مختلف رنگوں کے زیادہ سے زیادہ 12 شیڈز حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر گلزار احمد بنیال کی مشین "Azeemi Colour Modulator Mark II" سے دس رنگوں کے 44 شیڈز لئے جا سکتے ہیں جو کہ اب تک ایک ریکارڈ ہے۔

اس مشین کی تیاری کے دوران گلزار احمد بنیال نے ایک اہم بات کا خاص خیال رکھا وہ یہ کہ علاج کے دوران مریض کو صرف رنگین روشنی ہی دی جا سکے۔ کیونکہ عام طور پر جب اس قسم کی مشین سے مریض کو روشنی دی جاتی ہے تو بلب کی روشنی کے ساتھ ساتھ بلب کی اپنی حدت بھی نکلتی ہے جو اُس رنگ میں سرخ رنگ کا مزید اضافہ کر کے رنگ کے شیڈ کو یکسر بدل دیتی ہے اور پھر ہم اُس رنگ کے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر پاتے۔ لہٰذا اس مسئلے کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ اس مشین کے اندر انہوں نے ایک

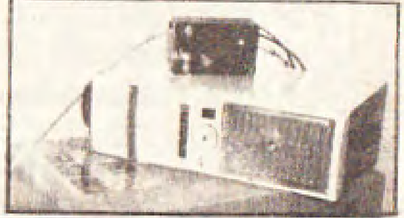

بہترین اور عمدہ قسم کا Cooling System لگایا ہے جو علاج کے دوران صرف خاص رنگ کی روشنی ہی کو جسم پر اثر انداز ہونے دیتا ہے اور بلب کی حدت خارج نہیں ہونے دیتا۔

گلزار احمد بنیال کی اس اچھوتی پیش رفت کو دیکھ کر مجھے بہت اشتیاق ہوا کہ اس حوالے سے اُن سے ایک انٹرویو لے کر روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ ہمارا سب سے پہلا سوال یہ تھا......

☆ گلزار صاحب سب سے پہلے آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کلر تھراپی کی فیلڈ میں کیسے آئے اور کتنے عرصے سے اس فیلڈ میں ریسرچ کر رہے ہیں؟

گلزار احمد بنیال: یہ تقریباً 1991ء کی بات ہے میں اس وقت ناک کے Sinus کی بیماری میں مبتلا تھا جس کے لئے میں نے ناک کا آپریشن بھی کرایا۔ بہت دوائیاں کھائیں مگر کوئی فرق نہ پڑا۔ جڑی بوٹیاں، یونانی اور ہومیوپیتھی علاج کرائے یعنی تمام نُسخے آزما کر دیکھ لئے لیکن بیماری میں کوئی فرق نہ پڑا۔ انہی دنوں الشیخ عظیمی کی کتاب رنگ و روشنی سے علاج کا مطالعہ کر کے اس میں دی گئی ہدایات کے مطابق میں نے خود اپنا علاج شروع کیا۔ جس سے چند ہی دنوں میں مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے اس کتاب کو زیادہ توجہ اور گہرائی سے پڑھنا شروع کیا اور پھر اس

" Azeemi Colour Modulator Mark II "

میں بتائے گئے طریقہ علاج پر مزید تجربات شروع کر دیئے۔ سال 1993ء میں ، میں پاکستان سے انگلینڈ آگیا۔ یہاں آکر ایک کلر تھراپی اسکول سے کلر تھراپی میں ڈپلومہ حاصل کیا ۔اس کے بعد ایک کالج سے کلر ریفلیکسولوجی اور ہومیوپیتھی میں ڈپلومے حاصل کئے۔ حال ہی میں اسی کالج سے Kinesiology Macrobiotics Vibrational Medicine اور Aura Therapy میں ڈپلومے حاصل کئے ہیں۔

☆ اب تک آپ نے کلر تھراپی کی فیلڈ میں جو علم حاصل کیا ہے۔ کیا وہ کافی ہے یا آپ اس سے آگے کوئی ڈگری وغیرہ حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

گلزار احمد بنیال : میں نے Durham University U.K میں Complementry Medicine میں پی ایچ ڈی Ph.D کرنے کے لئے اپلائی کیا تھا اور حال ہی میں مجھے یونیورسٹی کی طرف سے پی ایچ ڈی کی آفر ہوئی ہے۔ میں کلر تھراپی میں پی ایچ ڈی کرنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ڈگری کی Requirments کے مطابق آدھی سے زیادہ ریسرچ تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔

☆ اگر ایک شخص بیمار ہے اور وہ آپ کے اس طریقہ علاج سے مستفید ہونا چاہتا ہے۔ آپ اس کا علاج کس طرح کر سکتے ہیں؟ اس کے لئے قانونی قواعد و ضوابط کیا ہیں؟ اور آپ نے انہیں کس حد تک پورا کیا ہے؟

گلزار احمد بنیال : یہاں برطانیہ میں اس سلسلے میں قانون یہ ہے کہ کوئی ڈاکٹر یا تھراپسٹ اس وقت تک کسی مریض کا علاج نہیں کر سکتا جب تک وہ اگر ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہے تو NHS اور اگر وہ کمپلیمنٹری تھراپسٹ ہے تو CMA یعنی Complementry Medical Association میں رجسٹرڈ نہ ہو اور دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ وہ اپنی ٹریٹمنٹ کی انشورنس کرائے۔ ان دونوں کے بغیر کسی مریض کا علاج کرنا خلاف قانون ہے۔ ان دونوں چیزوں کے لئے ایک بھاری سالانہ فیس ہوتی ہے جو ڈاکٹر یا تھراپسٹ کو ادا کرنا پڑتی ہے تب جاکر آپ کو سرٹیفکیٹ ملتا ہے جس کو آپ اپنے کلینک میں Display کر سکتے ہیں۔ میں ستمبر 2000ء میں CMA میں رجسٹرڈ ہوا اور اب میرا نام اللہ کے فضل و کرم اور مرشد کریم کی دعاؤں سے برطانیہ کے پندرہ سو Complementry Medical Practitioners کی لسٹ میں شامل ہے۔ رجسٹرڈ تھراپسٹ ہونے کے ناطے میرا نام اب Internet پر بھی آچکا ہے۔ اس لحاظ سے اب میں باقاعدہ طور پر مریضوں کا علاج کر سکتا ہوں۔

☆ کلر تھراپی کی فیلڈ میں اب تک آپ کی دو مشینیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ کیا آپ ان کے علاوہ بھی کسی اور ایجاد کا ارادہ رکھتے ہیں؟

گلزار احمد بنیال : میرا اگلا پروجیکٹ "مارک III" کی تیاری ہے۔ اس مشین کی مدد سے گلے کے ٹونسلز کا بغیر آپریشن علاج کیا جا سکے گا۔ آج کل میں اسی پر کام کر رہا ہوں۔

☆ میں نے سنا ہے کہ الشیخ عظیمی نے اس سال اپنے برطانیہ کے دورے کے دوران آپ کو گرافک تھیوری پر مبنی ایک پروجیکٹ دیا تھا اور جس کو آپ نے تیار کر کے اس کی Demonstration بھی کی ہے۔ کیا آپ اس بارے میں کچھ بتائیں گے کہ وہ پروجیکٹ کیا تھا اور اس کا کیا مقصد تھا؟

گلزار احمد بنیال : گرافک تھیوری یہ ہے کہ مادی جسم نسمہ مرکب (گراف) کا ڈسپلے ہے۔ الشیخ عظیمی صاحب فرماتے ہیں۔ "نسمہ کے تانے بانے یعنی نسمہ کی گراف لائنوں میں مخصوص مقداروں سے جو مثلث بنتی ہے اُن سے مادی اشیاء تخلیق پاتی ہیں۔ اگر ان گراف لائنوں میں ردوبدل کر دیا جائے تو مادی اشیاء میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ ہر مادی چیز کے اوپر نسمہ کا گراف ہوتا ہے۔ اس کو Cosmic Graph بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے اردگرد تقریباً 9 انچ اوپر ایک نسمہ کا گراف ہوتا ہے۔ Universal Energy اسی گراف سے گزر کر انسانی

شعور میں پہنچتی ہے۔ شعور اس کو معانی پہنا کر اس پر Act کرتا ہے اس کا رد عمل گراف میں جاکر اسٹور ہو جاتا ہے۔ اگر Act نیگیٹیو کیا جائے تو وہ گراف میں جاکر انرجی کے بہاؤ میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے۔ یہ رکاوٹ ہی دراصل بیماری ہے۔ اگر گراف میں انرجی کے بہاؤ کی رکاوٹ کو دور کر دیا جائے تو بیماری چند لمحوں میں دور ہو جاتی ہے۔ زمانہ قدیم سے تعویذات کا طریقہ علاج دراصل گراف تھیوری پر مبنی ایک سائنٹیفک طریقہ علاج ہے۔ جس کو سائنسی طور پر آج تک پیش نہیں کیا جا سکا اور اسی وجہ سے یہ علم توہمات سے زیادہ حیثیت حاصل نہیں کر سکا۔ تعویذ کرنے والا عامل اپنے ارادے سے گراف کی لہروں کی حرکت کنٹرول کر کے اس میں رکاوٹ کو دور کرتا ہے۔ یہ گراف تھیوری صدیوں سے تعویذات کے نام سے رائج ہے"۔

الشیخ عظیمی صاحب کا مقصد اس گرافک تھیوری کو جدید سائنسی آلات کے ذریعے منظر عام پر لاکر انسان کے لئے قابل عمل بنانا ہے۔ جس سے دکھی انسانیت فائدہ اٹھا سکے۔ اس بارے میں الشیخ عظیمی صاحب نے مجھے یہ پروجیکٹ دیا کہ میں انسانی باڈی کے اوپر ایک گراف بنا کر انرجی کے بہاؤ کا سسٹم واضح کرنے کے لئے ایک ماڈل بناؤں جس سے انرجی کی انسانی جسم میں تقسیم کا ڈسپلے ہو سکے۔ یہ ایک بنیادی ماڈل ہوگا۔ آگے چل کر اس تھیوری پر ریسرچ کر کے سائنسی آلات کے ذریعے اس طریقہ علاج کو منظر عام پر لانا مقصود ہے۔ گرافک تھیوری کا پہلا ماڈل ایک ماہ کی دن رات کی محنت کے بعد تیار کر لیا گیا ہے۔ جس کی Demonstration مورخہ 13 جولائی کو مانچسٹر میں الشیخ عظیمی صاحب کی موجودگی میں کی گئی۔

اس پروجیکٹ پر ریسرچ کے سلسلے میں الشیخ عظیمی کی زیر سرپرستی عظیمیہ رنگ و نور لیب مانچسٹر میں کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اس پروجیکٹ میں میرے ساتھ بریڈ فورڈ کے طارق محمود بھی شامل ہیں۔

☆ کیا گرافک تھیوری یا کلر تھراپی کا آپس میں کوئی ربط یا تعلق ہے یا یہ دونوں الگ الگ تھیوریاں ہیں؟

گلزار احمد بنیال : حضرت عظیمی صاحب کی تعلیمات ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ نسمہ مرکب کی لہریں یعنی Cosmic Graphic Rays اپنا ڈسپلے رنگوں کی صورت میں کرتی ہیں۔ یہ بے شمار رنگ بناتی ہیں۔ گراف کے ہر زاویے پر ایک الگ رنگ بنتا ہے اور پھر جب یہ رنگ مادی اسکرین سے ٹکراتے ہیں تو مادی شئے ٹھوس حالت میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ یہ وہ تھراپی ہے جو ٹھوس جسم سے اوپر اس کے آنے والے بہاؤ میں استعمال کی جاتی ہے۔ یہ ایک کامیاب تھراپی یا کامیاب طریقہ علاج ہے۔ مادی جسم کے اوپر بہاؤ کے راستے میں رنگ ہیں۔ ان رنگوں کی کمی بیشی کی وجہ سے بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر یہ کمی بیشی دور کر دی جائے تو مادی جسم کی بیماری دور ہو جاتی ہے۔ گراف رنگ سے بھی اوپر ہوتا ہے۔ رنگ بیماری کو چند منٹوں یا چند گھنٹوں میں دور کرتا ہے۔ مگر Cosmic Graphic Theory کے ذریعے جسم کے کسی بھی حصے کا علاج چند سیکنڈوں میں کرنا ممکن ہو جائے گا۔ یہ دونوں ایک ہی لائن میں ہیں مگر دونوں کے Functions مختلف ہیں۔

راولپنڈی میں الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی کی تقریب سالگرہ

(رپورٹ: فریدہ دانش)

17 اکتوبر 2000ء بروز منگل کی سہ پہر راولپنڈی مراقبہ ہال برائے خواتین میں حضرت عظیمی صاحب کی سالگرہ کی تقریب کا آغاز اللہ کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے حضور درود شریف کے ورد سے ہوا۔

مراقبہ ہال راولپنڈی / اسلام آباد کے نگراں قاضی مقصود احمد اور نگراں مراقبہ ہال برائے خواتین انور سلطانہ کی معیت میں سینکڑوں عقیدت مندوں نے فرحت و انبساط کی اس تقریب میں شرکت کی۔

تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔

راولپنڈی مراقبہ ہال میں الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی کی سالگرہ کے موقع پر قاضی مقصود احمد اور دیگر حاضرین سے مخاطب ہیں۔

تلاوت کے بعد نعت حضور سرور کونین محمد ﷺ ہوئی۔

مراقبہ ہال سے ملحقہ ڈائننگ ہال کو الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی کے جشن سالگرہ کے شایان شان آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا۔ قاضی مقصود احمد نے اپنے مخصوص اور خوشگوار انداز میں مہمانوں کی پذیرائی کرتے ہوئے انہیں مرشد کریم کی سالگرہ کی مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا "اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بنائی اور انسان کو انواع و اقسام کی ان گنت بیش بہا نعمتوں سے نوازا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے گئے تمام انبیاء علیہ السلام اور اولیاء اللہ کی تعلیمات کا مقصد بھی یہی تھا کہ بندہ خوش رہے"۔

انہوں نے مزید کہا کہ مرشد کریم الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں "میرا جی چاہتا ہے میری اولاد ہمیشہ خوش رہے۔ آپس میں محبت و اتفاق سے رہے۔ سب اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ خوش ہو کر ان کو خود بھی استعمال کریں اور دوسروں کی بھی مدد کریں"۔

لاہور میں مرشد کریم کی سالگرہ مبارک

(رپورٹ: ظفر مہدی)

ہر سال کی طرح 17 اکتوبر 2000ء کو مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی سالگرہ مراقبہ ہال لاہور میں نہایت عقیدت و احترام سے منائی گئی۔

تقریب میں سلسلہ عظیمیہ کے اراکین بہنوں اور بھائیوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ سالگرہ کا کیک مرشد کریم کی صحت اور درازی عمر کی دعاؤں کے ساتھ کاٹا گیا۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مراقبہ ہال لاہور کے نگراں میاں مشتاق احمد نے زور دیا کہ "ہمیں اپنی زندگیوں میں مرشد کریم کی طرز فکر کے حصول کو اولین ترجیح دینی چاہئے۔ طرز فکر کے حصول کے لئے ہمیں ہر لمحہ اپنا احتساب کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک ہمارے روز و شب میں قواعد و ضوابط کا عکس نمایاں نہ ہوگا ہمیں طرز فکر حاصل نہ ہوگی۔ اس لئے ہمیں زبانی جمع خرچ کی بجائے اب اپنی زندگیوں کو عملی طور پر قواعد و ضوابط کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا۔ سلسلہ عظیمیہ کے قواعد و ضوابط ایک مکمل ضابطہ حیات ہیں جن کے حصول سے ہم پیغمبرانہ طرز فکر کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں اور یہی وہ طرز فکر ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ہم درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا عرفان حاصل کر سکتے ہیں"۔

آخر میں مرشد کریم کی صحت اور درازی عمر کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عجز و انکساری سے دعائیں کی گئیں۔ حاضرین کی تواضع کیک، چائے اور دیگر لوازمات کے ساتھ کی گئی۔

مراقبہ ہال لاہور میں مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی سالگرہ کی تقریب کے موقع پر میاں مشتاق احمد اور دیگر احباب کا گروپ فوٹو

فیصل آباد میں محفل میلاد

(رپورٹ: نزہت کھوکھر)

مراقبہ ہال فیصل آباد میں مرشد کریم الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی تہترویں سالگرہ کے موقع پر محفل میلاد کا انعقاد کیا گیا۔ محفل میلاد کا اہتمام مراقبہ ہال برائے خواتین فیصل آباد نے کیا۔ اس موقع پر اراکین مراقبہ ہال فیصل آباد نے پورے مراقبہ ہال کو دلہن کی طرح سجایا تھا۔ محفل میلاد میں کثیر تعداد میں خواتین و حضرات نے شرکت کی۔

محفل میلاد کے اس پروگرام میں مراقبہ ہال برائے خواتین شاہ کوٹ کوثر النساء بطور مہمان خصوصی مدعو تھیں۔ انہوں نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا "حضور اکرم ﷺ کو ربّ العزت نے کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ حضور علیہ الصلوٰۃ کی ذات اقدس رحمۃ للعالمین ہے۔ آپ ﷺ انسان کامل ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ میں انسانی زندگی کے ہر ہر رخ کی عملی تصویر ملتی ہے" محفل میلاد کے اس پروگرام میں مقالات کا سیشن بھی تھا۔ جس میں ثاقب اقبال نے مقالہ پڑھتے ہوئے کہا کہ "اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے"۔ محمد عاطف نواز نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "حضور ﷺ عفو و درگزر سے کام لینے والی عظیم ترین شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے تمام دشمنوں کو معاف کر دیا" محمد زاہد نے مقالہ پڑھتے ہوئے کہا کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار حرا میں تشریف لے جاتے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں پر غور و فکر کرتے" آخر میں بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام پیش کیا گیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز ریحان علی نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ نظامت کے فرائض نزہت کھوکھر اور رخسانہ صادق نے ادا کیے۔ نائلہ خورشید، لوبیہ روحی، صائمہ شفیق، اور عظمیٰ شفیق نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں تحفہ عقیدت پیش کیا۔

محفل میلاد کے بعد حضرت عظیمی صاحب کے یوم ولادت کے سلسلے میں ایک تقریب منعقد کی گئی۔ سب سے پہلے شاہین محمود اور ساجد فاروق نے مرشد کریم الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی شان میں منقبت پیش کی۔ اس کے بعد مرشد کریم الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب

مظفر آباد میں منعقدہ روحانی سیمینار سے نگران مراقبہ ہال راولپنڈی قاضی مقصود احمد، لائبریرین شیخ طاہر رشید، قاری نضیر احمد، جہانگیر کاظم، رابعہ یوسف، مقصود احمد خان، اور قاری شاہد حسین حاضرین سے مخاطب ہیں

کی سالگرہ کا کیک کاٹا گیا اور بچوں میں تقسیم کیا گیا۔ نگراں مراقبہ ہال فیصل آباد ذوالفقار کھوکھر نے اختتامی کلمات ادا کرتے ہوئے تمام معزز مہمانوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا۔ پروگرام کے بعد ظہرانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس پروگرام کے انعقاد میں شازیہ، محبوب علی، راحیلہ، قدیر احمد، مقصود صادق، وجیہہ کرن، ساجد فاروق، محمد آصف، شہناز کوثر اور ثاقب اقبال نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مظفر آباد میں روحانی سیمینار

(رپورٹ: جہانگیر احمد)

مظفر آباد، آزاد کشمیر میں عظیمیہ روحانی لائبریری کے زیر اہتمام مورخہ 24 ستمبر 2000ء کو مقامی سنگم ہوٹل میں ایک روحانی سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں لگ بھگ دو سو خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ سیمینار کی صدارت کے لئے راولپنڈی مراقبہ ہال کے نگراں قاضی مقصود احمد صاحب کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ جب کہ مہمان خصوصی ملتان مراقبہ ہال کے نگراں کنور طارق تھے۔ قاضی مقصود احمد نے اپنے صدارتی خطاب میں مظفر آباد میں روحانی مشن کی ترویج کے حوالے سے عظیمیہ روحانی لائبریری اور کارکنان کی کوششوں کو سراہتے ہوئے انہیں قابل ستائش قرار دیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ "ان محفلوں اور سیمینارز کا مقصد لوگوں کو ان کی اصل (روح) اور روح کے علوم سے متعارف کرانا ہے۔ تاکہ ہم اپنے اسلاف کے روحانی ورثہ کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں۔ حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی نوع انسانی کے لئے روحانی علوم کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ جب تک ہم آپ ﷺ سے کوئی نسبت یا تعلق قائم نہیں کریں گے روحانی علوم نہیں سیکھ سکتے۔ پورا کائناتی نظام ایک دوسرے سے کڑیوں کی مانند جڑا ہوا ہے اور باہمی ربط رکھتا ہے۔ کسی ایک پرزے کی خرابی سارے نظام میں رخنہ اندازی کا موجب بنتی ہے۔ روح کے عرفان کے لئے ذاتی اغراض کی پابندیوں سے مبرّا ہونا اور کائناتی ذہن رکھنا از بس لازمی ہے۔ اس مقصد کی وضاحت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا" جیسا خود کھاتے ہو ایسا اپنے غلاموں کو بھی کھلاؤ"۔

کائناتی ذہن رکھنے والے شخص سے اس کی ذاتی انا نکل جاتی ہے وہ انسان برادری کو ایک جسم اور یکساں حیثیت سے پہچانتا ہے۔ انسان کی طرز فکر بننے میں معاشرتی ڈھانچہ، عزیز و اقرباء اور والدین کی سوچ کا عمل دخل ہے چونکہ سوچ

مظفر آباد میں منعقدہ روحانی سیمینار کے شرکاء

میں وسعت نہیں ہے اور محدودیت ہمارے اوپر علم و آگہی کے دروازے بند کر دیتی ہے اس لئے ہم بے سکون ہو جاتے ہیں۔ حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا" جنت و دوزخ کچھ نہیں ہیں سوائے اس کے کہ جنت و دوزخ سکون و بے سکونی کی الگ الگ کیفیات ہیں"۔ اور بے سکونی محدودیت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

ترجمہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ نہ کرو

خدا رسیدہ بندہ اپنے نفس (روح) کا عرفان رکھتا ہے اور صدق دل سے تمام تعصبات سے ذہن نکال کر صرف اللہ کی ذات کو مرکزیت بنائے رکھتا ہے"۔

قبل ازیں سیمینار کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ محمد سفیر احمد قادری نے اپنی پُر اثر آواز میں تلاوت کی...... مقصود احمد خان اور روبینہ یوسف نے بارگاہ رسالت میں ہدیہ نعت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد عظیمیہ روحانی لائبریری مظفر آباد کے لائبریرین شیخ طاہر رشید نے اولیاء اللہ کے مشن و علم پر اپنا ایک مقالہ پیش کیا۔

سیمینار کے اختتام پر اجتماعی دعا کی گئی کہ اللہ کریم ہمیں پاکیزہ طرز فکر اپنانے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتلائے ہوئے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سیمینار کے بعد ظہرانے کا اہتمام تھا۔ صدارتی خطاب کے بعد روحانی سوال و جواب کا ایک سیشن رکھا گیا تھا۔ روحانی سیمینار میں نظامت کے فرائض جہانگیر صاحب نے ادا کئے۔ اس پروگرام کو ریڈیو مظفر آباد آزاد کشمیر کے انجینئرز کی ٹیم نے ریکارڈ کیا اور اسی روز رات 8 بج کر 30 منٹ پر روحانی سیمینار کے نام سے نشر کیا۔ پاکستان ٹیلی وژن کی ٹیم نے اس پروگرام کی ریکارڈنگ کی اور کشمیر میگزین پروگرام میں، پاکستان ٹیلی وژن نیٹ ورک پر پروگرام کے حصوں کو نشر کیا گیا۔

چنیوٹ میں فری میڈیکل کیمپ

(رپورٹ: زاہد نواز)

گذشتہ دنوں مراقبہ ہال چنیوٹ میں علاقہ کے لوگوں کے لئے فری میڈیکل کیمپ لگایا گیا جس کا افتتاح اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ عاصم اقبال نے کیا اس موقع پر ایک خصوصی تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت عاصم اقبال اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ نے کی جب کہ قاضی مشرف حسن ایڈوکیٹ، صدر بار ایسوسی ایشن چنیوٹ اور ڈاکٹر محمد سعید چودھری، صدر پنجاب میڈیکل ایسوسی ایشن PMA مہمان خصوصی تھے۔ تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے صفدر علی نے کیا جب کہ حاجی محمد زبیر نے نعت رسول پیش کی۔ اس موقع پر معززین شہر کی کثیر تعداد موجود تھی۔ نگراں مراقبہ ہال چنیوٹ پروفیسر محمد طاہر نے مراقبہ ہال کے مقاصد اور

اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ مراقبہ ہال چنیوٹ کی طرف سے رکھے گئے فری میڈیکل کیمپ کا افتتاح کر رہے ہیں۔

خدمتِ خلق کے شعبوں کا ذکر کیا اور سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ جناب خواجہ شمس الدین عظیمی کا مفصل تعارف پیش کیا۔

عاصم اقبال، اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ نے سلسلہ عظیمیہ کی خدمات کی تعریف کی اور کہا کہ "آج کے دور میں اللہ کی مخلوق کی خدمت کرنا بڑی عبادت ہے میں سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ خواجہ شمس الدین عظیمی کو ہدیہ تحسین پیش کرتا ہوں اور ان کی صحت اور درازی عمر کے لئے دعاگو ہوں"۔

قاضی مشرف حسن ایڈووکیٹ، صدر بار ایسوسی ایشن نے کہا کہ "جیسا کہ پروفیسر صاحب نے بتایا کہ یہ پانچواں کیمپ ہے اور ہر مریض کو 3 دن مفت دوا معہ نسخہ دی جاتی ہے بڑی بات ہے یقیناً اس قسم کے خاموش خدمت گار حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں"۔

ڈاکٹر محمد سعید چوہدری صدر PMA نے کہا کہ "میں سلسلہ عظیمیہ کے بڑوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں خدا کرے ان کا جذبہ خدمت مزید فروغ پائے...... میں مراقبہ ہال چنیوٹ کے اسٹیج سے جناب اسسٹنٹ کمشنر صاحب سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ بطور ایڈمنسٹریٹر بلدیہ ایک فری ڈسپنسری کے قیام کا اعلان فرمادیں"۔

اسسٹنٹ کمشنر صاحب نے اس مطالبے کو جلد پورا کرنے کا وعدہ کیا۔ تقریب کے اختتام پر حاضرین کو چائے پیش کی گئی اور اسسٹنٹ کمشنر صاحب نے کیمپ کا دورہ کیا جس میں ان کا تعارف ڈاکٹر اخلاق احمد خان چائلڈ اسپیشلسٹ، ڈاکٹر تنویر احمد سرجن سول ہسپتال فیصل آباد، ڈاکٹر محمد ارشاد، حکیم محمد طاہر اور ڈسپنسر ذوالفقار علی سے کرایا گیا۔

کیمپ میں 177 مریضوں کا مفت معائنہ کیا گیا اور 3 دن کی دوائی دی گئی کیمپ کے انعقاد میں زاہد نواز، محمد عمران، سبحان خان، محمد ارشاد، ابوبکر، بہاول شیر، میاں محمد اعجاز، شہزاد نواب، چاچا محمد صادق، محمد گلزار، اقبال اسلم نے خصوصی تعاون کیا۔

خواتین مریضوں کے لئے لیڈی ڈاکٹر شبنم توحید نے کیمپ میں اپنی خدمات پیش کیں۔

بدین میں محفلِ میلاد

(رپورٹ: سکینہ لیاقت)

عظیمیہ روحانی لائبریری برائے خواتین میں ایک محفل میلاد کا انعقاد کیا گیا۔ ابتداء تلاوت کلام پاک سے ہوئی تلاوت کلام پاک اور حمد کی سعادت صائمہ لیاقت نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت عذرا کوثر اور سمیرا کنول نے حاصل کی۔ عظیمیہ روحانی لائبریری بدین کی لائبریرین عذرا کوثر نے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی علوم پر ایک مفصل تقریر کی۔

میلاد کے اختتام پر شیرنی تقسیم کی گئی۔ نظامت کے فرائض سکینہ لیاقت نے انجام دیے۔

افق کے کالم میں اشاعت کے لئے رپورٹس ارسال کرنے والے خواتین و حضرات سے درخواست ہے کہ تقریب کے انعقاد کے فوراً بعد رپورٹ ارسال کر دیا کریں، نیز روحانی ڈائجسٹ میں شائع شدہ رپورٹس کا مطالعہ کریں اور اسی انداز کو مدِنظر رکھ کر خوشخط تحریر میں ایک سطر چھوڑ کر صفحہ کے ایک جانب لکھ کر ارسال کریں۔ رپورٹس کی اشاعت اُس کی اہمیت اور نوعیت کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ دیر سے موصول ہونے والی، بے ترتیب اور غیر واضح رپورٹس شائع نہیں کی جاسکیں گی۔ (ادارہ)

خدمتِ خلق کے تحت مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن کراچی میں جمعہ کے روز خواتین و حضرات کو بلا معاوضہ روحانی علاج کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ خواتین کو صبح ۷ بجے ملاقات کے لئے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات صبح ۸ سے ۱۲ بجے تک ہوتی ہے۔ مرد حضرات کو بعد نماز جمعہ نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات ساڑھے تین بجے سے ہوتی ہے۔ ہر ہفتے بعد نماز جمعہ جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی زیر سرپرستی اجتماعی محفل مراقبہ منعقد کی جاتی ہے۔ جس کے بعد درود شریف اور آیت کریمہ کا ختم ہوتا ہے۔ انگریزی مہینے کے آخری جمعے کو بعد نماز عصر روحانی اور سائنسی علوم پر مبنی لیکچر دیا جاتا ہے۔ محفل مراقبہ کے بعد مغرب کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ انگریزی مہینے کے آخری جمعے کو مرد حضرات کے لئے روحانی علاج کی سہولت نہیں ہوتی۔ جمعہ کے علاوہ خواتین و حضرات ملاقات کے لئے زحمت نہ کریں۔ محفل مراقبہ میں دعا کے لئے اپنا نام، والدہ کا نام اور مقصدِ دعا تحریر کر کے ارسال کیجئے۔ جن خوش نصیبوں کے حق میں اللہ رحیم و کریم نے ہماری دعائیں قبول فرمائی ہیں وہ اپنے گھر میں محفل میلاد کا انعقاد کریں حسب استطاعت غریبوں میں کھانا تقسیم کریں۔

کراچی: شباب النساء۔ صائمہ۔ عتیقہ امبر۔ ہارون صدیقی۔ حسن آراء۔ نگہت یاسمین۔ عظمت یار خان۔ عثمان غنی۔ سکندر عثمان۔ صفیہ اقبال۔ راحیل اختر۔ صوبیہ انصار۔ شازیہ۔ قرۃالعین۔ حمیرا اسمٰعیل۔ محمد فرحان۔ عائشہ صادق۔ علی امتیاز۔ کامران۔ راحیلہ رقیہ۔ انیلا محمد علی۔ شمائلہ سلیم۔ عمران سعید۔ انعام الحق۔ زاہدہ خاتون۔ صائمہ سلطانہ۔ عروسہ کنول۔ شاہین۔ آسیہ۔ ندیم احمد۔ جاوید اقبال۔ عائشہ۔ شیریں۔ ندیم۔ آصف۔ انیلہ۔ حاجی عبدالغفار۔ طاہرہ بیگم۔ یوسف ظہیر۔ یاسمین۔ عذرا خلیق۔ زاہدہ۔ ارم انور۔ کرن انور۔ سید انور حفیظ۔ طاہرہ انور۔ محمد طارق جواد۔ محمد دانش۔ نسرین۔ ثوبیہ۔ عظمیٰ الطاف۔ معین فاطمہ۔ ارشاد بیگم۔ شازیہ۔ سعدیہ ریاض۔ عمران۔ نوشابہ۔ اسد علی اعوان۔ جویریہ اسد۔ شکیلہ اسد۔ نوشین۔ ماہ رخ۔ باسط۔ نسرین مرزا۔ حسین مرزا۔ عبدالمجید۔ صدف اقبال۔ ارشد۔ آصف ملک۔ بشریٰ زریں۔ محمودہ بیگم۔ سعدیہ۔ ثمینہ مصطفےٰ۔ فرح۔ فہیم۔ نظیر فاطمہ۔ شبانہ سعید۔ ممتاز سعید۔ صنوبر۔ امینہ بیگم۔ فاطمہ بی۔ مظہر خان۔ افشاں منور۔ شبانہ۔ نور جہاں۔ تہمینہ۔ یٰسین قادر۔ فریدہ۔ رخسانہ کوثر۔ محمد صدیق۔ شہناز صدیق۔ زاہد صدیق۔ عمیر صدیق۔ منزہ۔ نسرین۔ محمد حلیم۔ شہناز۔ بلقیس۔ احسن۔ انظر۔ شبانہ۔ ریما۔ محمد وسیم۔ محمد مقیم۔ محمد الیاس۔ محمد جمیل۔ رابعہ طاہر۔ احمل العزیز۔ زینب۔ صبیحہ۔ ارشد ظفر۔ محمد حنیف میمن۔ شیریں۔ محمد عارف۔ محمد ساجد۔ محمد یونس۔ محمد اقبال۔ شہناز۔ جمیلہ۔ محمد سہیل صدری۔ محمد سعید لطیف۔ محمد یونس عثمان۔ ذیشان سہیل۔ نعمان سہیل۔ عثمان سہیل۔ مشرف سہیل۔ آرزو سعید۔ صائمہ ذیشان۔ قمر سعید۔ محمد فرحان۔ رخسانہ۔ عفت۔ طاہرہ۔ ریحانہ۔ مہوش شاہد۔ فرح شاہد۔ سید افتخار خالد۔ عثمان غنی۔ شاہین فاطمہ۔ عمر فاروق۔ شائستہ حمید۔ سلیم۔ سلمیٰ رشید۔ محمد رشید۔ تسنیم وحید۔ سید جلیل احمد۔ سید حماد حسین۔ حمیر اسعید۔ اریبہ کنول۔ فاطمہ کریم۔ شازیہ شمیم۔ بے نظیر جنت۔ رحیمہ۔ محمد حنیف۔ محمد شاکر حسین۔ شازیہ تبسم۔ ناصرہ۔ شاکرہ۔ عدنان سعید۔ محمد مقیم۔ رحمت علی۔ فیروز خان۔ زینت اقبال۔ فیصل۔ فرح دیبہ۔ محمد کوثر نقوی۔ صائمہ رشید۔ حسنہ خانم۔ عامر۔ عامر ثنی۔ سرفراز حسین۔ احمد فراز۔ قیصر جہاں۔ احمد حسین۔ شاد ریاض۔ شیخ ریاض۔ شہریار احمد۔ شیراز احمد۔ مزمل احمد۔ راحلہ پروین۔ محمد اقبال۔ سعید احمد۔ محمد علی۔ عائشہ۔ نازیہ بتول۔ محمد حسین۔ مسرت یاسمین۔ فرحت سلطانہ۔ ذکیہ سلطانہ۔ کلثوم عبدالقادر۔ شہناز۔ محمد عارف صادق۔ شفقت آراء۔ شمائلہ۔ کوثر اقبال۔ محمد عظیم۔ سید افتخار خالد۔ شہناز رفیق۔ مقبول حسین۔ مسز سیما قمر۔ مسز میمونہ بیگم۔ مسز نرگس حسن۔ مسز کشور۔ اشتیاق احمد۔ اخلاق احمد۔ مسز کوثر۔ معراج حسین۔ مسز رئیس حسین۔ تنویر الدین۔ شبیر احمد۔ شازیہ شکیل۔ سیدہ درخشندہ۔ کوثر جمعہ۔ افضل خان۔ ثریا بانو۔ محمد عثمان۔ بشیر احمد۔ اخلاق احمد۔ شاذ اختر۔ ندیم اختر۔ عمر اختر۔ وردہ۔ شریف خان۔ ندا۔ صباء۔ ثناء۔ رابعہ۔ ثاقب۔ نزہت ناز۔ محمد ہارون صدیقی۔ ایاز محمد۔ اعجاز محمد۔ مونا احمد بیگ۔ سعدیہ احمد بیگ۔ قمر جہاں۔ ثناء راشد۔ فرح۔ راحیلہ یوسف۔ فیصل عارف۔ اقبال۔ افشاں شوکت۔ روشن جو نیجو۔ خانزادی جو نیجو۔ سعدیہ پاشا۔ ناظمہ بیگم۔ عظمیٰ سعید۔ خالد جمال۔ عادل جمال۔ جمال احمد۔ تبرین ندیم۔ راحیلہ رمضان۔ شاہان قیصر۔ آفتاب حسین۔ روشن بانو۔ رابعہ نجمہ۔ سید دانش شاہد۔ علی احمد۔ صاحب خاتون۔ روبینہ رضوان۔ آصف نفیس۔ راحیل اختر۔ کوثر بانو۔ مصباح فاطمہ۔ علی امتیاز۔ عذرا ہاشم۔ فہمیدہ خالق۔ ماہ نور خالق۔ عبدالخالق۔ عارف محمد صادق۔ ناز۔ اجالا۔ اسد اللہ عمران۔ یٰسین شاہ۔ نازش۔ عفت۔ محمد وسیم۔ فرحانہ عزیز۔ آمنہ عرفانہ۔ فرزانہ عزیز۔ سید محمد

مسعود۔ ثمینہ مصطفٰی۔ سعدیہ رضا۔ آسیہ۔ فرحانہ۔ عنبرین۔ طارق۔
صفیہ بیگم۔ نرگس بانو۔ کاشف آصف۔ فرقان شاہ۔ سلمٰی شاہ۔ تسنیم
رضوی۔ محمد ثناء اللہ۔ مسز جمیلہ حکیم۔ ثوبیہ۔ مسعود۔ منور سلطانہ۔
ظہور احمد۔ محمد منور۔ شبانہ۔ شاہد صبیح۔ محمد شبیر۔ محمد خالد۔ نوید۔ قاسم۔
انعام اللہ۔ زرینہ نرگس۔ ریحانہ۔ شبانہ۔ قاضی حسین۔ حبیب الدین۔
عمیر اکرم۔ سلطانہ نعیم۔ نبیلہ تبسم۔ آمنہ خلیق۔ محمد افضال۔ رفعت
افضال۔ صالحہ۔ حمیرا۔ جویریہ قاضی۔ شمیم قاضی۔ آفتاب قاضی۔
نعیم۔ محمود۔ درخشاں۔ سید راشد علی۔ عارف صادق۔ ممتاز علی۔ جویریہ
اسعد۔ فاطمہ بیگم۔ صائمہ راشد۔ ابراہیم۔ نظیر فاطمہ۔ فرح۔ محمد ریحان
خان۔ سید راشد علی۔ حمیدہ خالق۔ عاصمہ۔ اسد علی اعوان۔ نگہت
سلطانہ۔ حمیدہ خاتون۔ عزیز احمد صدیقی۔ شکیلہ خاتون۔ محمد اسد عزیز۔
محمد عدنان۔ سید انور علی۔ رعنا انور۔ سیما شاہین۔ نازش کیانی۔ شبانہ
ارم۔ حاجی اقبال۔ شاہدہ جمال۔ فوزیہ آصف۔ اجالا آصف۔ صنوبر
اخلاق۔ رفعت اخلاق۔ اخلاق۔ جمال۔ رحمت۔ امبرین اخلاق۔ عمران
اخلاق۔ عادل جمال۔ خالد جمال۔ فرحانہ اسلم۔ امداد حسین۔ امتیاز۔
مہوش۔ ایمن۔ عبدالمتین۔ نصرت متین۔ فاطمہ متین۔ کلثوم متین۔
سعد متین۔ عبدالرحمٰن۔ عبدالرحیم۔ محمد ساجد۔ مائزہ۔ آسیہ خاتون۔
رابعہ خاتون۔ محمد سہیل صدری۔ محمد یونس۔ عرفان احمد۔ سید افتخار
خالد۔ ارجمند قدیر۔ رشیدہ قدیر۔ محمد مشتاق۔ خورشید بیگم۔ محمد نجیب
مسعود۔ سمیرہ۔ محمد سعید۔ محمد ذیشان۔ مریم۔ مشرف بانو۔ زرینہ سعید۔
سیما یونس۔ آرزو سعید۔ صائمہ کمال۔ مدثر اقبال۔ عفت۔ فراست علی۔
غلام زہرہ۔ رفیعہ بیگم۔ فاطمہ بی بی۔ محمد مظفر خان۔ کوثر پروین۔ صالحہ۔
حفیظ الرحمٰن۔ محمود۔ آسیہ۔ حاجی عبدالغفار۔ افزیلہ۔ سائرہ پروین۔ محمد
فاروق۔ اقبال جمال۔ وسیم فاروق۔ زرین فاروق۔ نبیلہ فاروق۔ ندیم
فاروق۔ مہ ناز فاروق۔ متین فاروق۔ صائمہ راشد۔ محمد مظفر خان۔
ثروت طاہرہ۔ رخسانہ۔ عفت۔ بشریٰ۔ محمد طاہر۔ شمع نور۔ فرزین۔
نسرین۔ شاہین۔ شازیہ۔ ثمینہ۔ شہناز سلمیٰ۔ نسرین۔ جمیلہ۔ یونس۔
ساجد۔ عبدالرحیم۔ عبدالرزاق۔ محمد اقبال۔ شمیم اقبال۔ محمد جمیل۔
نصرت رفیق۔ شاہد جمال۔ محمد رفیق۔ حمیرا مقبول۔ شبیر احمد۔ یٰسین شاہ۔
سعدیہ منور سلطانہ۔ نگار سلطانہ۔ شاہد جمال۔ ماجد جمال۔ ناصر جمال۔
راشد اللہ یار۔ فرحت سلطانہ۔ راشد۔ زاہدہ شمیم۔ ساجد اقبال۔ نعمان
اقبال۔ عظیم۔ نسیم اختر۔ زلیخا تبسم۔ سعدیہ ماہین۔ تاجور شاہین۔ عظمیٰ
نوشین۔ عارفہ شیریں۔ ضوحاب کلیم۔ واثق قلیم۔ انعام عظیم۔ فواد
عظیم۔ دانش عظیم۔ رحمت عادل۔ فاطمہ عادل۔ نعمان عظیم۔ فرحان
عظیم۔ ذیشان عظیم۔ افتخار بنی۔ عمر افتخار بنی۔ نادیہ۔ روبینہ
نسیم مرتضٰی۔ شمیم حیدر۔ محمد طاہر ندیم۔ رعنا صدیقی۔ ہارون طاہر۔
سرفراز عبدالوہاب۔ شکیل۔ راحت۔ فرزانہ۔ عنبرین فاطمہ۔ صبیحہ
فاطمہ۔ شہلا حیات۔ شافیہ ارم۔ عابدہ سلطانہ۔ شائستہ ہاشمی۔ سائرہ۔ محمد
عاصم۔ علی مرتضٰی۔ صالحہ پروین۔ حفیظ الرحمٰن۔ شاہدہ پروین۔ سید
شباب احمد۔ نازش کیانی۔ واصف۔ سید سعد علی شاہد۔ طلعت۔ پروین۔
ارم شاہین۔ ثمینہ کوثر۔ عارف کوثر۔ علی رضا۔ الطاف بی بی۔ منیر
حسین۔ وقار حسین۔ سعد حسین۔ حسینہ کوثر۔ سارا اشتاق۔ عمیر۔ محمد
علی۔ مسرت علاؤالدین۔ شاہد۔ شہناز۔ نازیہ منہاس۔ محمد احمد۔ محمد بلال۔
فرح دیبا۔ محمد بلال۔ شیخ محمد شبیر۔ محمد خالد۔ محمد ہاشم۔ نازش۔ عاطف
سعید۔ آصف سعید۔ مظہر الحق۔ بشریٰ محمد حسین۔ ارشد علی۔ محمود ثریا۔
محبوب حسین۔ سید افضال شاہ۔ انجم۔ کوثر۔ عارف ناہید۔ شہید کوثر۔
فرح ناز۔ حبیب الرحمٰن۔ محمد ہارون قاسم۔ ساجدہ۔ جاوید۔ صدف موتا
شیخ۔ عرفان۔ سعدیہ۔ خدیجہ۔ محمد یونس عثمان۔ زرینہ۔ صائمہ ذیشان۔
کمال الدین۔ روبینہ ملک۔ ثروت۔ پروین اختر۔ غزالہ۔ دلبر رسول۔
آصف ملک۔ بشریٰ زرین۔ محمودہ بیگم۔ رضیہ بیگم۔ محمد صدیق۔ شہناز۔
زاہد صدیق۔ شاہد صدیق۔ فرح صدیق۔ عمیر صدیق۔ نسیمہ۔ سید
راشد علی۔ فاطمہ بیگم۔ راحیلہ۔ امیر احمد۔ یاسر۔ خالدہ خانم۔ ثمینہ اختر۔
عابدہ خانم۔ تسنیم فاطمہ۔ قمر جہاں۔ روزینہ۔ سید یاسر طارق۔ محمد شبیر۔
محمد خالد۔ اصغر علی۔ فرح۔ شازیہ عرفان۔ مہوش۔ اختر۔ عاقب۔ قمر
جہاں۔ اسد علی اعوان۔ جویریہ اسد۔ شکیلہ اسد۔ فرح ناز۔ مدثر عالم۔ منا
ناز۔ فرح ناز۔ نازش کیانی۔ محمودہ بیگم۔ شمیم اقبال۔ نذیر احمد۔ عائشہ
ندیم۔ آصف ملک۔ روبینہ ملک۔ بشریٰ زرین۔ شاہد جاوید۔ عائشہ۔ نوری۔
شبانہ۔ جاوید اقبال۔ مسز سمیرا ریاض۔ نسیم بیگم۔ صالح۔ آصف عارف۔
ثمر پروین۔ ساجد۔ فیصل۔ کاشف۔ رضوان۔ زوہیب۔ سعدیہ انظر۔
اختر۔ انظر۔ عمران۔ ثمینہ عمر۔ فرح دیبا۔ محمد شعیب۔ محمد احمد۔ محمد
بلال۔ آمنہ شعیب۔ ثناء شیخ۔ حسین آرا۔ نازلی عابد۔ صبرین عابد۔ عبد
اللہ۔ اقرار۔ عظمیٰ آفاق۔ زرینہ کنول۔ آفاق اسلم۔ کامران۔ آفتاب۔
شاہد احسان۔ فرح سحر۔ محمد راشد صدیقی۔ اسلام الدین۔ انجم نواز۔
فرقان۔ ثناء۔ ثناء اللہ۔ سلمٰی ثناء۔ عائشہ ثناء۔ فیصل۔ ماریہ احمد۔ عمر
محمد۔ محمد الحق۔ صائمہ۔ صوفیہ ناز۔ ثوبیہ۔ نادیہ۔ تنویر الرحمٰن۔ محمد
عزیز۔ تبسم۔ نذیر فاطمہ۔ فرح۔ وسیم۔ نعمان۔ مدیحہ۔ سیدہ راشد۔ فاطمہ
بیگم۔ صائمہ۔ مہر النساء۔ طارق سعید۔ نگہت۔ محمد افضال۔ حفیظ
الرحمٰن۔ سید ممتاز علی۔ نصیر احمد۔ فصیح افتخار حسین۔ حفیظ الرحمٰن۔ ندیم
احمد۔ سید عامر علی۔ سید یاسر علی۔ شبانہ ممتاز۔ سید ممتاز علی۔ سراج
النساء۔ حفیظ الرحمٰن۔ شاہینہ حفیظ۔ فرح ناز۔ شہناز بی بی۔ آسیہ۔ عبد
الغفار۔ انیلہ۔ مستورہ۔ فریدہ۔ فرزانہ شاہین۔ نسیم احمد۔ نصرت۔ عبد
المتین۔ فاطمہ۔ کلثوم۔ سعید۔ عبدالرحمٰن۔ عبدالرحیم۔ نرگس۔ محمد
اظہر۔ شوکت علی۔ عفت عذرا۔ زہرہ۔ فراست علی۔ مرزا محمد افضل
خان۔ نسرین۔ شاہین۔ شازیہ۔ فرزین۔ شازیہ۔ شمیم اقبال۔ فرحانہ۔
نعمان۔ ذیشان۔ عمران۔ محمد عادل۔ شہناز۔ سلمٰی منور۔ فرزانہ۔ غزالہ۔
عرشی منور۔ ہمایوں عظیم۔ عبدالعزیز۔ زرین لطیف۔ نازلی۔ محمد
اسماعیل۔ عبدالواسع۔ مدثر۔ عمر سلطان۔ فوزیہ۔ ثمرین قریشی۔ افتخار
قریشی۔ عمر افتخار۔ نرگس۔ طلعت حسین۔ فلک رضا۔ عامر۔ شیخ محسن
اللہ قریشی۔ عرشی۔ شبیر شاہد۔ چوہدری نذیر احمد۔ ارم شبانہ۔ شاہینہ۔ محمد
شریف۔ میمونہ۔ انوار الحق۔ روبینہ حمید۔ شبانہ حمید۔ سعدیہ حمید۔
ریحان خالد۔ یاسمین۔ عینی شوکت۔ اقبال حسین۔ خالد فرید۔ تنویر
حسین۔ فضا راشد۔ فرحت سلطانہ۔ منور سلطانہ۔ مسرت سلطانہ۔ نگار
سلطانہ۔ ماجد جمال۔ شاہد جمال۔ ناصر جمال۔ راشد اللہ یار۔ انور جمال۔
بسم اللہ۔

حیدرآباد:- اللہ دلایو۔ نسیم اختر۔ شکیل۔ محمد عالم۔ جمیلہ۔ فرم
جاوید اختر۔ نوید اختر۔ سجاد اختر۔ نفیس اختر۔ انیس اختر۔ پارس اختر۔
الطاف حسین۔ حمزہ۔ اقراء۔ طارق رحیم۔ اسماء ایوب۔ عرشی۔ نعمان۔
طاہرہ۔ صادقہ۔ کلثوم۔ اسلم۔ طاہر رحیم۔ امرالہ۔ شکیل۔ دین محمد
مرحوم ضیاء پروین صفدر۔ ضیاء الدین قریشی۔ خورشید اختری۔ محمد
عاقل۔ ندیم۔ شاہدہ سلیم۔ محمد فیصل ندیم۔ محمد نذیر بیگ۔ فرزانہ ندیم۔
محمد کامل۔ عقیلہ۔ محمد خواجہ شباب۔ نور جہاں۔ عبدالمجید۔ عبدالرشید۔
نجم الدین۔ سعید احمد۔ ناہید اختر۔ مشتاق احمد۔ زاہد احمد۔ خالد احمد۔ راشد
احمد۔ نور جہاں۔ کوثر جہاں۔ شہناز۔ فرقان۔ افضال۔ امبرین۔ یاسمین۔
ناصر۔ تجمل۔ طاہر۔ دلاور حسین۔ شمشاد۔ راحیل احمد۔ ارم کامران۔
نبیل۔ شکیل۔ شبینہ۔ نعیم الحسن۔ سلیم۔ سعیدہ۔ عظمیٰ۔ فرحان۔
شائستہ۔ جعفر فریدہ مشتاق۔ منظور النساء۔ فریدہ۔ طاہرہ پروین۔ رفیق
احمد۔ ارشد علی۔ کبریٰ نظیر۔ سہیل۔ بشریٰ۔ سعید احمد۔ زرینہ خاتون۔
حمیرا۔ صبا۔ نعیم۔ وسیم۔ نجم الحسن۔ حسین۔ زکی۔ نائلہ۔ محمد آصف۔
لبنیٰ فاطمہ۔ محمد علی بخش۔ جاوید اختر۔ جاوید افتخار۔ ارجمند۔ سیدہ عنبرین
باجی۔ نورالعین۔ فرخندہ۔ محمود حسین۔ زبیدہ۔ نور محمد۔ محمد شریف۔
محمد شعیب۔ حرا۔ سعدیہ۔ علی محمد۔ حبیب عالم۔ حنیف۔ یسٰی طلعت۔ محمد
عثمان۔ محمد فیضان۔ محمد فرحان۔ نورہ۔ اظہر سبحان۔ ثمرین
گل۔ عبدالمجید۔ شمشاد۔ عبدالغفار۔ خدیجہ۔ مزمل۔ شاہدہ۔
صائمہ۔ بسم اللہ۔ جنیدہ۔ رضوان۔ دلاور حسین۔ غزالہ۔ ماہ جبین۔ عظمیٰ۔
ناہید۔ نور جبین۔ شہناز۔ آپا چاند بی بی۔ پروین چنا۔ فیروزہ ندیم۔ منظور
النساء۔ ممتاز۔ دلشاد۔ راشد شیبا۔ شاہین۔ ربیعہ۔ شازیہ۔ پاروہ۔ زاہدہ۔
ثوبیہ۔ شبانہ۔ ثمینہ۔ کوثر۔ حمیرا۔ شہناز۔ تسنیم۔ شہزادہ۔ سہیل۔ ندیم۔
وسیم۔ ساجدہ۔ انیلا۔ مسرت۔ احمد نواز۔ کرن۔ فاطمہ۔ نائلہ۔ حمیرا۔
آمنہ۔ پروین۔ شبینہ۔ ناصر نرگس۔ راشدہ۔ محمد سلیم۔ زہرہ۔ باجی جان۔
شازیہ۔ نازیہ۔ فریدہ قریشی۔ نسیم اختر۔ شاہدہ سلیم۔ محمد عاقل۔ محمد
سلیم۔ جہانگیر خان۔ محمد فاضل خواجہ۔ محمد یوسف خان۔ سائرہ یوسف
خان۔ محمد ندیم۔ محمد کامل۔ عقیلہ۔ فریدہ مشتاق۔ ساجدہ۔ ماریہ۔
عارف۔ عشرت۔ بشیر احمد۔ کلثوم۔ بہاؤالدین۔ ظہیر الدین۔ مرحوم
بدرالدین۔ فریدہ عرشیٰ۔ ملک مرحوم۔ وقار الدین۔ محمد بدرالدین۔
پرویز۔ اسمہ۔ سمیرا۔ محمد وسی۔ جمیل احمد۔ شعیب۔ شاکر۔ اسلم خان۔
مریم فاروق۔ غلام خدیجہ۔ جنید احمد۔ صغیر احمد۔ محمد عارف۔ غلام شبیر۔
مسعود احمد۔ محمد عمران۔ ذیشان۔ رضوان۔ احسان۔ محمد اسلم وزیر۔ سید
نصرت علی۔ تحریم۔ انیس۔ عروبی بیگم۔ کنول۔ اسماء کنول۔ عمار۔
زینب۔ عشرت۔ قمر علی۔ زبیدہ بیگم۔ شمس النساء۔ میر النساء۔ طاہرہ۔
مسرت۔ بشیر احمد۔ تنویر وسیم۔ ندیم۔ بے بی مزمل۔ اختر علی ندیم۔ عامر۔
کاشف۔ جاوید افتخار۔ الطاف حسین۔ عدیل حسین۔ اعجاز علی۔ کلیم
اللہ اعجاز۔ مرحومہ آمنہ۔ مرحوم حاجی ولی محمد۔ مرحوم عزیز۔ کوثر۔
ارشاد۔ انیس۔ شمع۔ عروسہ۔ عدنان۔ ثوبیہ۔ عارف۔ ہما عمل الٰہی۔ قربان
علی۔ انور علی عابد۔ علی اکمل۔ گل محمد۔ خورشید بیگم۔ جلیل الدین
مرحوم۔ رابعہ مرحوم۔ اعجاز فاطمہ مرحوم۔ فہیم الدین مرحوم۔ رشیدہ
بیگم مرحوم۔ سومرو۔ شکیل الدین۔ عقیل الدین۔ ضیاء
الدین۔ صفدر پروین۔ زبیر الدین۔ عارف الدین۔ سلیم الدین۔ ندیم
الدین۔ ریحان الدین۔ نوید ناز۔ روحا ناز۔ زوفی ناز۔ پروین۔ یاسمین۔
روفی ہارون۔ ارشد قریشی۔ رضوان۔ سہیل۔ صوفی۔ رضیہ بیگم۔ عمران۔
عدنان۔ سلیمان۔ عالیہ ناز۔ شبانہ ناز۔ ممتاز۔ عظیم۔ ثمینہ اشفاق۔ ممتاز
ظفر۔ محمد انیس۔ انیس محمد۔ دین محمد۔ ناہید۔ فریدہ۔ محمد علی۔ مقصود
فرید۔ عریشہ۔ جواد۔ عثمان۔ صائمہ۔ منصور النساء۔ محسن ضیاء۔ شہزاد۔
افروز۔ چینا۔ عمر۔ غفار۔ حاجی یونس۔ تسنیم بھائی۔ غلام محمد۔ ڈاکٹر فاطمہ۔
محمد صابر۔ ارم عزیز۔ ناہید۔ شمیم نوید اقبال۔ دامن بخش۔ حسن نوید۔
کنز انوید۔ احمد نوید۔ نسرین۔ نعیم اکرم۔ محمد آفاق۔ محمد یاسین۔ فرحانہ
علی۔ ارشد علی۔ اختر علی۔ حمیدہ۔ واصف۔ جاوید۔ آصف۔ حارث۔
مدیحہ۔ سیما۔ جمشید۔ فرح۔ راحیل۔ حامد۔ سجاد۔ جواد۔ محمود حسین۔
ناصر حسین۔ انور حسین۔ راشد حسین۔ حنا راشد۔ ہما عرفان۔ محمد
انور۔ زیب النساء۔ چمن۔ دلشاد۔ نرگس۔ راشدہ۔ شیبا۔ پاشا۔ تاج بی بی۔
اللہ دلایو۔ مظفر علی۔ شکیل علی۔

شاہ کوٹ:- محمد اسحاق۔ محمد طاہر اسحاق۔ محمد ظفر اقبال۔ امتیاز ربانی۔
محمد ندیم۔ محمد شفیق۔ محمد شاہد۔ تنویر حسین۔ نسرین اختر۔ رخسانہ کوثر۔
بشیراں بی بی۔ غزالہ منیر۔ شازیہ شمیم۔ ثوبیہ صدیق۔ شکیلہ صدیق۔
عظمیٰ۔ زبیدہ اسحاق۔ خالدہ شاہد۔ شفقت النساء۔ رضیہ اختر۔ نسیم اختر۔
محمد احتشام احمد۔ محمد وقار احمد۔ کاشفہ مزمل۔ سحر انجم۔ جمیلہ۔ ناصرہ
تبسم۔ حسن بی بی۔

نوابشاہ:- سائرہ خاتون۔ عطا محمد خان۔ فریدہ حنا۔ کلثوم۔ شگفتہ۔
بشریٰ۔ ثمرین۔ نگہت۔ تسنیم۔ بتول۔ فرزانہ۔ زینب خالہ۔ سید وفائی۔
غزالہ باجی۔ فرح۔ ڈاکٹر نگہت۔ شگفتہ شاہین۔ غزالہ ناہید۔ عینی۔ آمنہ
عطا۔ رابعہ عطا۔ محمد اقبال۔ ڈاکٹر سکندر۔ رضا محمد۔ شاہد محمد۔ احتشام
خان۔ شفیق احمد۔ واحد علی خان۔ شکیل احمد۔ شیر خان۔ خالد حمید۔ خلیق
الزمان۔ اعزاز احمد۔ وقار۔ مختار۔ فروغ احمد۔ نعیمہ اقبال۔ رخسانہ
سکندر۔ ریحانہ رضا۔ بشریٰ اقبال۔ مائدہ واحد۔ اسماء واحد۔ روشن نظر۔
نعیمہ رضا۔ کنزہ فاطمہ۔ محمد جنید احمد۔ کنول نایاب۔ بشریٰ اقبال۔ نادیہ۔
ارشد آرائیں۔ آمنہ عطا۔ رومیہ عطا۔ عینی۔ شہلا۔ ناہید۔ شگفتہ شفیق۔
غزالہ۔ اسریٰ اقبال۔ نایاب کنول۔ کنزہ فاطمہ۔ روشن نظر۔ خالد حمید۔
خلیق الزماں۔ محمد مختار۔ اعزاز احمد۔ عبدالمجید۔ وقار۔ دانیال۔ شفیق
احمد۔ خلیل الرحمٰن۔ جنید الرحمٰن۔ عبدالواحد۔ شیر خان۔ عطا محمد خان۔
شاہد محمد۔ احتشام خان۔ محمد اقبال خان۔ ڈاکٹر سکندر علی۔ رضا محمد۔

فیصل آباد:- محمد زاہد۔ نصرت بی بی۔ نگہت کوثر۔ شفیق احمد۔ نادیہ
شفیق۔ آصف رحمان۔ مطیع الرحمان۔ صفورا تبسم۔ سہیل احمد۔ جویریہ
شفیع۔ رفعت مختار۔ فخر النساء۔ قمر النساء۔ ملک اشرف۔ ثاقب اقبال۔
محمد اقبال۔ عامر اقبال۔ فیصل اقبال۔ علی رضا۔ نادیہ اقبال۔ سعدیہ اقبال۔
عائشہ اقبال۔ شاہد محمود۔ اعجاز محمود۔ نجیب الرحمان۔ کلیم اللہ۔ ثوبیہ
احمد۔ شاہد فاروق۔ نصرت۔ ڈاکٹر رفعت یاسمین۔ عبدالغفار۔ ڈاکٹر
نصرت غفار۔ ساجد فاروق۔ عبدالرسول فاروق۔ فیضان فاروق۔ اظہار
الحسن شاکر۔ محمد یٰسین۔ ظل ہما احسان۔ محمد احسان۔ ساحل۔ روحیل۔
ممتاز بیگم۔ خالدہ طفیل۔ غلام محمد۔ عائشہ عباس۔ غلام عباس۔ عامرہ

شہزاد۔ ساجدہ۔ ساجدہ حنیف۔ مقصودہ پروین۔ محمد شہزاد۔ رخسانہ۔ شازیہ نورین۔ نائلہ۔ اویبہ مظفر۔ محمد ابراہیم۔ عذرا بی بی۔ شبانہ صغیر۔ صغیر احمد۔ مقدس صغیر۔ مریم صغیر۔ محمد ناصر۔ نصرت ناصر۔ عمر محمد۔ رشیدہ عمر۔ سمیرا عمر۔ حرا عمر۔ ندا عمر۔ نصر علی۔ عطا محمد۔ حمیدہ عطا۔ یاسر عطا۔ محسن عطا۔ کنول عطا۔ ارم عطا۔ محمد جہانگیر۔ صالح جہانگیر۔ حاجی شوکت۔ رخمینہ شوکت۔ علی عمران۔ کامران۔ فرمان۔ عاصمہ شوکت۔ شفیق احمد۔ صائرہ شفیق۔ مظفر شفیق۔ صائمہ شفیق۔ ہما شفیق۔ ارسلان شفیق۔ ذیشان شفیق۔ محمد علی۔ شاہد علی۔ حنا علی۔ شبیر۔ نسیم شبیر۔ جہانزیب۔ جاوید دلاور۔ فرحت۔ شاہ زیب۔ لیاقت۔ شمیم۔ امجد لیاقت۔ رفاقت۔ امبر۔ نورین۔ مہرین۔ اکبر۔ اسحاق۔ سعیدہ اسحاق۔ چاندنی۔ وقاص۔ محبوب علی۔ شہناز محبوب۔ وحیدہ کرن۔ مدیحہ ارم۔ سمیہ۔ روشن نگار۔ رحمان علی۔ عبدالرشید۔ ممتاز علی۔ لیاقت علی۔ سائرہ لیاقت۔ محمد علی۔ علی رضا۔ شہزاد۔ نوید رضا۔ فیصل۔ وجاہت۔ سلمان بٹ۔ شہزادی۔ شمع۔ شاہدہ۔ اصغر۔ عمر۔ عائشہ۔ لیئق۔ طاہرہ لیئق۔ طارق عزیز۔ سہیل انجم۔ ساجد صدیقی۔ ساجدہ خانم۔ ممتاز۔ سعدیہ لیئق۔ ایلا راحیلہ۔ شفیق رحیہ۔ نسیم شفیق۔ شائلہ شفیق۔ در شہوار۔ عدنان۔ وقاص۔ طاہر۔ گلزار بیگم۔ طاہر علی ساگر۔ عبدالرؤف۔ ڈاکٹر اعجاز شیخ۔ حسینہ خاتون۔ ناہید شباب۔ محمد آصف۔ قرۃ العین۔

چنیوٹ: زاہد نواز۔ شاہد نواز۔ محمد سعید اکبر۔ ذوالفقار علی۔ اکبر رشید۔ عارف خان۔ محمد ارشاد۔ اختر علی۔ حامد علی۔ اعجاز حسین۔ محمد علی۔ شبیر حیدر۔ شاہد منیر۔ محمد طاہر۔ منیر مجاہد۔ امیر نواز۔ تنویر علی۔ امجد علی۔ محمد گلزار۔ اقبال اسلم۔ قاسم علی۔ ابوذر۔ محمد عدیل۔ محمد شہزاد۔ چاچا محمد حسین۔ بہلول شیر۔ صادق علی۔ عاشق علی۔ محمد طاہر۔ فریدہ نسرین۔ نوشین۔ نجمہ۔ بیگم مہر النساء۔ راحت۔ فرحت۔ نزہت۔ طاہرہ۔ خدیجہ۔ خالدہ۔ فریدہ۔ ماجدہ۔ رمشا۔ غزالہ۔ ناہید۔ صفدر علی۔ محمد علی۔ ملک نثار۔ ملک کاشف۔ عابد حسین۔ اعجاز حسین۔ محمد گلزار۔ شہزاد نواب۔ قاضی اعجاز حسین۔ قاضی عابد۔ قاضی اسعد۔ قاضی مشرف۔ قاضی بدر۔ قاضی مسعود عباس۔ قاضی اعجاز حسین۔ قاضی عابد۔ قاضی اسعد۔ قاضی مشرف۔ قاضی بدر۔ قاضی مسعود عباس۔ قاضی عادل عباس۔ راجہ فیاض۔ راجہ سرفراز۔ مہر احمد علی۔ شہزاد حنیف۔ ارشد بٹ۔ غلام رسول۔ محمد یعقوب۔ پیر ناصر عباس شاہ۔ ملک واجد علی۔ حاجی منظور۔ حاجی محمد عظیم پروفیسر الیاس۔ پروفیسر اشرف قادری۔ پروفیسر میر مظفر حسین۔ پروفیسر راؤ منظور علی۔ پروفیسر ہاشم صدیقی۔ زاہد عرفان۔ محمد خالد۔ نعیم احمد۔ عثمان شوکت۔ سرفراز احمد۔ محمد نواز۔ اختر علی شائق۔ صفدر علی دائم۔ کاشف علی۔ مہر احمد علی۔ ڈاکٹر محمد نواز۔ میاں ساجد حسین حسام۔ منشی غلام حسین۔ منشی محمد یونس۔ منشی نور احمد۔ ملک عابد شاہ۔ صوفی منیر احمد۔ ساجد اللہ خان۔ سید عارف رضا۔ سید پرویز حامد شاہ۔ سید اختر عباس۔ شکیل نواب۔ خالد نیازی۔ شاہد شباب۔ ملا انور علی۔ چاچا اسلم۔ ماسٹر محمد اشتیاق۔ زاہد اقبال۔ شاہد اقبال۔ عمر حیات۔ عثمان ستار۔ شوکت علی۔ عبدالسلام۔ محمد انور۔ محمد ارشد۔ عبید علی۔ علی رضا۔ آصف علی۔ کاشف علی۔ مظاہر۔ ارشد علی۔

بہاول پور: محمد اویس الحسن۔ ڈاکٹر سید جمشید علی۔ سید تجمل حسین۔

حافظ دین محمد۔ محمد شریف۔ محمد اطہر۔ شہزاد۔ عطاء الحسن۔ ڈاکٹر سرفراز احمد۔ احسان احمد۔ مبشر۔ مدثر۔ افتخار۔ فضل داد۔ سید اخلاق احمد۔ محمد اسحاق۔ میمونہ۔ صدف ذاکر۔ صغریٰ بیگم۔ کوکب نسرین۔ زہرہ خاتون۔ طلعت ایمن۔ محمد عمر اویس۔ جنت خاتون۔ ساجدہ بی بی۔ ستارہ بیگم۔

سرگودھا: رانا محمد امجد۔ شہناز احمد۔ الیاس احمد۔ محمد سہیل۔ افضل رفیق۔ انور ملک۔ سلطان احمد۔ حسن احمد۔ زبیر احمد۔ احتشام عباس۔ کلثوم نذیر۔ خالدہ نذیر۔ نزہت نذیر۔ فائزہ نذیر۔ خرم شہزاد۔ غلام شہباز۔ اعجاز احمد۔ ڈاکٹر محمد سلیم۔ جاوید۔ ریاض احمد۔ شہباز احمد۔ زبیر احمد۔ سلطان احمد۔ نذیر احمد۔ شبیر۔ جاوید اقبال۔ خالدہ محمود۔ نزہت نذیر۔ خالدہ نذیر۔ کلثوم نذیر۔ فائزہ نذیر۔ ثمینہ انجم۔ عالیہ۔ ثوبیہ۔ بیگم افضل۔ عطیہ افضل۔ زاہدہ عباس۔ صفیہ بشیر۔ نذیراں بی بی۔ فاطمہ بی بی۔ کلثوم نذیر احمد۔

جہلم: مرزا توقیر احمد۔ حاجی بشیر احمد۔ شمیر اختر۔ عظمت علی شاہ۔ زبیدہ بی بی۔ شازیہ اختر۔ شازیہ عظمت۔ سرفراز علی شاہ۔ سید منظور حسین۔ ڈاکٹر محمد اشرف۔ راشد محمود۔ عبداللہ۔ محمد امین۔ ثمینہ امین۔ محمد سلیم۔ محمد یٰسین۔ عزیز احمد۔ ڈاکٹر حفیظ انور۔ صفیہ حفیظ۔ محمودہ بیگم۔ صائقہ محبوب۔ مرزا محبوب عالم۔ مرزا اویس علی۔ شاہدہ پروین۔ میجر محمد علی تابش۔ سمران۔ صائرہ تابش۔ نادرہ تابش۔ صارم علی تابش۔ فاطمہ تابش۔ انجم تقدیر۔ اصغر علی۔ حمزہ اصغر۔ محمد حنیف۔ شعیب حبیب۔ غلام جیلانی۔ عدیلہ احمد بٹ۔ زاہدہ بیگم۔ اردو حسین۔ مسعود احمد۔ مسعود۔ فرخ مسعود۔ ڈاکٹر تنویر حسین۔ رخشندہ تنویر۔ صائقہ تنویر۔ صائقہ منیر۔ منیر حسین۔ تکبیر حسین۔ مقبول بیگم۔ محمد یعقوب۔ حبیب احمد۔ وحید احمد۔ ڈاکٹر اعجاز رانجھا۔ زاہدہ بیگم عالیہ۔ فریدہ۔ مس مقصودہ۔ رفعت الیاس۔ غلام زہرہ۔ خاور تسلیم۔ احمد نواز کیانی۔ ڈاکٹر زاہد یوسف۔ ڈاکٹر گلزار حسین۔

اوکاڑہ: مقربان جبیں۔ خالدہ شفیع۔ شازیہ پروین۔ زینت نعیم۔ مظفر رشید۔ سعدیہ۔ سمیرہ کنول۔ اشرف۔ نصرت بی بی۔ محمد لطیف۔ محمد عرفان۔ عمارہ بی بی۔ طاہر۔ نسیم بی بی۔ چوہدری ریاض احمد۔ خالدہ شفیع۔ اظہر اقبال۔ شاہد شفیق۔ ندیم احمد۔ محمد رفیق۔ فرخ حفیظ۔ طاہر محمود چوہدری۔ غزالہ عزیز۔ تہمینہ عزیز۔ نرگس عزیز۔ شگفتہ پروین۔ قیصرہ جبار۔ لیلیٰ جبار۔ ملک عبدالجبار و بیگم۔ محمد اشرف و بیگم۔ چوہدری محمد اکرم و بیگم۔ ضوفشاں علی۔ علی۔ حمزہ مراد۔ ناہید اختر۔ علی حسین۔ روا انجم۔ فرواہ انجم۔ حاجی شکر دین و بیگم۔ چوہدری مراد علی و بیگم۔ حفیظ بی بی۔ غلام جیلانی۔ محمد افضل چشتی۔ بابا رمضان۔ حاجی محمد اسلم۔ محمد معظم۔ جمشید ریاض۔ محمد امین عابد۔ روبینہ روحی۔ جہانگیر۔ فیصل جہانگیر۔ جہانگیر خان۔

راولپنڈی/اسلام آباد: غفور۔ عبدالغفور۔ طارق محمود۔ خالد محمود۔ ساجدہ اسعد۔ آسیہ ظفور۔ راحیلہ ارشد۔ عابدہ مظفر۔ طاہرہ آصف۔ محمد اسحاق۔ مریم اسحاق۔ شکیلہ اسحاق۔ غزالہ شوکت۔ سعدیہ عباس۔ سدرہ عباس۔ ثناء عباس۔ عمر عباس۔ فرقان شوکت۔ حسنین شوکت۔ آصف ندیم۔ عاطف۔ ثاقب۔ عدیل۔ وقاص۔ بلال۔ مجیب۔ جہانگیر۔ عاصمہ۔ اسحاق۔ عابد۔ امجد۔ اسد۔ وقار احمد۔ بلال احمد۔ اعجاز

بیگ۔ نجیب حسن۔ شیر زمان۔ شفقت علی شاہ۔ عزیز۔ علی۔ عمیرہ آمین۔ محمد آمین۔ محمد آمین اللہ دتہ۔ کرم جان۔ نور جان۔ محمد شریف۔ محمد الطاف۔ شوکت حیات۔ ساجد محمود۔ آمنہ آصف۔ گلنار۔ رفیق النساء۔ عابد۔ زرینہ بیگم۔ یاسمین۔ عطیہ۔ بتول۔ سلمیٰ سلطانہ۔ نثار احمد۔ عثمان مشتاق۔ ریحانہ۔ مہر انگیز۔ سمعیہ طارق۔ صدف فرحت۔ فوزیہ۔ شمیم اختر۔ شاہین اختر۔ ثوبیہ رشید۔ مریم رشید۔ فرحت یاسمین۔ فرح عبد القیوم۔ مظفر کنول مصباح ذوالفقار۔ نائلہ اعوان۔ شفقی۔ ساجد محمود اعوان۔ محمد صدیق۔ عامر سلیم۔ محمد سعید۔ صدف سیمی۔ محمودہ سلطانہ۔ زینب بی بی۔ محمد لطیف۔ بلقیس جمال۔ شاہدہ قطب۔ ثروت لطیف۔ سعید جاوید۔ نگل ہما سعید۔ طاہرہ مجاہد۔ رضیہ سلطانہ۔ خالد محمود اکرم شاہ۔ صدف سلیم۔ شازیہ سلیمی۔ ثمینہ اعظم۔ بلقیس بیگم۔ شکیلہ خاتون۔ نگہت اقبال۔ شائستہ۔ کامران۔ نعمانہ ارم۔ شائستہ پرویز۔ شبانہ ارشد۔ ساجدہ اخلاص۔ سکندر حیات۔ عظمت علی شاہ۔ سید منظور حسین۔ ڈاکٹر محمد اشرف۔ حاجی محمد رمضان۔ طارق محمود محسن۔ آصف محمود۔ زیب النساء۔ عشرت۔ ساجدہ۔ رملہ۔ خالد مسعود۔ یونس ادریس۔ منیر بی بی۔ تمنا ناز۔ تہمینہ ناز۔ روبینہ ناز۔ عاطف رشید۔ ظفر بٹ۔ محمد سرور جاوید۔ خورشید عفت جاوید۔ عدیلہ عفت جاوید۔ عائشہ عفت جاوید۔ حماد جاوید۔ سعید جاوید۔ بلال نجوم قمر۔ نصرت افزا۔ زاہد خان۔ حامد۔ شفقت علی۔ طارق علی۔ سلطانہ بی بی۔ محمد حنیف۔ طاہر محمود۔ اکبر عزیز۔ محمد راشد۔ عذرا رانی۔ عبدالطیف۔ فاطمہ بی بی۔ حبیب الرحمان گوہر۔ محمد یونس۔ رابعہ بصری۔ مسعود احمد۔ فرخ مسعود۔ عارف مسعود۔ جمشید مسعود۔ تحریم عمران۔ محمد اشتیاق۔ سلیمان اشتیاق۔ طارق احمد اقتدار۔ رانا نصر امان اللہ۔ محمد جمیل۔ محمد احسان۔ ذوالفقار۔ شیریں اختر۔ مبارک اٹھی۔ مطلوب حسین۔ محمد رئیس۔ نعیم حمید۔ نوید حمید۔ ناہید حمید۔ ندیم حمید۔ نازش گل۔ شائستہ۔ عبدالغفار۔ کامران۔ احتشام۔ تنزیلہ۔ امرات۔ پروین۔ اسلم منظور الہٰی۔ عبدالرحمان۔ عبدالشکور۔ عثمان۔ تزئین۔ نمرہ۔ عمیر۔ مبارک جان۔ محمد شہزاد اختر۔ حاذیہ۔ حنا۔ خورشید عالم۔ زہرہ مطلوب۔ محمد سلیم۔ محمد ایاز۔ رحمت خان۔ سلمیٰ حیات۔ محمد حیات۔ محمد حمزہ طارق۔ شیراز منصور۔ ہما۔ وقار عزیز۔ شبیر خان۔ سردار اختر۔ شبیر وزیر۔ میر عالم۔ ماریہ اسامہ۔ حنا۔ رضوانہ۔ اسد محمود۔ عمر بلال۔ عمیر علی۔ اوصاف علی حیدر۔ عمارہ یونس۔ طیبہ یونس۔ سائرہ یونس۔ میجر عظیم اختر۔ عاصمہ۔ تہمینہ۔ اعظم بیگ۔ خدیجہ اشفاق۔ منور۔ تہمینہ اشفاق۔ رقیہ۔ طاہر زیب۔ محمد معظم۔ ولی محمد۔ محمد مشتاق۔ فضل محمود عاصم ستار۔ محمد رفیق۔ رفعت یاسمین۔ راشد اقبال۔ رانا محمد طاؤس۔ شفقت سلطانہ۔ رانا خدا داد خان۔ قاضی نور اللہ۔ آصف قریشی۔ قاضی عبدالباقی۔ قاضی عطاء الرحمان۔ محمد نذیر۔ عبدالحمید۔ اشفاق احمد۔ نجمہ بانو۔ محمد توقیر۔ ساجد غوث۔ فرخ ناز شاہد۔ غلام غوث۔ عشرت غوث۔ الماس ساجد۔ صائم ساجد۔ حسان ساجد۔ ظفر احمد حسن۔ ساجدہ ظفر۔ عشرت ظفر۔ سندس فاطمہ۔ مبشر وزیر۔ شبیر وزیر۔ رضیہ بیگم۔ ظلیلہ فاطمہ۔ سہیل ریاض۔ ڈاکٹر شوکت اسحاق۔ غلام اصغر۔ ملک ریاض۔ غلام اکبر۔ عشرت۔ شیخ توقیر۔ مطلوب حسین۔ جمیل احمد۔ ریحانہ نجیب۔ آمنہ نجیب۔ عبداللہ۔

محمد طاہر علی۔ آصف اشرف۔ مہتاب احمد قریشی۔ محمد امجد چوہان۔ صغریٰ بیگم۔ عبدالرشید۔ محمد سرور۔ احسان۔ محمد رفیق۔ ثریا۔ گلشن گلریز۔ ثمینہ۔ محمد فاروق۔ صفیہ۔ طاہر کنول۔ عائشہ۔ فیضان۔ زین محمد توقیر۔ محمد صغیر۔ برق جان۔ ذوالفقار بی بی۔ محمد احسان شہزاد حمید۔ محمد خان۔ محمد نثار حیدر۔ احمد ریحان۔ محمد علو۔ نسرین شفقت۔ سلطان بی بی۔ رفاقت علی۔ کاشف علی۔ لیاقت علی۔ حنا ریاض۔ منور سلطانہ۔ اسماء انجلی۔ فائزہ خاتون۔ سید عمران حسن۔ سمعیہ طارق۔ انجم النساء۔ گلشن نسرین بی بی۔ سلمیٰ سلطانہ۔ شبنم بیگم۔ حنا منور سلطانہ۔ سمعیہ۔ ندیم صدیقی۔ ثمینہ۔ یٰسین۔ اللہ رکھی۔ طاہرہ مجاہد۔ شاہدہ۔ سعید لطیف۔ محمد اکرم۔ فرحان قطب۔ ادریس بیگم۔ فرزانہ ناہید۔ حمیدہ بیگم۔ حنا ریاض۔ عالیہ تبسم۔ عامر مقصود۔ روبینہ۔ محمد عمر۔ فرح عبدالقیوم۔ طیبہ مغل۔ فرح شازیہ۔ کنول مغل۔ محمودہ۔ رزاق خان۔ عاطف رشید۔ ظفر بٹ۔ فاروق بٹ۔ ملک محمد اقبال۔ نجمہ بانو۔ منیر احمد۔ نعیم احمد۔ محمد شریف۔ ممتاز بیگم۔ تسکین کاظمی۔ مریم بی بی۔ فیصل محمود۔ مسعود احمد۔ تسکین اقبال۔ محمد حنیف۔ نعیم حمید۔ ناہید حمید۔ نوید حمید۔ ندیم حمید۔ عاصم ستار۔ محمد آصف۔ گلنار ناز۔ ثمینہ ناز۔ حبیب الرحمن۔ احمد خان۔ نعیم حمید۔ نوید حمید۔ ندیم حمید۔ مسعود احمد۔ یاسمین اختر۔ قاسم منہاس۔ فریال صدیقی۔ شہزاد چوہدری۔ روبینہ کوثر۔ نبیلہ یوسف۔ سجاد احمد حنیف۔ ستائش۔ سیف الاسلام۔ فخر الاسلام۔ اورنگ زیب۔ عفت بی بی۔ غلام جیلانی۔ عبدالشریف۔ نصیر منظور۔ سعید رفیق۔ قاضی طاہر محمود۔ نوازش علی۔ شاہد نوازش۔ محمد سعید مہدی۔ عروسہ اختر۔ ساجدہ اختر۔ محمد حارث۔ شہلا اسرار۔ محمد اسلم۔ رقیہ۔ راشدہ پروین۔ خورشید بیگم۔ سعید باقی۔ فیروز احمد۔ محمد عدنان۔ بشیر احمد۔ محمد امیر۔ شہزاد۔ محمد توقیر۔ محمد توصیف۔ شکیلہ۔ کاشف۔ کوثر پروین۔ مسرت پروین۔ روبینہ پروین۔ محمد عمر۔ سید عظمت علی۔ روبینہ شمیم۔ شیخ انوار الحق۔ شازیہ چوہدری۔ محمد الیاس۔ محمد صدف۔ ندیم الرحیم۔ علی رضا۔ غلام حسین شہزادی۔ راحیلہ۔ محمد امجد۔ محمد امتیاز۔ ممتاز بیگم۔ ڈاکٹر ریاض احمد۔ ارشاد بیگم۔ وردہ۔ عامر۔ عدنان۔ نجیب۔ انوار الحق۔ احسان الحق۔ سندس فاطمہ۔ شاہ جہاں۔ نوشابہ رشید۔ محمد ارشد حسین۔ نعیم اختر۔ اسماء سرفراز۔ ارشد محمود۔ اظہر محمود۔ محمد نثار۔ ضیاء الدین۔ محمد رفیق علوی۔ طاہرہ کومل۔ زاہدہ اعجاز۔ شہزاد خان۔ شاہد فاروق۔ عائشہ پروین۔ خالدہ پروین۔ مظفر بتول۔ شازیہ بتول۔ سعدیہ بتول۔ وقار حیدر۔ ریحانہ۔ عبدالرشید۔ مہرین۔ فاطمہ۔ قرۃ العین۔ کنیز فاطمہ۔ ثریا۔ کنول۔ محمد شہزاد اختر۔ عائشہ جمیل۔ علی عبداللہ۔ عطیہ الرحمن ممتاز۔

اٹک: انجم سرفراز۔ ایمن شاہد۔ ارم شاہین۔ آفتاب انجم صدیقی۔ آسیہ سرفراز۔ انجم شہزاد۔ احمد نواز۔ احمد ممتاز اختر۔ اسرار احمد قریشی۔ احتشام الحبیب۔ اسماء حبیب۔ انور مقصود۔ اقبال بیگم۔ ام حبیبہ۔ انجم بلال صدیقی۔ ارشد فیاض۔ ایم اے رزاق۔ ام سلمیٰ۔ آصف قیوم۔ اسماعیل۔ اختر جہاں بیگم۔ انعام۔ لبنیٰ۔ ارم۔ اکو۔ الطاف بیگم۔ انجم ناہید۔ اینلہ جاوید۔ اخوت مشتاق۔ اسفند جہانگیر۔ اختر اعوان۔ ازجہ۔ اسد۔ تسکین کوکب۔ شاہ وشیق۔ ثمینہ بشیر۔ شاہ احمد۔ ثمینہ بشیر۔ ثریا بیگم۔ بیگم میاں محمد۔ باسط عزیز۔ بشیر محمد۔ بلند زمان۔ بتول نقوی۔ پروین اسلم ملک۔ ثوبان۔

جاوید۔ اقبال مرزا۔ جمیل احمد۔ جمیلہ۔ جاوید۔ جبار۔ حاجی خوشنود احمد۔ حسن۔ جویریہ۔ حسنات احمد۔ حسن بانو۔ حبیب۔ حمیرا نصیر۔ جاوید اختر خان۔ خان عالم۔ خدیجہ یوسف۔ خلیل۔ دوست محمد۔ دلاور خان۔ ذاکر الٰہی۔ راحت حسین۔ رکیہ خاتون۔ رفعت محمود۔ راشد حسین۔ رخسانہ اشرف۔ رخسانہ شاہین۔ روبینہ۔ راجہ نصیر احمد۔ رفاقت۔ راجہ وقار احمد۔ رخسانہ یاسمین۔ راحیلہ۔ تنویر احمد۔ رضیہ۔ روبینہ شاہین۔ رخسانہ۔ ریحان مصطفیٰ۔ ربیعہ گل۔ رخسانہ نواز۔ رضوان۔ رعنا مشتاق۔ زوبیہ گل۔ زیتون۔ زاہد۔ سید تقی الدین۔ سلیم رضا۔ سہیل خوشنود۔ سرفراز خان۔ سعید اسلم مرزا۔ سائرہ عبدالسلام۔ سعدیہ کنول۔ ساجدہ طلعت۔ سائرہ بانو۔ سلیم۔ شیخ شاہد محمود۔ بیگم شاہد محمود۔ شہاب انجم صدیقی۔ شائستہ خان۔ شکیل احمد۔ شاہد حسین۔ شگفتہ بی بی۔ شیراز اجمل۔ شاہد۔ شیر احمد۔ شاہ میر۔ شوکت صادق۔ شاہین اشرف۔ شہناز بانو۔ شافع احمد۔ شبانہ کوثر۔ شیراز خان۔ طلعت ناہید۔ طارق۔ عاطف اسماعیل۔ عرفات احمد۔ علی۔ عاطف۔ مجیب۔ عنایت مجیب۔ عبدالغفور۔ عبدالباقی۔ عمران تبسم۔ عنبرین اسلم۔ عائشہ خانم۔ عائشہ آفتاب۔ عدنان۔ عاصمہ بابر۔ عمران مشتاق۔ عابد۔ عابد قیوم۔ عبدالقیوم۔ عنبر ارم۔ عبدالجبار۔ عمر طارق۔ غلام حسین۔ عماد الدین۔ غلام فاطمہ۔ غیب خان۔ فیصل نذیر۔ فضل محمد۔ فیاض بیگم۔ فروا نقوی۔ فائزہ ظفر۔ فرینہ فیاض۔ فردوس۔ کنیز زہرا۔ کشور فاطمہ۔ کنیز فاروق۔ مسرت۔ مدیحہ۔ میاں محمد۔ مستری بشیر احمد۔ محمد اشرف۔ محمد شفیع۔ محمد اسلم مرزا۔ محمد اکرم مرزا۔ محمد افضل مرزا۔ محمد ارشاد۔ محمد اعظم۔ محمد سلیم۔ محمد اقبال۔ محمد سعید۔ محمد اسلم ملک۔ محمد پرویز خان۔ مریم جان۔ ماجد علی۔ محمد علی۔ محمد افضل خان۔ مسز رزاق۔ مدثر ممتاز۔ مسرت ممتاز۔ محمد عدنان۔ مسز فاخرہ ملک۔ مہوش زہرا۔ نذیر احمد۔ نصیر احمد خان۔ نوید۔ نجم۔ نعیم۔ ناہید قمر۔ نازیہ کنول۔ نبیلہ یاسمین۔ نسرین۔ نوید اسلم مرزا۔ نصیر احمد۔ ندیم اولیس۔ نرگس۔ ناز۔ نور خانم۔ ناصرہ بی بی۔ نوید اقبال۔ نصیر الدین۔ نوید اسلم۔ نوشین۔ اسلم۔ نور البشر۔ نسیم خالد۔ وسیم۔ وحید۔ وقار احمد۔ وقار علی مرزا۔ والدہ اولیس۔ وحید اقبال۔ وقاص اسلم۔ والدہ محمد افضل خان۔ حفیظہ۔ صدیق۔ کامران۔ عطاء اللہ نیازی۔ شبنم رانی۔ غفار۔ عبدالستار۔ لبنیٰ۔ منیر۔ کلثوم بیگم۔ صائمہ۔ مقبول جان۔ زیب النساء۔ تصور ممتاز۔ صدف۔ فضل قادر۔ صائمہ۔ شہزادی۔ رابعہ شاہین۔ محمد ارسلان۔ لبنیٰ شاہین۔ نورین فاطمہ۔ نازیہ ارشد۔ ملک فقراج۔ نزہت۔ قمر عباس۔ کامران احمد۔ شاہد اقبال۔ حاجی محمد مسکین۔ فوزیہ اختر۔ فوزیہ ارشد۔ صبا ایوب۔ خرم سرفراز۔ باقر رضا۔ خالد محمود۔ محمد شکیل۔ رحیم خان۔ ستار۔ آفتاب جمال۔ کوثر زاکر۔

پشاور:۔ عدیل رضا۔ مجاہد حسین ہاشمی۔ محمد شفیع۔ مسرت خان۔ نواز خان۔ محمد وسیم خان۔ نوید الرحمان۔ عثمان۔ مشرف حسین۔ ذیشان حیات۔ محمد طارق۔ سعد وقاص۔ خرم سجاد۔ ممتاز بیگم۔ مہر النساء۔ نسرین بیگم۔ نرگس۔ لعل زادی۔ رقیہ بی بی۔ پروین سلطان۔ کلثوم ظفر۔ نسیم اختر۔ نگہت حیات۔ زینب۔ نزہت پروین۔ الماس۔

کوئٹہ:۔ طارق محمود۔ لوربابہ۔ شیما کیتھرائین۔ نور جہاں۔ منصورہ۔ حمیدہ صدف۔ شبنم ناز۔ رابعہ فاروق۔ عابدہ اعجاز۔ شموانہ ظہیر۔ نویدہ عمر دین۔ صوفیہ یونس۔ شبانہ زکریا۔ صفیہ نورین۔ کوثر قمر الدین۔ محمد اشرف۔ انیلا اشرف۔ فرحت دلشاد۔ وحیدہ خان۔ شازیہ عظیم۔ مجیب الرحمن یوسفی۔ نوید حیات۔ نویدہ ارم وارثی۔ رفعت خان۔ شبانہ خلیل۔ ذکیہ ناز۔ شائستہ۔ محمد امین۔ فاطمہ انور۔ لئیق احمد۔ عتیق احمد۔ محمد وسیم۔ نصیب اللہ خان۔ اولیس احمد۔ تیموریہ خان۔ توصیف الرحمان بابر۔ شہزاد۔ عبداللہ۔ عامر نور۔ محمد یوسف۔ محمد یونس۔ خالد نور۔ امجد خان۔ اصغر خان۔ منصور احمد۔ محمد عادل۔ عاصم ریاض۔ عدنان نواز۔ یاسر نواز۔ خالد نواز۔ داد محمد۔ برہان ندیم۔ مقصود احمد۔ نصرت ہدایت۔ صائمہ اعوان۔ عائشہ اسلم۔ ربیعہ رفیق۔ شگفتہ ارشد۔ مہرین چندا۔ جاوید اقبال۔ رخسانہ یوسف۔ نائلہ انجم۔ صدف یوسف۔ ناہید انجم۔ شافیہ ریاض۔ عابدہ گل۔ ثمینہ ور محمد۔ انیلا رزاق۔ فرحت یاسمین۔ شہزادی بیگم۔ سویرا گل۔ روبینہ شکور۔ کنول جاوید۔ علیمہ۔ عوض علی۔ فریدہ کانسی۔ ثمینہ کوثر۔ ماہ جبین۔ تفضل۔ سعدیہ رؤف۔ شاہدہ۔ عالیہ نور الحسن۔ قرۃ العین عینی۔ عطیہ گلزار۔ عظمیٰ گلفام۔ عاصمہ نذیر۔ شازیہ یاسمین۔ روزینہ شکور۔ افشاں تنویر۔ سلطانہ یاسمین۔ ثریا لطیف۔ حمیدہ بانو۔ سائرہ ذوالفقار۔ نادرہ تمکین۔ بشریٰ تحرین۔ ابو اکبر جاوید۔ عمر جاوید۔ علیحا رزاق۔ عمارہ رزاق۔ عبد معز۔ وحید۔ سعید۔ عظمیٰ اقبال۔ دانیال۔ عائشہ زرینہ۔ امیر الدین۔ قمر اشرف۔ لطیف یٰسین۔ محمد صادق۔ سید محمد طیب شاہ۔ نوشین سلیم۔ رضوانہ ممتاز۔ سلیم شہزاد۔ نسرین ملک۔ سکینہ حسین۔ ماہ رخ اعظم۔ مسرت ارشاد۔ عاصمہ ارشاد۔ فہمیدہ محبوب۔ زبیدہ حبیب۔ شبانہ اختر۔ مسز فرخ سلیم۔ ریحانہ اختر۔ نرگس اشرف۔ فرزانہ غلام رسول۔ ذکیہ قاسم۔ عطیہ ناز۔ شہناز سلطانہ۔ شبانہ نذیر۔ صادق۔ ڈاکٹر حور بانو۔ ریحانہ محمود۔ کرن ناز۔

بارک شائر۔ برطانیہ:۔ عالم دین۔ محمد بشیر۔ رحمت بی بی۔ فرحت شاہین۔ رفعت شاہین۔ رضوانہ کوثر۔ نوید بشیر۔ توصیف بشیر۔ محمد عاصم بشیر۔ محمد ہارون بشیر۔ ارشد محمود۔ جمیلہ بی بی۔ اسماء کوثر۔ شاہد۔ مومنہ۔ عقیل محمود۔ راحیل محمود۔ زیبا محمود۔ شکیل احمد

ڈنمارک:۔ زاہدہ سلطان۔ ثنا حسین۔ یٰسین حسین۔ امتیاز بیگم۔ تنظیم حیات۔ نسیم۔ طیبہ۔ شہناز سلطانہ۔ نسیم چوہدری۔ تسنیم لیاقت۔ عصمت قریشی۔ بلقیس اختر۔ رشیدہ۔ شمع رانی۔ سمیہ عاصم۔ شہلا عاطف۔ ریحانہ جمیلہ۔ نیلم۔ انجم۔ صائمہ غلام۔ صابرہ غلام۔ نرگس طاہرہ۔ محمود حسین۔ اشرف بٹ۔ محمد ریاض۔ شوکت خان۔ پرویز باگی۔ لیاقت حسین۔ عاشق حسین۔ حنیف چوہدری۔ رشیدہ بیگم۔ علی اسلم۔ عمر اسلم۔ سلمیٰ خلیل۔ عابدہ ایوب کھاکھر۔ فرزانہ محمود۔ مسز انور ریاض۔ شبنم انیلا۔ زلیخا عمر محمود۔ روبی افضل۔ فریدہ رؤف۔ سائرہ تصدق۔ سمیرا۔ علی ریاض۔ رضوانہ رشید۔ رخسانہ۔ مسعود فیروز۔ امتیاز احمد۔ ثمینہ طارق۔ فیروز دین انصاری۔ نعیم بٹ۔ نوید بٹ۔ فرحت۔ زوبیہ۔ زبیدہ اکرم۔ راحیلہ رشید۔ شمشاد۔ کلثوم انور۔ نزہت نعیم۔ شیراز الحسن اسمٰعیل۔ یٰسین حسین۔ **ماسکو۔ روس:۔** خالد محمود۔ مسز ابو جنیبا شگوفہ۔

امریکہ:۔ طارق مسعود۔ سعیدہ بیگم۔ محمد نذیر خشال۔ عبدالمجید۔ نصیر احمد۔ عبدالوحید۔ نظیر بیگم۔

ماورائی دنیا

روحانی طالبات و طلباء سے گذارش ہے کہ وہ جب اپنی واردات و کیفیات ارسال فرمائیں تو اپنا پورا نام اور مکمل پتہ تحریر کرنا ہرگز نہ بھولیں۔

نورین الٰہی۔ اسلام آباد

آج سانس کی مشق اور ورد کے بعد مراقبہ شروع کیا تو ایک دم محسوس ہوا کہ جیسے سر پر کسی چیز کا دباؤ پڑ گیا ہے۔ میں سمجھی کہ کوئی کیپ وغیرہ تو اندھیرے میں کسی نے مذاق میں نہیں پہنا دی۔ غیر ارادی طور پر میرا ہاتھ سر پر گیا تو ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ پھر ایسا لگا جیسے میرا دماغ اینٹی کلاک وائز گردش کر رہا ہے۔ یہ گردش رفتہ رفتہ تیز ہونے لگی اور پھر میں اوپر کی جانب اٹھنے لگی۔ جب کہ جسم میں کوئی حرکت نہیں تھی۔ وہ بالکل بے حس مصلے پر مراقب تھا۔ مجھے ایک روشنی کا راستہ نظر آیا میں نے بسم اللہ پڑھ کر اس راستے پر قدم رکھ دیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد اس راستے پر کچھ لوگ بھی مجھے آتے جاتے دکھائی دیئے۔ ان لوگوں نے ایک لمحے کو رُک کر مجھے بغور دیکھا اور پھر آگے بڑھ گئے۔ کچھ دور جا کر یہ راستہ تنگ ہوتا گیا۔ لیکن یہ تنگی میری رفتار میں کمی کے بجائے اضافے کا باعث بنتی رہی۔ ایسا لگتا تھا کہ دوسری جانب کوئی طاقت ہے جو مجھے اپنی جانب بہت شدت و قوت سے کھینچ رہی ہے۔ پھر میری رفتار اس قدر بڑھ گئی کہ میں گولی کی رفتار سے ایک تنگ سوراخ سے دوسری طرف نکل گئی۔

دوسری جانب پہنچ کر مجھے محسوس ہوا کہ میں ایک نئے زون میں آگئی ہوں یہاں کی ہر شئے میں ایک خاص چمک محسوس ہو رہی تھی۔ اس زون کی ہر چیز یوں تو ہماری دنیا کی جیسی ہی تھی...... ویسے ہی لوگ، اسی طرح کے گھر، اسی طرح کے درخت، پودے، پھول...... لیکن یہاں کے پھولوں سے مجھے روشنیاں سی پھوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ لوگوں کے چہرے پُر سکون، پُر شفقت اور مسکراہٹ سے بھرپور تھے اور ان کی مسکراہٹ کی بنا پر ان کے چہروں سے بھی روشنیاں نکلتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ خوش الحان پرندوں کی موسیقیت بھری آوازیں ذہن و دل کو سرشار کئے دیتی تھیں۔

میں نے دل ہی دل میں کہا "یاالٰہی! مجھے تو یہ جنت محسوس ہوتی ہے"۔

وہاں میں ایک باغ میں داخل ہوگئی۔ باغ کیا تھا رنگ و نور کا ایک مسکن تھا جو قدرت کی صناعی کا شاہکار محسوس ہوتا تھا۔ میں وہاں پر ایک بنچ پر بیٹھ گئی۔ وہ بنچ لگتا تھا کہ موتیوں سے بنائی گئی ہے۔ سامنے ہی چشمہ بہہ رہا تھا۔ چشمے کی نیلگوں سطح سے ٹکرا کر آنے والی ہوا طبیعت کو سرور بخش رہی تھی۔

وہاں بیٹھے بیٹھے مجھے خیال آیا کہ یہاں مراقبہ کرنا چاہیے۔ میں نے اسی جگہ سانس کی مشقیں اور ورد کرنے کے بعد جیسے ہی آنکھیں بند کیں میں نے دیکھا کہ اپنے کمرے میں مصلے پر بیٹھی ہوں اور مراقبہ کر رہی ہوں اور کوئی دروازہ Nock کر رہا ہے۔ میں نے مراقبہ ختم کیا اور اس

خوبصورت واردات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوئی اٹھ گئی۔ باہر میری چھوٹی بہن کھڑی تھی جو مجھے نیچے بلانے کے لئے آئی تھی کہ میری دوست کا فون آیا ہے۔

شوکت محمود راہی۔ کراچی

گذشتہ ایک ماہ قبل مراقبہ اور سانس کی مشق کا آغاز کیا۔ ایک ہفتے تک تو آنکھیں بند کرتے ہی طبیعت بوجھل ہو جاتی اور میں غنودگی سے مکمل نیند میں چلا جاتا۔ پھر میں نے کوشش کرکے خود کو نیند سے روکا لیکن اس طریقے سے بھی ذہنی یکسوئی حاصل نہیں ہو سکی کیوں کہ اس طرح آنکھیں بند کرتے ہی خیالات کا ایک ریلا میرے ذہن میں امڈنے لگتا اور میں اپنے تصور کو چھوڑ کر اس ریلے میں بہتا چلا جاتا...... پھر میری طبیعت میں اکتاہٹ پیدا ہونے لگی۔ لیکن میں نے سوچا کہ جب ایک کام شروع کیا ہے تو محض چند روز میں مایوس ہو کر چھوڑ دینا تو بے وقوفی ہوگی۔ مجھ پر گھر والوں کا بھی بے حد دباؤ تھا انہوں نے بھی مجھے پریشان کر رکھا تھا کہ یہ کیا ڈرامہ شروع کر دیا...... اُن کا خیال تھا کہ یہ سب خرافات ہیں اور ان کے کرنے سے بندہ کسی کام کا نہیں رہتا...... چونکہ ذہن بحث میں الجھا رہتا تھا اس لئے بھی ذہن منتشر رہتا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ اعتراضات کا جواب دینے اور بحث میں الجھنے کا کوئی فائدہ نہیں جس نے نہیں ماننا وہ تو کبھی ماننے کا ہی نہیں...... میں کیوں اپنا راستہ کھوٹا کروں۔ جب مجھے معلوم ہے کہ مراقبے کے بے شمار فائدے ہیں تو میں یہ فائدہ خود کیوں نہ اٹھاؤں جب مجھے فائدہ ہوگا اور مراقبے کے ثمرات مجھے ملنے شروع ہوں گے تو سب ہی دیکھ لیں گے...... دراصل میں لوگوں پر اپنی علمیت جھاڑنے لگا تھا اور میری خواہش تھی کہ لوگوں کو بتاؤں کہ بھائیو! میں اب مراقبہ بھی کرنے لگا ہوں "دوستوں میری قدر کرو...... میری عزت کرو...... میری واہ واہ کرو"۔

اللہ نے مجھے سمجھ دی اور میں نے اپنے گھر اور حلقہ احباب میں مراقبے کا تذکرہ کرنا بند کر دیا اب میں نے ان کی دلچسپیوں کی بات کرنا شروع کر دی۔ ان کی پریشانیوں اور مشکلات کے حل کے متعلق سوچنا شروع کیا تو مجھے بہت سکون ملنے لگا۔ پھر میں جب رات کو مراقبے کے لئے بیٹھا تو ذہن فوراً یکسو ہو گیا۔ نظر تو کچھ نہیں آیا لیکن ذہنی سکون اس قدر ملا کہ اگلا سارا دن بے انتہا خوشگوار رہا، طبیعت ہشاش بشاش رہی اور کالج میں لیکچر کے دوران پروفیسر کے بتائے ہوئے سارے پوائنٹس ذہن نشین ہوئے ایک موقع پر پروفیسر نے مجھ سے کچھ سوالات کئے۔ میں نے اعتماد کے ساتھ سارے جوابات دیئے تو انہوں نے شاباش دی۔ پہلے جب بھی پروفیسر مجھ سے کبھی سوال کرتے تو میں گڑبڑا جاتا اور جوابات ذہن میں ہونے کے باوجود کنفیوز ہو کر الٹے سیدھے جواب دے دیتا تھا۔ اسی وجہ سے اکثر کلاس فیلوز میں مذاق کا نشانہ بھی بن جاتا تھا۔ اب مجھے اپنی غلطی کا شدید احساس ہو رہا تھا اور ساتھ ہی میں اللہ کا شکر بھی ادا کر رہا تھا کہ اس نے مجھے سیدھا اور سچا راستہ دکھایا۔ میں خود باغ اگانے کے بجائے "باغ اگاؤ باغ اگاؤ" کا شور مچا رہا تھا......

سعدیہ جمال۔ حیدر آباد

دوران مراقبہ دیکھا کہ آسمان پر اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک "رحیم" نیلی روشنیوں سے تحریر ہے۔ اسم مبارک سے نکلنے والی نیلی روشنیاں دائیں بائیں اوپر نیچے پھیلی ہوئی ہیں۔ اچانک میری نظر دائیں جانب گئی تو اس طرف آسمان پر اسم مبارک "رحمٰن" سنہری رنگ کی روشنیوں سے تحریر تھا اس میں سے نکلنے والی روشنیاں بھی دائیں بائیں پھیل رہی تھیں۔ میں نے محسوس کیا کہ کوئی سرگوشی میں کچھ کہہ رہا ہے میں نے سننے کی کوشش کی تو سمجھ میں آیا کہ یہ آواز مجھ سے ہی مخاطب ہے۔ یہ آواز میرا نام پکار رہی تھی۔

"سعدیہ! سعدیہ! اللہ تعالیٰ کی صفات میں تفکر کرو...... رحیم اللہ تعالیٰ کی تخلیقی صفات ہیں اور رحمٰن اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو ظاہر کرتا ہے تم اچھی طرح ذہن نشین کر لو"۔ پھر یہ منظر غائب ہو گیا اور بالکل اندھیرا چھا گیا جیسے کہ لائٹ آف ہو گئی ہو۔ لیکن میری یکسوئی ختم نہیں ہوئی کچھ دیر اندھیرا چھایا رہا پھر اسی اندھیرے میں ایک روشن نقطہ اُبھرا۔ میں نے اپنی نظریں اس نقطے پر مرکوز کر دیں۔ کچھ دیر بعد احساس ہوا کہ اس روشن نقطے کے پیچھے سے کوئی آنکھ مجھے دیکھ رہی ہے۔ اس آنکھ کے اندر مجھے اپنے لئے محبت اور شفقت کا ایک سمندر موجزن نظر آیا۔

حبیب عالم۔ کراچی

دوران مراقبہ دیکھا کہ میں کسی بستی میں موجود ہوں۔ یہ بستی میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔ کچے پکے مکانات بے ترتیب بنے ہوئے ہیں میں ایک گلی میں چلتا ہوا کہیں جا رہا ہوں۔ گلی جہاں ختم ہوتی ہے وہاں ایک جانب کارنر پر کھلے آسمان کے نیچے ایک بڑی سی قبر بنی ہوئی ہے۔ قبر پر سبز رنگ کی چادر پڑی ہے۔ میں نے قبر کے قریب کھڑے ہو کر سامنے دیکھا تو ایک بڑے سے Hut میں پرانے سے تخت پر ایک بوڑھے سے صاحب بیٹھے نظر آئے۔ وہ کچھ کھا رہے تھے۔ میں ان کے قریب گیا اور ان سے کہا کہ "حضرت میں بہت لمبا سفر کر کے آ رہا ہوں، دو وقت سے کھانا نہیں کھایا۔ مجھے اپنے ساتھ شریک کر لیجئے" بزرگ نے نظریں اٹھائیں اور سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے گھورا اور آنکھوں ہی آنکھوں سے ایک مٹکے کی طرف اشارہ کیا۔ یہ خاصا لمبا اور چوڑا مٹکا تھا۔ میں سمجھا کہ شاید مجھ سے پانی مانگ رہے ہیں میں نے جلدی سے مٹی کے پیالے سے پانی نکال کر انہیں پیش کیا۔ انہوں نے اپنی نظریں ایک بار پھر اٹھائیں اور سرخ سرخ آنکھوں سے گھورا اور ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا کہ میں ہاتھ دھو کر کھانے میں ان کے ساتھ شریک ہو جاؤں۔ میں ان کا شکریہ ادا کر کے ہاتھ دھو کر کھانے میں ان کے ساتھ شریک ہو گیا۔ کھانا کیا تھا مٹی کے ایک بڑے سے چوڑے منہ کے پیالے میں فالودے کے لچھے چائے میں بھیگے ہوئے تھے...... میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسی ڈش کبھی چکھی تو کیا دیکھی تک نہ تھی۔ سر جھکا کر میں نے ایک طرف سے چمچ کے ذریعے کھانا شروع کیا تو حیران رہ گیا۔ اس قدر لذیذ شے شاید دنیا میں کہیں نہ ہوتی ہو۔ میں نے اس ڈش کا نام پوچھنے کے لئے سر اٹھایا تو اُن بزرگ نے پھر مجھے سرخ سرخ آنکھوں سے گھورا اور میں نے ڈر کر دوبارہ سر جھکا لیا۔ اسی اثناء میں میرے شیر خوار بچے نے زور زور سے رونا شروع کر دیا تو مجھے مراقبہ ختم کرنا پڑا۔ مراقبہ ختم کرنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اس ڈش کا ذائقہ میری زبان پر موجود ہے۔

کامران ریاض۔ فیصل آباد

گذشتہ دو روز سے مراقبہ کے دوران یکسوئی ہو جاتی ہے۔ پہلے روز تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھایا رہا لیکن ذہن میں خیالات کی بے لگام رو اب ختم ہو چکی تھی۔ پہلے مراقبہ میں بیٹھتے ہی خیالات کا ایک سلسلہ چل پڑتا تھا اور میں بھول جاتا تھا کہ میں کس لئے آنکھیں بند کر کے بیٹھا ہوں۔ دوسرے روز دوران مراقبہ دو آنکھیں دکھائی دیتی رہیں جو مسلسل مجھے دیکھ رہی تھیں۔ آج تیسرا روز تھا میں ورد کرنے کے بعد آنکھ بند کر کے بیٹھا تو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے تیز چکا چوند روشنی ہو گئی ہے۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں تو کمرے میں بدستور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آنکھیں بند کیں تو پھر اُجالا سا پھیل گیا۔ 15 منٹ تک میں مراقب رہا اس دوران کچھ نظر نہیں آیا لیکن مسلسل تیز روشنی آنکھوں پر پڑتی رہی اور ذہن مسلسل یکسو رہا۔ مراقبہ کرتے ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا ہے۔ میری طبیعت میں زبردست ٹھہراؤ محسوس ہو رہا ہے۔ اس بات کو میرے گھر والوں اور دیگر احباب نے بھی نوٹ کیا ہے۔ میرے کام کی رفتار بہت بڑھ گئی ہے۔ دفتر میں کام کے دوران پہلے طبیعت جلد ہی اُکتا جاتی تھی اور میں دیگر افراد کے ساتھ گپ شپ میں لگ جاتا تھا تاکہ وقت پاس ہو سکے لیکن اب کام میں دلچسپی پیدا ہو جانے سے مسلسل کام کرتے ہوئے بھی ذرا سی اکتاہٹ محسوس نہیں ہوئی۔ میرے افسران نے بھی اس تبدیلی پر میری حوصلہ افزائی کی ہے اور اب امید ہو چلی ہے کہ جلد ہی میری پروموشن جو گذشتہ دو سال سے رکی ہوئی تھی دو تین مہینے میں ہو جائے گی۔

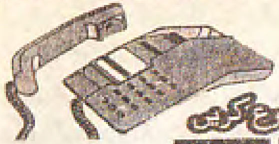

روحانی فون سروس

فوری مشورے کے لئے رجوع کریں

کراچی | حیدرآباد | لاہور | راولپنڈی | فیصل آباد | کوئٹہ میں آپ کی خدمت کیلئے

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی زیر سرپرستی ادارہ روحانی ڈائجسٹ نے آپ کے مسائل کے حل پر مبنی جوابات براہ راست پیش کرنے کے لئے روحانی فون سروس شروع کی ہے۔ روحانی فون سروس کے ذریعے حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے اجازت یافتہ حضرات دی گئی ہدایات کے مطابق قارئین کے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔ روحانی فون سروس کے ذریعے آپ اپنے مسائل کا براہ راست حل معلوم کرسکتے ہیں۔ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے کالم میں شائع ہونے والے کسی جواب کے بارے میں کوئی وضاحت طلب کرنا ہو تو معلوم کرسکتے ہیں۔ محفل مراقبہ میں دعا کے لئے نام لکھواسکتے ہیں، نومولود بچوں کے نام کے بارے میں دریافت کرسکتے ہیں۔ خواجہ صاحب کی کتاب "روحانی علاج"، "رنگ و روشنی سے علاج" یا ان کی کسی بھی دوسری کتاب کے بارے میں کوئی بھی بات دریافت کرسکتے ہیں۔

ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیجئے
یہ ہمارے لئے باعث افتخار ہے

حکیم وقار یوسف عظیمی

کراچی	6685469	پیر سے جمعرات شام 5 بجے سے رات 8 بجے تک۔
	6688931	جمعہ، ہفتہ اور اتوار تعطیل
حیدرآباد	866411	شام 6 بجے سے رات 9 بجے تک علاوہ جمعہ، ہفتہ و سرکاری تعطیلات
لاہور	7243541	شام 4 بجے سے 6 بجے تک
راولپنڈی	584557	3 بجے سے 5 1/2 بجے شام تک
فیصل آباد	719065	صبح 10 بجے سے 1 بجے تک علاوہ جمعہ
کوئٹہ	837187	شام 7 بجے سے رات 9 بجے تک علاوہ اتوار

روحانی ڈاک

روحانی ڈائجسٹ پاکستان اور روحانی ڈائجسٹ انٹرنیشنل برطانیہ میں ہر ماہ خدمت خلق کے جذبے کے تحت مسائل کا روحانی حل اور لاعلاج بیماریوں کا علاج پیش کیا جاتا ہے۔ کوائف معلوم ہونے سے مسائل کا حل اور بیماریوں کا علاج تجویز کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

پورا نام .... والدہ کا نام ....

عمر .... ازدواجی حیثیت ....

مکمل پتہ ....

....

روحانی ڈاک میں مسائل کا حل رنگ و روشنی سے علاج، مراقبہ کے ذریعے علاج، روحانی علاج اور پیراسائیکالوجی کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔

روحانی ڈاک

1-D,1/7 ناظم آباد۔ کراچی 74600

ٹیلی پیتھی سیکھئے

ٹوکن | ٹوکن

پورا نام .... والدہ کا نام ....

عمر .... تعلیم ....

مٹھاس سے رغبت زیادہ ہے یا نمکین سے .... اگر آپ کسی روحانی سلسلے میں بیعت ہیں تو اپنے پیر و مرشد اور سلسلے کا نام لکھیں ....

مکمل پتہ ....

یہ تمام معلومات ایک الگ کاغذ پر ٹوکن کے ساتھ ضرور بھیجیں

۱۔ عام صحت ۲۔ جسمانی حالت ۳۔ مزاج ۴۔ حافظہ ۵۔ مشاغل ۶۔ والدین کی مزاجی حالت ۷۔ والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ تعلقات ۸۔ اگر شادی شدہ ہیں تو میاں بیوی میں ذہنی ہم آہنگی ہے یا نہیں؟ ۹۔ بچپن سے لے کر اب تک جن بیماریوں میں مبتلا ہوئے ہیں خصوصاً دماغی اور جنسی امراض کی تفصیل ضرور تحریر کریں۔

نوٹ: ٹیلی پیتھی کے لفافے میں مسائل کے حل یا کسی دوسری چیز کے بارے میں کچھ نہ لکھیں۔ تمام خطوط پتہ لکھے ہوئے جوابی لفافے کے ساتھ ارسال کریں۔

ٹیلی پیتھی سیکھئے ۱۔ڈی، ۷/۱، ناظم آباد کراچی ۷۴۶۰۰

روحانی ڈاک ۔ ارجنٹ جواب

جواب کا فوری حصول اور خدمت خلق کے مشن میں تعاون ساتھ ساتھ

ممتاز روحانی اسکالر حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کا کالم روحانی ڈاک ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کا انتہائی مقبول کالم ہے۔ الحمد للہ روحانی ڈائجسٹ کے ذریعے اب تک لاکھوں لوگ حضرت عظیمی صاحب سے اپنے مسائل و مشکلات کے حل اور پرانے و پیچیدہ امراض کے سلسلے میں مشورہ حاصل کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت عظیمی صاحب کے بتائے ہوئے وظائف و مشوروں سے لوگوں کی بڑی تعداد کو فائدہ پہنچا ہے۔

روحانی ڈائجسٹ کی معرفت مسائل کے حل کے لئے جو خطوط موصول ہوتے ہیں ان کا فرداً فرداً مطالعہ کے بعد جواب دیا جاتا ہے۔ اب تک یہ کام زیادہ تر رضاکارانہ بنیاد پر اپنی خدمات پیش کرنے والے افراد کے گرانقدر تعاون سے چلتا رہا ہے۔ ہم ان تمام افراد کے شکر گذار ہیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے خصوصی اجر اور انعامات کے لئے دعاگو ہیں۔

روحانی ڈاک کے شعبے میں موصول ہونے والے خطوط کے جواب کے لئے علٰیحدہ مستقل اسٹاف اور دیگر انتظامات کی عدم موجودگی کی وجہ سے براہِ راست جواب ارسال کرنے میں بہت وقت لگ جاتا ہے۔ مسائل کے حل کے لئے موصول ہونے والے خطوط کے جلد از جلد جواب دینے کے لئے اب ادارہ روحانی ڈائجسٹ نے اضافی دفتری اور دیگر اخراجات کر کے خاص انتظام کے تحت علٰیحدہ اسٹاف ممبران کا تقرر کیا ہے۔ براہِ راست جواب حاصل کرنے کے خواہشمند افراد اخراجات کی مد میں تعاون کر کے اس انتظام سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس سہولت سے فائدہ اٹھا کر نہ صرف یہ کہ آپ اپنے خط کا ارجنٹ جواب منگوا سکتے ہیں بلکہ اس طرح خدمت خلق کے پروگرام کی توسیع میں آپ کا مالی تعاون بھی شامل ہو جائے گا۔

اس ارجنٹ جواب اسکیم کے تحت براہِ راست جواب حاصل کرنے کے خواہشمندوں کو مقررہ رقم وصول ہونے کے بعد انشاء اللہ پانچ روز یا بارہ روز کے اندر جواب بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ ارسال کر دیا جائے گا۔

ارجنٹ جواب کے لئے مدت	رقم
5روز کے اندر جواب کی ترسیل	=/110روپے
12روز کے اندر جواب کی ترسیل	=/55روپے

رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر یا بنک ڈرافٹ، بنام "روحانی ڈائجسٹ" کی جا سکتی ہے۔ کراچی کے کسی بنک میں قابل ادائیگی کراس چیک بھی بھیجا جا سکتا ہے۔

واضح رہے کہ رقم کی یہ ادائیگی ارجنٹ جواب حاصل کرنے کے لئے ہے۔ مسئلہ کے جواب کے لئے کوئی فیس نہیں ہے۔ براہِ راست جواب کے خواہشمند جو افراد اس اسکیم کے تحت جواب حاصل نہ کرنا چاہیں انہیں حسب سابق کسی ادائیگی کے بغیر باری آنے پر جواب ارسال کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ ایسے مستحق حضرات جو ارجنٹ فیس کی ادائیگی سے قاصر ہوں مسئلے کی نوعیت کے لحاظ سے بلامعاوضہ ارجنٹ جواب کے لئے ہمیں لکھ سکتے ہیں۔

خط لکھنے کا پتہ: روحانی ڈاک۔ روحانی ڈائجسٹ 1-D-1/7ناظم آباد کراچی 74600

روحانی ڈاک

خواجہ شمس الدین عظیمی

تقدیر کی روحانی تعریف

محمد زاہد۔ اسلام آباد

نوعِ انسانی ہو یا کوئی دوسری نوع۔ ہر نوع کے اندر تخلیقی صلاحیتیں موجود ہیں اور ہر نوع کے افراد چاہتے ہیں اس کی نسل برقرار رہے۔ یہی جذبہ ہے کہ جو ماں باپ کے اندر اولاد کی خواہش پیدا کرتا ہے اور یہ خواہش ایک تقاضا بن جاتا ہے۔

جب والدین میں کوئی کمزوری ہوتی ہے، ان کے ہاں اولاد نہ ہونے کی وجہ سمجھ میں آتی ہے لیکن ایسے بھی بے شمار کیس دیکھنے میں آئے ہیں کہ ماں باپ میں کوئی نقص نہیں ہے لیکن اولاد نہیں ہوتی۔ تمام ٹیسٹ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اولاد ہونی چاہئے۔ یہ بھی نہیں ہوتا کہ والدین یہ چاہتے ہوں کہ ان کے آنگن سُونے رہیں۔ وہ ہر تدبیر کرتے ہیں جو انسان کے امکان میں ہے لیکن اولاد نہیں ہوتی۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ بڑے بوڑھے کہتے ہیں کہ اولاد قسمت سے ہوتی ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں اس بات سے تشفی نہیں ہوتی۔ آخر لاکھوں کروڑوں آدمیوں میں چند آدمی ایسے کیوں ہوتے ہیں جنہیں قدرت اولاد کی نعمت سے محروم رکھتی ہے۔

براہِ کرم ہمیں بتایئے کہ قسمت اور تقدیر کیا ہوتی ہے اور اس کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ کیا ہم اپنے ارادہ اور اختیار سے اور تدبیر سے قسمت بدل سکتے ہیں۔

جواب :۔ قسمت اور تقدیر دو ہوتی ہیں۔ مبرم اور معلق۔ تقدیر معلق میں انسان اپنے اختیارات اور تدبیر استعمال کر سکتا ہے۔ تقدیر مبرم میں ذاتی اختیارات کو کوئی دخل نہیں ہے۔ شادی اور اولاد کا تعلق تقدیر معلق سے ہے۔ پیدائش اور موت کا تعلق تقدیر مبرم سے ہے۔ آپ کو یہ بات عجیب معلوم ہو گی کہ جب پیدائش تقدیر مبرم ہے تو اولاد کا ہونا تقدیر معلق کس طرح ہوا؟

قدرت کلیتاً خود مختار ہے۔ پیدا ہونا تقدیر مبرم ہے لیکن کس بطن سے بچہ پیدا ہو تقدیر معلق ہے۔ قدرت کا چلن یہ ہے کہ وہ انفرادی طور پر عورت یا مرد کو نہیں دیکھتی۔

ھوالذی خلقکم من نفس واحدہ

ترجمہ: وہ ذات جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا۔

اصل ایک ہے باقی سب تصویریں اس اصل کے فوٹو پرنٹ ہیں۔ پیدائش کے سلسلے میں والدین اپنے اختیارات استعمال کر سکتے ہیں اور جس قدر چاہتے ہیں وقفہ بڑھا سکتے ہیں۔ یہ سوال کہ بہت سے لوگ دل و جان سے چاہتے ہیں کہ وہ صاحب اولاد ہو جائیں لیکن ہر قسم کی کوشش کے بعد بھی اُن کے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔ جب اس کا تعلق تقدیر مبرم سے بھی ہو تو یہ اولاد سے کیوں محروم رہتے ہیں؟

یہاں اللہ تعالیٰ کا ارشاد

"اور ہر چیز سے تخلیق کرتا ہے جوڑے دہرے"

بہت زیادہ غور طلب ہے۔ ایک یونٹ ہے اس کا ظاہری رخ عورت ہے اور باطن رخ مرد ہے۔ مرد کا ظاہری رخ مرد ہے اور چھپا ہوا رخ عورت ہے۔

قانون یہ ہے کہ جب دو باطن رخ (روشنیاں) ایک دوسرے میں جذب ہو جائیں تو ان روشنیوں کے انجذاب سے تیسرا یونٹ وجود میں آجاتا ہے اور اس کے بھی دو رخ ہیں۔ ان میں سے جو رخ بھی غالب ہوتا ہے وہی جنس قرار پاتی ہے۔ مثلاً مرد کا رخ غالب ہے بچہ مذکر ہے اور اگر عورت کا رخ غالب ہے تو بچہ مونث ہے۔

جن لوگوں کے چاہنے کے باوجود کوئی اولاد نہیں ہوتی اس کے ساتھ ہوتا یہ ہے کہ یا تو ان کے اندر کوئی کمزوری ہوتی ہے جو گرفت میں نہیں آتی یا پھر زن و شوہر کے باطن رخ ایک دوسرے سے متضاد ہوتے ہیں۔ اس کو اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ مرد کے اندر عورت اور عورت کے اندر مرد کی روشنیاں اتنی طاقتور نہیں ہوتیں کہ ایک دوسرے کے اندر پوری طرح جذب ہو جائیں چونکہ عام آدمی اس سے ناواقف ہوتا ہے اس لئے اس کی نظر اس طرف جاتی ہی نہیں ہے اور جب یہ بات زیر بحث نہیں آتی ہے تو اس کا تدارک بھی نہیں ہو پاتا۔

موجودہ میڈیکل سائنس ابھی تک روشنیوں کی مقداروں سے واقف نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ بغیر کسی نقص کے اولاد نہ ہونے کی وجوہات اسے معلوم نہیں ہیں جو لوگ روشنیوں کے علم سے واقف ہیں وہ اس قسم کا تصرف کر سکتے ہیں کہ اولاد ہو جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ مغل بادشاہ جلال الدین اکبر، حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے درخواست پیش کی کہ اس کے یہاں اولاد نرینہ ہو جائے۔

شیخ نے فرمایا۔ تیری قسمت میں اولاد نرینہ نہیں ہے۔ شہنشاہ اکبر نے عرض کیا "حضور! اس لئے تو حاضر ہوا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں میری مدد کریں"۔

شیخ سلیم چشتیؒ نے فرمایا "اپنی بیوی کو ہمارے گھر بھیج دو"۔

اکبر کی بیوی جب شیخؒ کے گھر گئی تو شیخ نے اپنی زوجہ محترمہ اور اکبر کی بیوی کو ایک ساتھ بٹھا کر دونوں کے سر پر رومال ڈال دیا اور اپنی زوجہ محترمہ سے کہا "اپنا بچہ اس عورت کو دیدے"۔

زوجہ نے عرض کیا۔ میں راضی برضا ہوں (اس وقت شیخ کی زوجہ حمل سے تھیں) نتیجہ یہ نکلا کہ مائی صاحبہ کا حمل اکبر کی بیگم کو منتقل ہو گیا اور وہ خالی ہو گئیں۔ یہ وہی بچہ ہے تاریخ جس کو سلیم کے نام سے جانتی ہے۔

لڑکیوں کی پیدائش؟ مرد ذمے دار!

مسز بٹ

میں ایک انتہائی دکھی عورت ہوں جسے ایک لمحے کو بھی ذہنی سکون میسر نہیں آج کل میں جس شدید ذہنی اذیت میں مبتلا ہوں وہ یہ ہے کہ میں حاملہ ہوں پانچواں مہینہ ہے مصیبت یہ ہے کہ میرا اپنا کوئی نہیں بیٹیاں ہی ہیں

ہر وقت خدا کے حضور گڑگڑاتی رہتی ہوں اور تڑپتی ہوں کہ اس مرتبہ وہ اپنا فضل کرے زیادہ پریشانی اس لئے ہے کہ میری والدہ کے بھی بیٹیاں زیادہ ہوئیں اور سسرال میں یہ طعنہ کہ "آخر ماں پر ہی گئی ہے" اب میری برداشت سے باہر ہے۔ سوچتے سوچتے دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ میرے خاوند کی پہلی منگیتر کے ہاں لڑکے ہی پیدا ہوتے ہیں جبکہ ادھر لڑکیاں...... میں بتا نہیں سکتی کہ میں کتنی پریشان ہوں اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگ ہیں لیکن باتیں۔ کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں پاگل ہو جاؤں گی۔

جواب:- یہ اللہ کی دین ہے کہ وہ لڑکی عطا کرتا ہے یا لڑکا اس سلسلے میں تو کسی کے بھی اختیار میں کچھ نہیں ہے تاہم اگر اس بنیاد پر طعنہ ہی دینا ہو تو پھر اس کا صحیح حقدار مرد ہے نہ کہ عورت۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے لیکن لڑکا ہونا یا لڑکی اس کا دارومدار تمام تر مرد پر ہوتا ہے اور لڑکی ہونے پر عورت کے بجائے مرد کو قصوروار ٹھہرایا جانا چاہئے۔ ویسے بھی آپ نے سنا ہوگا کہ اولاد مرد کی قسمت سے ہوتی ہے اور دولت عورت کے نصیب سے۔ اس سلسلے میں جو لوگ آپ کا دل چھلنی کرتے ہیں آپ ان کو صحیح تصویر دکھائیں۔ آپ کے لئے انشاء اللہ مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن میں جمعہ کے روز ہونے والی محفل مراقبہ ملّت کریہ اور درود شریف کے ختم کے بعد دعا کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک اور فرماں بردار بیٹا عطا فرمائیں آمین۔

ہر کام اُلٹا

صائمہ ارشد

ہمارے گھر میں کسی طرح کا سکون نہیں ہے ہر وقت بیماری اور پریشانی رہتی ہے اور جو کام بھی سیدھا کرتے ہیں وہ الٹا ہو جاتا ہے ہمارے ماں باپ کا بڑھاپا ہے اور ہم چھ بہنیں ہیں ایک بڑی بہن کی دو دفعہ شادی ہوئی اور دونوں دفعہ اس کا گھر نہیں بسا اور بڑے بھائی کی شادی کی تو ایک دفعہ بیوی مر گئی اور دوسری دفعہ طلاق ہو گئی باقی بہنوں کے رشتے آتے ہیں لیکن طے ہونے سے پہلے ہی یا طے ہونے کے بعد خود ہی ختم ہو جاتے ہیں بارہ سال سے مسلسل یہی ہوتا آرہا ہے سب پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں وظیفے نیازیں سب کچھ کرتے ہیں لیکن کسی طور پریشانی کم نہیں ہوتی بلکہ اور بڑھ جاتی ہے سارے بہن بھائی آپس میں ایک دوسرے سے جلتے ہیں اور ایک دوسرے سے نفسا نفسی سے کام لیتے ہیں۔ میری پانچ بہنیں جوان ہیں اور کافی عمریں ہو گئی ہیں آپ کوئی ایسا وظیفہ یا کوئی حل بتائیں تاکہ جلد از جلد ہمارے گھر کی پریشانی کم ہو اور بہنوں کی شادی ہو جائے۔

جواب:- بعد نماز عشاء 41 بار بسم اللہ الواسع جل جلالہ اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف کے ساتھ پڑھ کر انتہائی خشوع و خضوع سے شادی کے لئے دعا کریں اس کے علاوہ سب کچھ پڑھنا بند کر دیں آپ کی گھریلو پریشانیوں کی ایک بڑی وجہ وقت بے وقت بغیر اجازت و سکت وظائف کا پڑھنا ہی ہے۔ غیر ضروری طور پر وظائف پڑھنے سے حالات بجائے سدھرنے کے مزید خراب ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں کئی بار اس کالم میں اس کی وجوہات لکھی جا چکی ہیں مذکورہ عمل کی مدت 90 روز ہے۔ ناغہ کے دن بعد میں پورے کر لیں۔ براہ راست جواب حاصل کرنے کے لئے پتہ لکھا ہوا جوابی لفافہ مسئلے کے ساتھ ارسال کیا کریں۔

فلم چلتی رہتی ہے

عامر بھٹی۔ راولپنڈی

یہ ایک ایسے انسان کی کہانی ہے جو ذلت اور رسوائی کی زندگی گزار رہا ہے۔ میں 25 سال کا ایک نوجوان ہوں جب بھی کوئی فلم یا ٹی وی دیکھتا ہوں جب پروگرام ختم ہو جاتا ہے تو اس کا سارا سین میری آنکھوں کے سامنے موجود رہتا ہے۔ آنکھیں کھلی رہیں یا بند ہوں یہی حال رہتا ہے میں کوشش کرکے تھک جاتا ہوں ذہن کو اس طرف سے ہٹا دیتا ہوں پھر بھی وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے موجود رہتا ہے۔ یہ تو ہوئی فلم اور ٹی وی کی بات، ٹھیک یہی حال کسی

سے ملنے پر بھی ہوتا ہے خواہ وہ عورت ہو، مرد ہو، بچہ ہو، بوڑھا ہو یا جوان ہو خواہ وہ گھر ہو یا دفتر جب میں کسی سے ملتا ہوں تو اس کے وہاں سے چلے جانے کے بعد یا اس کی موجودگی میں اس شخص کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے بالکل ایسا ہی لگتا ہے جیسے وہ شخص بالکل سامنے کھڑا ہے۔ میں اس منظر کو اپنی آنکھوں کے سامنے سے ہٹانے کے لئے اپنی آنکھیں کس کر بند کرلیتا ہوں لیکن پھر بھی وہ منظر آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رات کو اگر نیند ٹوٹ جائے تو وہ منظر پھر سامنے آجاتا ہے۔ کبھی تو فوراً ختم ہو جاتا ہے کبھی کافی دیر تک مجھے پریشان کرتا ہے۔ میری اس پریشانی سے میں خود تو پریشان ہوں ہی میرے دوست احباب، رشتہ دار، گھر والے اور دفتر والے بھی مجھ سے بیزار ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس شخص کا نقشہ میرے سامنے ہوتا ہے اگلے روز ملاقات ہونے پر وہ شخص مجھ سے بہت ہی بد اخلاقی سے پیش آتا ہے اور Indirect طریقے سے مجھے برا بھلا کہتا ہے کچھ لوگ تو بڑی حیرت سے مجھے دیکھتے ہیں اور میرے بارے میں غلط رائے قائم کرتے ہیں اگر کسی لڑکی کا نقشہ میرے سامنے ہوتا ہے تو وہ خود یا اس کا کوئی سرپرست مجھے برا بھلا کہتا ہے کوئی بھی براہ راست مجھے کچھ نہیں کہتا ہے لیکن Indirect طریقے سے سبھی برا کہتے ہیں۔ اب خدا کے واسطے مجھے کوئی حل بتایئے ورنہ میں اسی طرح ذلیل و خوار ہو کر مر جاؤں گا یہ پریشانی مجھے تین چار سال سے لاحق ہے۔

جواب:- جو لوگ آپ کو Indirect طریقے سے برا بھلا کہتے ہیں آپ ان کی طرف سے پریشان نہ ہوں دراصل آپ ذہنی دباؤ کا شکار ہونے کی وجہ سے اس الجھن کا شکار ہیں جو کچھ آپ کے ذہن میں ہے وہ آپ کے مخاطب پر آشکار نہیں ہے لیکن آپ اپنی منفی سوچوں سے ان کو بھی آگاہ سمجھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ذہنی اور جسمانی طور پر ایسے رویے کا اظہار آپ سے سرزد ہوتا ہے جس کے نتیجے میں آپ کو خود شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے۔ جنسی جذبات کی برانگیختگی بھی ایک اہم عامل ہے۔ بہر حال ٹی وی یا فلم کا معاملہ ہو یا بالمشافہ ملاقات کا اس صورت حال سے چھٹکارا پانے کے لئے آپ کھانوں میں مٹھاس کی مقدار میں اضافہ کردیں اور نمک کم استعمال کریں۔ 24 گھنٹے میں 8 گھنٹے ضرور سوئیں۔ رنگ اور روشنی سے علاج کے طریقے پر نیلی شعاعوں میں تیار کردہ پانی 2,2 اونس صبح شام پئیں اس کے علاوہ رات سونے سے قبل اندھیرے کمرے میں بیٹھ کر دس منٹ تک مراقبہ کریں، مراقبہ سے قبل اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف کے ساتھ 93 بار یا حمید کا ورد کریں یہ عمل چالیس روز تک جاری رکھیں۔

تعفن کا خول

نام نہیں لکھا

میری عمر انیس سال ہے لیکن شکل سے بوڑھیا نظر آتی ہوں خوف اتنا ہے کہ دنیا سے نفرت ہو گئی ہے ماں باپ سے اتنی زیادہ نفرت ہے کہ ان کی صورت دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ ہم دونوں بہن بھائی میں مثالی محبت تھی مگر اب ہم دونوں ایک دوسرے سے بیزار ہیں۔ غلط اور گندے خیالات دماغ میں بھرے رہتے ہیں۔ کئی قسم کی ورزشیں کیں کہ گھائل روح کو کچھ قرار آجائے۔ ڈاکٹروں نے نشہ کی گولیاں تجویز کردی ہیں۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ گولیاں ساری عمر کھانی پڑیں گی ورنہ دماغی دورہ پڑ جائے گا۔ آپ ہی بتائیں جب بھائی جیسے مقدس رشتہ میں ذہن غلیظ اور ناپاک ہو جائے تو پھر میں شیطان کے علاوہ اپنے آپ کو کیا سمجھوں۔ آپ سے استدعا ہے کہ کوئی عمل بتادیں تاکہ میں گندگی اور تعفن کے خول سے آزاد ہو کر روشن کی نارمل زندگی گزارنے کے قابل ہو جاؤں۔

جواب:- نیلے رنگ کا کپڑا لے کر اس کا احرام بنالیں رات کو جب گھر والے سو جائیں یہ احرام اس طرح باندھ لیں جس طرح حاجی حضرات باندھتے ہیں۔ ننگے سر، ننگے پیر چھت پر کھلے آسمان کے نیچے اندھیرے میں دو رکعت نفل نماز ادا کریں۔ پہلی رکعت میں گیارہ بار قل ھو اللہ شریف اور دوسری رکعت میں دس بار سورۂ اخلاص پڑھ کر دونوں رکعتیں پوری کریں اور شمال کی طرف منہ کرکے یہ تصور کریں کہ سبز روشنیوں کی بارش ہو رہی ہے اور آپ اس میں بھیگ رہی ہیں۔ یہ عمل 21 روز تک کریں۔

سب مجھے دیکھ رہے ہیں

فرزانہ خان۔ حیدر آباد

میں بہت ہی سیدھی سادی، بے وقوف، کم عقل اور کمزور لڑکی ہوں نہ صرف یہ بلکہ بدھو، گنوار جاہل بھی ہوں کیونکہ مجھے دنیا میں چلنا بہت دشوار لگتا ہے۔ مجھ میں جھجک حد سے زیادہ ہے میری عمر 17 برس ہے مگر مجھ میں اس قدر جھجک ہے کہ آدمیوں سے تو کیا اپنی ہم عمر لڑکیوں سے بھی بات نہیں کرپاتی۔ کیونکہ میرے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے کے ساتھ ساتھ کانپنے بھی لگتے ہیں دل زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے۔ الفاظ حلق میں اٹک کر رہ جاتے ہیں اور بہت ہی گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے۔ کالج میں پڑھتی ہوں اور اس قدر ڈری سہمی بیٹھی رہتی ہوں جیسے بھیگی بلی۔ لوگوں کے سامنے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے یہاں تک کے کھاتے پیتے بھی عجیب محسوس ہوتا ہے اکثر کپڑوں پر کھانا گرجاتا ہے لگتا ہے تمام مرد اور عورتیں مجھے ہی دیکھ رہے ہیں۔

جواب:- رات کو سونے سے پہلے بستر پر لیٹ کر آسمان میں مریخ ستارہ کو دیکھیں اور دیکھتے دیکھتے سو جائیں۔ دس منٹ سے زیادہ نہ دیکھیں اور اِدھر اُدھر گردن گھماتی رہیں یہ عمل چالیس روز تک کریں۔ روزانہ ایک آدمی کو کھانا کھلائیں۔

دل آزاری

نام شائع نہ کیا جائے

ہمارے پاس خدا کا دیا سب کچھ تھا۔ کاروبار میں 4 لاکھ کا نقصان ہوا۔ کارخانہ بک گیا زیورات فروخت کرکے کھاتے رہے شروع شروع میں ہمارے گھر میں خون، پانی اور تیل کے چھینٹے پڑنے شروع ہوگئے جو کہ ایک بزرگ کے پاس جانے سے ختم ہوگئے مگر حالات درست نہ ہوسکے۔ تالا لگی الماریوں میں سے زیور غائب ہو جاتا۔ حالات زیادہ خراب ہونے کے بعد ہم کراچی سے لاہور آگئے۔ یہاں میرے شوہر نے نوکری کی جو چند ماہ کے بعد چھوٹ گئی۔ اب حالت یہ ہے کہ سرمایہ پاس نہیں ہے۔ زیور نام کی اب کوئی چیز نہیں ہے جوان بچے ہیں لیکن ابھی ان کی تعلیم پوری نہیں ہوئی۔ کوئی وظیفہ بتائیں جس سے ہماری مشکلات آسان ہوں اور روپے پیسے کی کمی نہ رہے اور اب رہائش بھی مسئلہ بن گئی ہے ہر مہینے بعد مکان مالک مکان خالی کروالیتے ہیں شروع شروع میں پانچ وقت کی نماز قرآن پڑھتی تھی لیکن اب دل بالکل پڑھنے کو نہیں چاہتا۔ جوڑوں میں درد رہتا ہے۔

جواب:- گھر کے سب افراد، ہر حال میں فجر کی نماز ادا کریں اور گھر کے سب افراد کثرت سے یاحی یاقیوم کا ورد کریں۔ آپ خود فجر کی اذان کے بعد، اندھیرے میں 100 بار آیت کریمہ پڑھیں۔ اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف کے ساتھ۔ اپنے شوہر سے کہیں کہ چالیس دن کے بعد کوئی چھوٹا موٹا کام شروع کردیں۔ اللہ کے کرم سے برکت ہوگی۔ کاروبار میں برکت ہونے کے بعد سے زیادہ سے زیادہ خیرات کریں اور کوشش کریں کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔

مختصر مختصر

فوزیہ ...... چہرہ میں کشش کے لئے آپ کتاب روحانی نماز میں سے عمل کریں آپ کو عمل کی اجازت ہے۔ سوا پانچ روپے خیرات کردیں عمل کی مدت چالیس دن ہے عمل جمعرات کو رات کے وقت سے شروع کیا جائے۔

آسیہ ...... صبح سویرے بیدار ہو کر فجر کی نماز ادا کریں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے 41 بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر پانی پر دم کرکے بھائی کو پلائیں انشاء اللہ ان کے اندر سے جذباتیت ختم ہو جائیگی۔ بہن کے رشتہ کے لئے عشاء کے بعد اول آخر گیارہ بار درود شریف کے ساتھ 41 بار سورۂ اخلاص پڑھ کر دعا کریں۔ عمل کی مدت 90 دن ہے۔

رومی...... روزانہ صبح دوپہر شام رات سونف کھایا کریں۔ سونف چبا کر عرق چوستے رہیں اور پھوک تھوک دیں، نظر کی کمزوری دور کرنے کے لئے بہت اچھا علاج ہے۔

یاسمین...... رات کو سونے سے پہلے ایک بار سورۂ قمر پڑھ کر پانی پر دم کرکے پئیں اس عمل سے دماغ روشن اور حافظہ بہتر ہو جاتا ہے۔

ریاض...... کثرت سے یاحی یاقیوم کا ورد کریں۔ اللہ کے فضل و کرم سے اچھے ٹیوشن مل جائیں گے۔

عدیل...... چہرہ پر دانے نکلنے کی وجہ خون میں حدت ہے دو ہفتوں تک مصفی مخون شربت پی لیں۔ گرم اشیاء سے پرہیز کریں۔

آصف...... سرخ گلاب کا مراقبہ کرنے کی آپ کو اجازت ہے دلجمعی اور وقت کی پابندی کے ساتھ مراقبہ کریں انشاء اللہ چہرہ پر رونق آجائیگی۔

رخسانہ...... آپ کا اندرونی سسٹم خراب ہے لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کریں اور اس کی ہدایت پر عمل کریں پرہیز ضروری ہے۔

سیدہ زیتون بی بی...... بچوں کی شادیوں میں بظاہر اس لئے تاخیر ہو رہی ہے کہ آپ نے خاندان کو انا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ لڑکیوں کی شادی سید گھرانے میں ہی کی جائے جہاں اچھا رشتہ مل جائے شادی کر دیں۔

ظہیر احمد...... تمنائیں اور آرزوئیں پوری کرنے کے لئے محنت اور مسلسل محنت کی ضرورت ہے۔

صرف دعائیں کرنے سے کسی کی تمنا پوری نہیں ہوتی۔ یہ دنیا دار العمل ہے جتنا عمل کیا جاتا ہے اللہ کریم کی طرف سے صلہ مل جاتا ہے۔ پہلے محنت کے ساتھ عمل کریں پھر دعائیں کریں۔

امتیاز...... انشاء اللہ آپ امتحان میں کامیاب ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا نتیجہ آنے تک 300 مرتبہ الملک القدوس پڑھ کر ہر نماز کے بعد دعا کرتے رہیں۔

اسماء...... گھر کے سب افراد نماز کی پابندی کریں۔ زیادہ سے زیادہ اللہ کا شکر اور ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھیں۔ اس طرز عمل سے بے سکونی ختم ہو جائے گی۔

دردانہ...... آپ نرسنگ کا شعبہ اختیار کرنا چاہتی ہیں انشاء اللہ کامیابی ہو گی۔

نگہت...... رات کو 41 بار سورۂ اخلاص پڑھ کر بستر پر چلی جائیں اور اپنے شوہر کا تصور کرتے ہوئے سو جائیں، شوہر کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ آپ کے اس وظیفہ سے دوسری عورت کا خیال شوہر کے دل سے نکل جائے گا۔

کاشف...... آپ معدے کے کئی امراض میں مبتلا ہیں روحانی علاج یہ ہے جب بھی پانی پئیں بارہ مرتبہ ریاحین ماء پڑھ کر دم کرلیا کریں۔ کھانوں میں چکنائی اور تیز مصالحہ دار غذاؤں سے پرہیز کریں۔ دونوں وقت کھانے سے پہلے زرد شعاعوں کا پانی دو، دو اونس پی لیا کریں۔ ہر جمعہ کو اللہ کے نام پر گیارہ روپے خیرات کر دیا کیجئے۔

نابینا بچے

خدیجہ ۔ لاہور

میرا بیٹا جس کی عمر ڈھائی سال ہے اس کو رات کی ہلکی روشنی میں دکھائی نہیں دیتا۔ زیرو واٹ کا بلب جل رہا ہو تو ہم سب کو ہر چیز صاف نظر آتی ہے۔ لیکن اس کو بالکل نظر نہیں آتا یہ بات ہمیں تین چار ماہ پہلے معلوم ہوئی ہے۔ لیکن جب آئی اسپیشلسٹ کو دکھایا تو انہوں نے چیک کرکے بتایا کہ اس کے مرض کا نہ تو کوئی ڈاکٹری علاج ہے نہ آپریشن سے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ یہ قدرتی ہے اور موروثی مرض ہے۔ ڈاکٹر بتاتے ہیں کہ اس مرض میں نظر آہستہ آہستہ کمزور ہوتی چلی جاتی ہے اور بڑی عمر میں بینائی ختم ہو جاتی ہے اور سارے بچوں میں بھی یہ بیماری ہو سکتی ہے۔ میں پھر امید سے ہوں چار ماہ کا حمل ہے دوسرے بچے کی بھی فکر ہے۔ جب سے معلوم ہوا ہے میں بہت پریشان ہوں۔ مجھے کچھ

اچھا نہیں لگتا۔ میرا کوئی بھائی نہ تھا نہ میری ماں کا کوئی بھائی بہن ہے۔ میرے والد بھی اکیلے ہیں خدا نے مجھے بیٹا دیا تو سارے لوگ خوش تھے۔ لیکن اب تو مجھے اپنی ہی دنیا اندھیرا معلوم ہوتی ہے۔ خدا کے لئے اس خط کا جواب ضرور دیجئے گا اور بہت جلد دیجئے گا اور میرے بچوں کے لئے آپ خدا سے دعا کریں کہ ساری زندگی بینائی قائم رہے اور ہونے والے بچوں میں یہ بیماری منتقل نہ ہو۔ جب مجھے یہ خیال آتا ہے کہ میرے سارے بچے (خدانخواستہ) بڑے ہو کر اندھے ہو جائیں گے تو میرے دل کی دنیا کٹ جاتی ہے۔ میں ایک ایسے عذاب میں مبتلا ہو گئی ہوں کہ نہ رات کا چین ہے اور نہ دن کا سکون ہے۔ پیٹ میں بچہ ہوتا ہے تو مائیں ان بچوں سے اپنا مستقبل وابستہ کرلیتی ہیں مگر ہائے نصیب کہ نابینا بچوں کا خود اپنا کیا مستقبل ہو گا؟

جواب :۔ رات کو سونے سے پہلے ایک سو ایک بار درود شریف پڑھ کر نیلی روشنی کا مراقبہ کریں اور یہ مراقبہ ولادت تک جاری رکھیں۔ مقامی طور پر کسی حکیم کے مشورے سے ساڑھے چار ماہ تک معجون حمل عنبری صبح شام کھائیں۔ انشاء اللہ آئندہ پیدا ہونے والے بچوں کو یہ بیماری نہیں لگے گی۔ جو بچہ اس وقت بیمار ہے۔ اس کا علاج یہ ہے۔

اپنے سامنے پیلی سرسوں کا تیل نکلوا کر اس کا کاجل بنالیں۔ یہ کاجل رات کو سوتے وقت بچہ کی دونوں آنکھوں میں ایک ایک سلائی لگائیں۔ سلائی چاندی کی ہونی چاہئے۔ کاجل لگاتے وقت سلائی کے اوپر تین بار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحق النور الحق النور الحق النور

پڑھ کر دم کر دیا کریں۔ اس علاج سے اللہ نے کئی بچوں کو شفا دی ہے۔

پسلیاں چلتی ہیں

پروین جہاں ۔ ملتان

بچپن میں میری پسلیاں بہت چلتی تھیں۔ اس کا علاج بہت ہوا اسپتال میں بھی دوبار ایڈمٹ رہی لیکن افاقہ نہیں ہو سکا پھر ایسا ہوا کہ یہ بیماری خود بخود ختم ہو گئی اور کئی سال اطمینان سے گزر گئے لیکن اب جبکہ میری عمر 17-18 سال کے درمیان ہے پچھلے ڈیڑھ سال سے اس بیماری نے دوبارہ پریشان کرنا شروع کر دیا ہے۔ حالت یہ ہے کہ اب چوبیس گھنٹے پسلیاں چلتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے سخت اذیت میں مبتلا ہوں۔ نہ کام کر سکتی ہوں اور نہ ہی کوئی وزن اٹھا سکتی ہوں۔

جواب :۔ رنگ اور روشنی کے علاج کے طریقہ پر سبز شعاعوں کا تیل تیار کرکے پسلیوں پر مالش کریں چالیس دن تک اللہ کے فضل و کرم سے پسلیاں چلنا بند ہو جائیں گی۔ رنگین تیل کی مالش کے ساتھ دوسرا علاج بھی کیا جا سکتا ہے۔

مریض اور معالج

اسد عباس نقوی ۔ کوئٹہ

کچھ عرصہ پہلے مجھے پیروں کے تلوے جلنے کی شکایت ہوئی۔ علاج کے لئے ایک مقامی معالج کے پاس گیا۔ اس نے میرے مرض کے بارے میں کچھ اس انداز سے بتایا کہ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ میں نے اس کی دی ہوئی دوا کھانی شروع کر دی لیکن ذہن فکر اور وسوسوں کے جال میں بری طرح الجھ گیا۔ دوا شروع کرنے کے ساتھ ہی طبیعت مزید بگڑ گئی۔ جب طبیعت میں بہت زیادہ خرابی پیدا ہوئی تو ایک ماہر نفسیات کو دکھایا۔ انہوں نے سکون آور ادویات دیں۔ جب گولیاں کھاتا تو طبیعت ٹھیک رہتی لیکن گولیاں ترک کرتے ہی پرانی کیفیت عود آتی ہے۔ ذہن بہت زیادہ انحطاط کا شکار ہو گیا ہے۔ بیوی بچوں سے بات کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ عامل کہتے ہیں کہ کسی نے جادو کرادیا ہے۔ ذہنی طور پر صحت مند نہ ہونے سے کاروباری اور معاشی معاملات بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ شدید گھبراہٹ، بے چینی اور چڑچڑاپن محسوس ہوتا ہے۔ لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا ہے۔ رات بھر نیند نہیں آتی۔

جواب :۔ سب سے پہلے یہ بات ذہن میں اچھی

طرح اٹھالیں کہ آپ کو جو کچھ مقامی معالج نے بتایا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ نفسیاتی علاج کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل علاج کریں، انشاءاللہ طبیعت معمول پر آجائے گی۔

روزانہ رات کو سب کاموں سے فارغ ہو کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں اور تصور کریں کہ نیلی روشنی یا نیلے رنگ کا ایک سمندر ہے اور آپ اس سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ یہ تصور پندرہ منٹ تک کریں۔ صبح بیدار ہونے کے بعد بھی اس عمل کو دہرائیں۔

روزانہ تین وقت ایک ایک چمچ شہد کے اوپر گیارہ بار فیہ شفاءٌ للناس پڑھ کر دم کریں اور کھالیں۔ غذا میں زیادہ چکنائی اور تیز نمک سے پرہیز کریں۔

طغریٰ بینی

شفقت بی بی ۔ ساہیوال

میں جب بھی سفر کرتی ہوں تو دوران سفر متلی آنے لگتی ہے اور قے ہو جاتی ہے۔ گاڑی یا بس میں بیٹھتے ہی طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور متلی شروع ہو جاتی ہے۔ سفر کرنا ایک کٹھن مرحلہ ہوتا ہے۔ ادویات اور طرح طرح کی گولیاں کھا کر دیکھ لی ہیں لیکن فائدہ نہیں ہوا ہے۔ اس لئے روحانی ڈاک میں خط لکھ رہی ہوں۔ اُمید ہے کہ اس پریشانی سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

جواب :- کسی چکنے اور چمکدار کاغذ پر خوشخط اور بڑا بڑا "الرضاعت عمالویل" لکھوالیں اور اسے کسی گتے پر چپکا دیں۔ خیال رہے کہ کاغذ پر سلوٹیں نہ پڑیں۔ اس طغرے کو اپنی خواب گاہ میں کسی ایسی جگہ رکھ دیں جہاں بار بار نظر پڑتی ہو۔ آتے جاتے اس طغرے کو دیکھا کریں۔ رات کو سونے سے پہلے پندرہ منٹ تک نظریں جما کر دیکھیں اور کسی سے بات کئے بغیر سو جائیں۔ صبح شام ایک ایک چمچ شہد استعمال کیا کریں۔

شادی نہیں کروں گی

فوزیہ ۔ لاہور

میری بڑی بہن کی عمر 27 سال ہو چکی ہے مگر وہ شادی پر رضامند نہیں ہوتی جس کی وجہ سے ہمارے والدین سخت پریشان ہیں۔ نہ امی کی بات سنتی ہے نہ بہن بھائیوں کی، شادی کی بات کریں تو دو تین دن تک نہ کھاتی ہے اور نہ پیتی ہے بس روتی رہتی ہے اور کہتی ہے شادی نہیں کروں گی اور اگر زبردستی کرو گے تو کچھ کھالوں گی۔ ہماری اس پریشانی کو دیکھتے ہوئے کوئی ایسا عمل تجویز کریں کہ بہن شادی پر راضی ہو جائے۔

جواب :- چینی کی سفید برنی میں ایک پاؤ چینی بھر کر رکھ لیں۔ اکیس روز تک بلاناغہ آدھی رات گزرنے کے بعد یابدیع العجائب بالخیر یا بدیع ایک تسبیح پڑھ کر چینی پر دم کر دیا کریں اور ڈھکن لگا دیا کریں۔ بائیسویں دن سے یہ دم کی ہوئی چینی چائے میں یا جس طرح ممکن ہو بہن کو پلا دیا کریں۔ ایک پاؤ چینی پی لینے کے بعد انشاء اللہ آپ کی بہن آپ کی ہر بات مانے گی۔

جنات کی جماعت

کامران بشیر ۔ گجرات

ہمارے گھر کے سامنے عامل صاحب گنڈے تعویذ کرتے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ ان کے پاس جنوں کی ایک جماعت طابع ہے ہماری امی بھی اسی دوران ان کے پاس گھریلو مسائل کے حل کے لئے گئیں امی کو شک تھا کہ لوگوں نے ہم پر تعویذ کئے ہوئے ہیں گو ہمارا اس پر یقین نہیں تھا امی کیونکہ شروع ہی سے اس وہم میں مبتلا ہیں گو دینی تعلیم سے بہرہ ور ہیں لیکن دنیاوی تعلیم اور زمانے کی اونچ نیچ سے روشناس نہیں ہیں۔ عامل صاحب نے امی کو پکا یقین دلایا کہ آپ کے اوپر جادو کیا ہوا ہے۔ امی کا وہاں آنا جانا ہو گیا یہ سلسلہ پورا سال چلتا رہا ہمارے گھر سے کھانا، کپڑے اور تحفہ جات اور ہدیے بھی جاتے رہے اسی دوران عامل صاحب نے کہا کہ ایک بکرا ذبح کر کے [illegible] ہزار روپے کا انتظام کریں۔ امی نے مجھے کہا کیونکہ [illegible] کو فراڈ تصور کرتا تھا اس لئے میں نے منع کر دیا۔ امی تکرار کرتی رہیں میں انکار کرتا رہا۔ میں نے کچھ رقم ایک خاص مقصد کے لئے

ایک بکس میں اخباروں اور کتابوں کے نیچے ایک سخت لفافہ میں اچھی طرح بند کر کے رکھی ہوئی تھی امی اور بہن اور میرے علاوہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ ایک دن یہ روپے غائب ہو گئے۔ جونہی پیسے غائب دیکھے ہم عامل صاحب کے پاس گئے اور کہا مولانا پیسے غائب ہیں اور آپ کے پاس ہیں ایک ہفتہ ٹالتے رہے پھر کہنے لگے کہ وہاں ہی ہیں جہاں تھے دیکھا تو نہ تھے کبھی کہتے کہ اس وقت میری جنوں کی جماعت ان کو لے کر فلاں سمندر میں ہے۔ ہوائیں اڑ رہے ہیں پانی میں بکھرے ہوئے ہیں۔ کیا کیا ڈرامے سناتے رہے پھر کہا گھبراؤ نہیں مل جائیں گے پھر ایک دن کہا کہ کل آنا جنوں کی جماعت نے کل کا وعدہ کیا ہے کل گئے تو انہوں نے مٹھائی منگوائی اور ہزار روپے ملنے پر شرط رکھوا کر تسبیح گھمائی اور پڑھتے رہے پھر کہا وہ آرہے ہیں یہ آگئے لو اب الماری کو کھولو اس میں رکھ کر چلے گئے ہیں دیکھا تو الماری میں روپے تھے لیکن 7 ہزار کم تھے میں نے گنے تو کہا 7 ہزار کم ہیں کہا کہ جنوں کی جماعت کہتی ہے کہ یہ رقم بعد میں واپس کریں گے بہر کیف ہزار روپے ان کو دے دیئے اور بعد میں 2 ہزار اور لے لئے جن کہتے ہیں پیسے لفافے میں بند تھے جب ملے ہیں تو ایک کپڑا جو گھر ہی کا تھا اس میں لپٹے ہوئے تھے اور لفافہ میں نہیں تھے لفافہ وہیں تھا جہاں پیسے رکھے تھے کیا جنوں کی عادات میں یہ شامل ہے کہ لفافے کو پھاڑ کر پیسے نکال کر کپڑے میں لپیٹ لیں اور مسجد میں جا کر الماری میں کپڑوں کے نیچے رکھ دیں لیکن لفافہ وہیں چھوڑ دیں۔ کیا جن پیسے لے جاتے ہیں؟ بہت پریشان ہوں کوئی حل بتائیں پیسے کون لے گیا تھا اور کون رکھ گیا؟ مولوی جی کا دعویٰ ہے کہ یہ جنات ہمارے محافظ ہیں۔ محافظ ہیں تو اسکوٹر کیوں چوری ہوا جب ان سے کہا آپ محافظ کہاں ہیں کہنے لگے ان کا ہمارے ساتھ [illegible] ہے کہ تمہارا نقصان جو بھی ہو گا ہم پورا کریں گے۔ جنوں [illegible] کہا جائے گا تو یہ بچے مار دیں گے یہ بیماری لگ جائے گی وہ ہو جائے گا۔

جواب : - آپ بھولے بادشاہ ہیں۔ جنات کی جماعت والی بات محض بے وقوف بنانے کے لئے ہے۔ جو رقم غائب ہوئی آپ کی والدہ کو بات معلوم ہے کہ مولوی جی عامل کے پاس رقم کس طرح پہنچی۔ جو ہو گیا اس پر صبر کیجئے پردہ پڑا رہے تو اچھا ہے عقیدے کی کمزوری نے لوگوں کو وسوسوں میں مبتلا کر دیا ہے جس کو دیکھو وہ جادو کا تذکرہ کرتا ہے پہلے عورتیں اس مرض میں زیادہ مبتلا تھیں اور اب خیر سے مرد حضرات بھی اس وہم میں مبتلا ہو گئے ہیں دعا کریں کہ ہمارے عقیدے درست ہو جائیں اور ہمیں یقین کی دولت نصیب ہو جائے جس کے لئے ضروری ہے کہ ہم سچے مسلمان بن جائیں۔

یاحی یاقیوم کی زکوٰۃ

ڈاکٹر ارسلان ۔ کراچی

یاحی یاقیوم کے بکثرت ورد کرنے کے لئے اکثر علماء کرام اور خصوصی طور پر آپ نے بہت زور دیا ہے ان اسمائے الٰہیہ میں کیا خاص بات ہے اور ان میں کیا حکمتیں پوشیدہ ہیں امید ہے بیان فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

جواب :- یاحی یاقیوم کے ورد سے دینی اور دنیاوی وسائل کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ان اسما کے ورد سے جہاں دنیا میں سکون و راحت کے وسائل غیب سے مہیا ہوتے ہیں وہاں ایسی راہیں بھی کھل جاتی ہیں جن راہوں پر چل کر ماورائی دنیا سامنے آسکتی ہے کثرت سے یاحی یاقیوم پڑھنے سے سچے خواب نظر آتے ہیں اولیاء اللہ اور پیغمبروں کی روحوں کی زیارت ہوتی ہے۔ اللہ کے اوپر یقین مستحکم ہو جاتا ہے، ان اسماء کا ورد کرنے والا بندہ بلاؤں، شر، فساد اور جادو ٹونے سے محفوظ رہتا ہے، سوا لاکھ مرتبہ یاحی یاقیوم پڑھنے سے اس کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد جب کوئی بندہ دنیاوی لالچ کے بغیر محض اللہ کے لئے کسی مریض پر دم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مریض کو شفایاب کر دیتے ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ ان اسما یاحی یاقیوم کو بغیر تعداد چلتے پھرتے ہر حال میں پڑھا جائے۔ زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے کہ سوا لاکھ چالیس دن میں پڑھا جائے اور آٹھ جمعرات کو سوا گیارہ

روپے خیرات کئے جائیں جو صاحب یا صاحبہ یاحی یاقیوم کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہیں وہ یاحی یاقیوم کا ورد شروع کرتے سے۔ گیارہ روز پہلے میرے نام خط لکھ دیں خط میں پورا نام اور والدہ کا نام لکھنا نہ بھولیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ دنیاوی لالچ کے بغیر اپنی مخلوق کی خدمت کرنے کی توفیق دے آمین

روزی میں برکت

ـــــــ ڈاکٹر مصطفی بارکزئی۔ پشاور

میں ایک ڈاکٹر ہوں اور آپ کی دعاؤں سے ایک عدد اپنی پرائیویٹ کلینک بھی کر رہا ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ [illegible] کلینک حسب معمول صحیح نہیں چل رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کوئی ایسا عمل بتادیں جس سے کہ اللہ تعالیٰ میری زبان و قلم میں [illegible] شفا دیدیں اور میری بھی کلینک دن دگنی رات چوگنی ترقی [illegible] ے اور علاقے کی کامیاب ترین کلینک ہو۔

جواب [illegible] آمدنی میں سے کچھ رقم اللہ کے لئے مخصوص کر دیں۔ رقم خرچ کرنے سے پہلا اس بات کا بطور خاص خیال رکھیں کہ رقم زیادہ نہ ہو، کیونکہ کاروبار چلنے کے بعد بڑی رقم نکالتے ہوئے حوصلہ کی بات ہو جاتی ہے۔ انسان اللہ کے لئے خرچ [illegible] میں ہمیشہ کم حوصلہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چلتے پھرتے کثرت سے یاحی یاقیوم کا ورد کریں۔ رقم جمع ہو جائے تو ہر ہفتے خیرات کر دیا کریں۔

بشارت

ـــــــ نام شائع نہ کیا جائے

میرا چہرہ اور گردن بھاری پن کا شکار ہیں۔ نقوش موٹے ہیں۔ مہربانی فرما کر کوئی ایسا طریقہ بتایئے کہ چہرے اور گردن کا بھاری پن دور ہو جائے اور چہرے کے نقوش تیکھے اور چہرہ پر کشش ہو جائے۔ مایوس نہیں کیجئے گا۔ جواب ضرور دیجئے گا آپ کی بہت ممنون ہوں گی۔ مہربانی کر کے میرا نام شائع نہیں کیجئے گا۔

جواب :- حفظان صحت کے اصولوں پر عمل کریں۔ خواتین کے لئے جو ورزشیں شائع ہوتی ہیں ان میں سے اپنے مناسب حال ورزش کا انتخاب کر کے روزانہ ہلکی پھلکی ورزش کیا کریں۔

اللہ جمیل ویحب الجمال (اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے) رات کو ورد کرتے کرتے سو جائیں۔ چند روز کے بعد آپ کو خواب میں بشارت ہو گی۔ اس بشارت کے مطابق عمل کریں۔ بشارت میں آپ انشاء اللہ اپنے حسب حال رنگ دیکھیں گی جو رنگ خواب میں نظر آئے رات کو سوتے وقت اس رنگ کا مراقبہ کریں۔

قد میں اضافہ

شکیل منور۔ سلمان نصیر۔ اقبال احمد۔ فرح خان۔ محمد جاوید۔ شہناز اختر۔ کراچی، نصیر الدین۔ اسد خان۔ ناصر علی۔ لاہور، مراد علی۔ شبانہ احمد۔ عمر حیات۔ حیدر آباد، سعدیہ انجم۔ نسیمہ اقبال۔ جہانزیب قیر انعام علی۔ ملتان، عمران انور۔ مسعود محبوب۔ انجم طاہر۔ ناصرہ شوکت۔ راولپنڈی

جواب :- قد میں اضافے کے لئے آپ سب لوگ ایک چھٹانک ساگودانہ اور ایک چھٹانک مغز (بیج نکال کر) کی دودھ میں کھیر بنالیں۔ صبح کو یہ کھیر ناشتے میں کھائیں۔

اس کے علاوہ رات کو سوتے وقت سوبار یاحی یاقیوم کا ورد کر کے آنکھیں بند کر کے یہ تصور کریں کہ آپ کے دماغ کے وسط میں ایک نقطہ ہے۔ جب یہ تصور قائم ہو جائے تو تصور میں دیکھیں کہ اس نقطے سے سبز روشنیاں نکل رہی ہیں اور یہ روشنیاں دماغ میں بھر رہی ہیں۔ یہ مراقبہ دس منٹ تک جاری رکھیں۔ اس عمل سے دماغ میں واقع Pituatary Gland سے ہارمون کا افراز عمل ہو جاتا ہے۔ یہ ہارمون ہی قد میں اضافہ کا باعث ہے۔ غذاؤں میں وہ غذائیں زیادہ استعمال کریں جن میں کیلشیم اور فاسفورس زیادہ ہو جیسے دودھ انڈا پنیر وغیرہ۔